ماہنامہ
کرکٹر
پاکستان
فروری 2012ء
قیمت =/75 روپے
مسلسل اشاعت کا 34واں سال
سعید اجمل پاکستانی ٹیم
کا مہلک ہتھیار
ڈیو واٹمور: پاکستانی ٹیم
کی کوچنگ کیلئے تیار
شاہد آفریدی کا جرأت
مندانہ اقدام

دبئی ٹیسٹ کی تصویری جھلکیاں

میٹ پرائر

سعید اجمل

محمد حفیظ اور مصباح الحق

ایلسٹر کک

پاک انگلینڈ سیریز کا احوال

8

مینجنگ ایڈیٹر
ریاض احمد منصوری

بزنس منیجر لاہور
عصمت پاشا
فون: 0300-9493896

لے آؤٹ ڈیزائننگ
محمد شاہد
اسپیشل فوٹوگرافر
فاروق عثمان

بیرون ملک نمائندے
ایان ڈیوڈسن، اسٹیو واٹنگ (انگلینڈ)
کین پیرس (آسٹریلیا)
ڈک برٹنڈن (نیوزی لینڈ)
گوپیش مہرا (بھارت)
ایس ایس پریرا (سری لنکا)
برونل جانز (ویسٹ انڈیز)

کاروباری خط و کتابت و
ترسیل زر کے لئے پتہ
منیجر ماہنامہ "کرکٹر"
C-4 ، 14 کمرشل اسٹریٹ، ڈیفنس ہاؤسنگ
اتھارٹی فیز II ایکسٹینشن، کراچی۔
فون: 35805391 (پانچ لائنیں)
فیکس نمبر: 35896269
ای میل: cricketerurdu@gmail.com

Registration No. SS-048
فروری 2012ء، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 2
قیمت: 75 روپے

آپس کی بات

قارئین کرام

یوں تو قومی ٹیم اکتوبر 2010ء میں مصباح الحق کی قیادت سنبھالنے سے اب تک کوئی ٹیسٹ میچ نہیں ہاری تاہم دبئی میں انگلینڈ کے خلاف فتح یادگار رہے گی۔ یہ کامیابی صرف اس لحاظ سے اہم نہیں کہ مقابل ٹیم عالمی نمبرون تھی پلیئرز نے مضبوط حریف کو اعصاب پر سوار کئے بغیر بیک وقت میدان کے اندر اور باہر کئی چیلنج قبول کرتے ہوئے فتوحات کا سفر جاری رکھا۔ دنیا بھر کے شائقین منتظر تھے کہ باہمی تنازعات کی طویل تاریخ رکھنے والی ٹیموں کا اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے بعد پہلی بار ٹاکرا ہوا تو آن اور آف دی فیلڈ جنگ میں کون سرخرو ہوگا۔ انگلینڈ کے خلاف فتح کا ایک خوشگوار پہلو یہ بھی ہے کہ ٹیم کی روانگی سے ایک دو روز قبل ہی طے کرلیا گیا تھا کہ عبوری کوچ محسن حسن خان کی جگہ کوئی غیر ملکی ہی ذمہ داری سنبھالے گا۔ غیر کوالیفائیڈ کہے جانے کے باوجود محسن حسن خان نے کوچنگ مستقبل سے زیادہ متحدہ عرب امارات میں سیریز پر ہی توجہ مرکوز رکھی۔ ذاتی خواہشات پر قومی مفادات کو ترجیح دینے کی ایسی روایات مستقبل میں بھی دیکھنے کو ملتی رہیں تو ٹیم کے لئے زیادہ مسائل نہیں رہیں گے ایسا ہی ایک قدم شاہد آفریدی نے بھی اٹھایا ہے۔ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں سب سے زیادہ 7 لاکھ ڈالر میں فروخت ہونے کے باوجود آل راؤنڈر پاک انگلینڈ ون ڈے اور ٹوئنٹی 20 سیریز کو ترجیح دیں گے۔ تاریخیں متصادم ہونے پر ملک کی نمائندگی کے لئے غیر معمولی رقم کو ٹھکرانا قابل ستائش ہے۔

کامیاب 2011ء کی طرح نئے سال کا بھی فاتحانہ آغاز خوش آئند ہے، مگر انگلینڈ کے خلاف سیریز اور بعد ازاں بھی کارکردگی میں تسلسل کے لئے ٹیم اسپرٹ کو برقرار رکھتے ہوئے مربوط حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔

ریاض احمد منصوری

ابن حسن پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی سے طبع کرا کے دفتر ماہنامہ "کرکٹر" پلاٹ نمبر C-4، 14ویں کمرشل اسٹریٹ فیز II، ایکس ٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی سے شائع کیا۔

کیلنڈر 2012ء

انگلینڈ بمقابلہ پاکستان سیریز (نیوٹرل)

3 تا 7 فروری .... تیسرا ٹیسٹ میچ .... دوبئی
13 فروری .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... ابوظہبی
15 فروری .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... ابوظہبی
18 فروری .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... ابوظہبی

21 فروری .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... دوبئی
23 فروری .... پہلا ٹی 20 انٹرنیشنل میچ .... دوبئی
25 فروری .... دوسرا ٹی 20 انٹرنیشنل میچ .... دوبئی
27 فروری .... تیسرا ٹی 20 انٹرنیشنل میچ .... ابوظہبی

زمبابوے کا دورہ نیوزی لینڈ

26 تا 30 جنوری .... پہلا ٹیسٹ .... نیپئر
3 فروری .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... ڈنیڈن
6 فروری .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... وانگریری
9 فروری .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... نیپئر
12 فروری .... پہلا ٹی 20 انٹرنیشنل .... آکلینڈ
14 فروری .... دوسرا ٹی 20 انٹرنیشنل .... ہملٹن

کامن ویلتھ بینک سیریز

5 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ بھارت .... میلبورن
8 فروری .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... پرتھ
10 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ سری لنکا .... پرتھ
12 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ بھارت .... ایڈیلیڈ
14 فروری .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... ایڈیلیڈ
17 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ سری لنکا .... سڈنی
19 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ بھارت .... برسبین
21 فروری .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... برسبین
24 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ سری لنکا .... ہوبارٹ
26 فروری .... آسٹریلیا بمقابلہ بھارت .... سڈنی
28 فروری .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... ہوبارٹ
2 مارچ .... آسٹریلیا بمقابلہ سری لنکا .... میلبورن
4 مارچ .... پہلا فائنل .... برسبین
6 مارچ .... دوسرا فائنل .... ایڈیلیڈ
8 مارچ .... تیسرا فائنل .... ایڈیلیڈ

جنوبی افریقہ کا دورہ نیوزی لینڈ

17 فروری .... پہلا ٹوئنٹی میچ .... ویلنگٹن
19 فروری .... دوسرا ٹوئنٹی میچ .... ہیملٹن
22 فروری .... تیسرا ٹونٹی میچ .... آکلینڈ
25 فروری .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... ویلنگٹن
29 فروری .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... نیپئر
3 مارچ .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل میچ .... آکلینڈ
7 تا 11 مارچ .... پہلا ٹیسٹ میچ .... ڈنیڈن
15 تا 19 مارچ .... دوسرا ٹیسٹ میچ .... ہملٹن
23 تا 27 مارچ .... تیسرا ٹیسٹ میچ .... ویلنگٹن

انگلینڈ کا دورہ سری لنکا

26 تا 30 مارچ .... پہلا ٹیسٹ میچ .... گال
3 تا 7 اپریل .... دوسرا ٹیسٹ میچ .... کولمبو

ایشیاء کپ بمقابلہ بنگلہ دیش

12 مارچ .... پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش .... ڈھاکہ
13 مارچ .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
15 مارچ .... پاکستان بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
16 مارچ .... بنگلہ دیش بمقابلہ بھارت .... ڈھاکہ
18 مارچ .... پاکستان بمقابلہ بھارت .... ڈھاکہ
20 مارچ .... بنگلہ دیش بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
22 مارچ .... فائنل .... ڈھاکہ

آسٹریلیا کا دورہ ویسٹ انڈیز

27 مارچ .... پہلا ٹوئنٹی میچ .... گروس آئلیٹ
30 مارچ .... دوسرا ٹوئنٹی میچ .... برج ٹاؤن
7 تا 11 اپریل .... پہلا ٹیسٹ .... برج ٹاؤن
15 تا 20 اپریل .... دوسرا ٹیسٹ .... پورٹ آف اسپین
23 تا 27 اپریل .... تیسرا ٹیسٹ .... پروویڈنس

ویسٹ انڈیز کا دورہ انگلینڈ

17 تا 21 مئی .... پہلا ٹیسٹ .... لارڈز
25 تا 29 مئی .... دوسرا ٹیسٹ .... ناٹنگھم
7 تا 11 جون .... تیسرا ٹیسٹ .... برمنگھم
16 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
19 جون .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
22 جون .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... لیڈز
24 جون .... ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... ناٹنگھم

آسٹریلیا کا دورہ انگلینڈ

29 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
یکم جولائی .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
4 جولائی .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... برمنگھم
7 جولائی .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 جولائی .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... مانچسٹر

آسٹریلیا کا دورہ اسکاٹ لینڈ

23 جون .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... بیلفاسٹ

جنوبی افریقہ کا دورہ انگلینڈ

19 تا 23 جولائی .... پہلا ٹیسٹ .... اوول
2 تا 6 اگست .... دوسرا ٹیسٹ .... لیڈز
16 تا 20 اگست .... تیسرا ٹیسٹ .... لارڈز
24 اگست .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... کارڈف
28 اگست .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
31 اگست .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
2 ستمبر .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
5 ستمبر .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... ناٹنگھم
8 ستمبر .... پہلا ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر .... دوسرا ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... مانچسٹر
12 ستمبر .... تیسرا ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... برمنگھم

انگلینڈ دورہ اسکاٹ لینڈ

12 اگست .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... ایڈن برگ

آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ زمبابوے .... ہیمبن ٹوٹا
19 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
19 ستمبر .... بھارت بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
20 ستمبر .... جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے .... ہیمبن ٹوٹا
21 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
22 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ .... ہیمبن ٹوٹا
22 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز .... کولمبو
23 ستمبر .... نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی

23 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ بھارت .... کولمبو
24 ستمبر .... ویسٹ انڈیز بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
25 ستمبر .... بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی
27 ستمبر .... سی ون بمقابلہ ڈی ٹو .... پالیکیلی
27 ستمبر .... اے ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
28 ستمبر .... ڈی ون بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
28 ستمبر .... بی ون بمقابلہ اے ٹو .... کولمبو
29 ستمبر .... سی ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
29 ستمبر .... بی ون بمقابلہ سی ٹو .... پالیکیلی
30 ستمبر .... بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو .... کولمبو
یکم اکتوبر .... اے ون بمقابلہ سی ون .... پالیکیلی
یکم اکتوبر .... بی ون بمقابلہ ڈی ون .... پالیکیلی
2 اکتوبر .... اے ٹو بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
2 اکتوبر .... کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
4 اکتوبر .... پہلا سیمی فائنل .... کولمبو
5 اکتوبر .... دوسرا سیمی فائنل .... کولمبو
7 اکتوبر .... فائنل .... کولمبو

انگلینڈ کے بیٹسمین سعید اجمل کے سامنے نفسیاتی دباؤ میں آ گئے!!

ایک پرانی کہاوت ہے کہ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا' انگلینڈ کے خلاف دبئی ٹیسٹ میں پاکستانی آف اسپنر سعید اجمل نے بھی کچھ انگلش کھلاڑیوں کے ساتھ کیا۔ سعید اجمل کی ''تیسرا'' بال نے انگلش کھلاڑیوں کے ہوش اڑا کر رکھ دیئے جس پر سابق انگلش کپتان باب ولس کو ان کے بالنگ ایکشن میں اعتراض نظر آنے لگا خوفناک بالنگ کے بعد سعید اجمل انگلش میڈیا کی آنکھوں میں چبھنے لگے سیریز کو تنازعات سے پاک رکھنے کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے انگلش میڈیا نے پہلے دن ہی آف اسپنر کے بالنگ ایکشن پر شکوک ظاہر کر دیئے باب ولس نے تو حد کر دی جن کا کہنا تھا کہ سعید اجمل کی ''دوسرا'' ڈلیوری میرے نزدیک درست نہیں تھی سابق انگلش کپتان کا کہنا تھا کہ اجمل نے واضح طور پر اپنی کہنی کو کافی حد تک پھیلایا مجھے نہیں معلوم کہ اتنے پھیلاؤ کی اجازت ہے یا نہیں پھر ان کا کہنا تھا کہ مجھے مسئلہ اس کی ''دوسرا'' گیند کا ہے جس کی آئی سی سی اجازت دے چکا ہے 15 ڈگری تک کہنی کے پھیلاؤ کی اجازت دیگر بلے بازوں کے لئے مشکلات کھڑی کر دی گئی ہیں۔ پاکستانی آف اسپنر قطعاً ان باتوں سے دباؤ میں نہیں آئے اور واضح کیا کہ مجھے اس قسم کے اعتراضات کی پرواہ نہیں میری توجہ اپنے کھیل پر ہے ایکشن کا جائزہ لینا امپائر کا کام ہے مجھ پر آسٹریلیا کے خلاف 2009ء میں ون ڈے سیریز میں الزام عائد کیا گیا تھا جس میں آئی سی سی نے کلیئر قرار دیا اس قسم کی باتیں ثقلین مشتاق کے لئے بھی کی گئیں ان کا کہنا تھا کہ میں نے صرف وکٹ ٹو وکٹ بالنگ کی اور ایل بی ڈبلیو کے ذریعے زیادہ وکٹیں لیں سعید اجمل کے مطابق انگلینڈ کو اسپین اٹیک کے سامنے کمزور قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ایک سابق انگلش کپتان سعید اجمل میں خامی ڈھونڈ رہے تھے تو دوسرے کپتان جیفری بائیکاٹ کا کہنا تھا کہ سعید اجمل بہترین انگلش بالر ہے مجھے اس کے ایکشن میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ''دوسرا'' ایک زبردست گیند ہے۔ سابق پاکستانی ٹیسٹ اسپنر توصیف احمد کا کہنا تھا منفی ریمارکس کا مقصد بالر کو ڈسٹرب کرنا ہے اور اجمل کا بالنگ ایکشن مشکوک قرار دینے کا الزام سراسر غلط ہے انگریز کرکٹر ہمیشہ اچھے بالرز کو مختلف ہتھکنڈوں سے دباؤ میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سعید اجمل کی عمدہ کارکردگی باب ولس جیسے انگریز کرکٹ ماہرین کو ہضم نہیں ہو رہی اور ان کی پوری کوشش ہے کہ سعید اجمل کو ڈسٹرب کیا جائے۔ توصیف احمد کے مطابق مجھے سعید اجمل کی ''تیسرا'' گیند نظر نہیں آئی وہ نارمل انداز میں بالنگ کر رہے تھے اور انگلش کرکٹر دوسرے معنوں میں ''ماموں'' بن گئے۔ سعید اجمل پر الزام کی کوئی بنیاد نہیں یہ اعتراض بھی عجیب ہے کہ وہ پوری آستین کی شرٹ کے ساتھ بالنگ کرا رہے تھے۔ پاکستانی ٹیم انتظامیہ نے اچھا فیصلہ کیا کہ اسپنر سعید اجمل کے بالنگ ایکشن پر باب ولس کے تبصرے کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا اور سعید اجمل کو مشورہ دیا گیا کہ وہ باب ولس کے کمنٹس نظر انداز کرتے ہوئے بغیر نروس ہوئے بالنگ کریں اور کسی قسم کے دباؤ میں نہیں آئیں۔ باب ولس کے الزام کی نفی تو انگلش وکٹ کیپر بیٹسمین میٹ پرائر نے کر دی جبکہ انہوں نے کہا کہ انہیں سعید اجمل کے بالنگ ایکشن سے کوئی پریشانی نہیں ہم نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی ہمیں اس پر کوئی تشویش ہے نہ ہی یہ ہمارا معاملہ ہے۔ میٹ پرائر کا کہنا تھا کہ ہمیں معلوم تھا کہ سعید اجمل ایک خطرناک بالر ثابت ہو سکتا ہے اس نے اچھی بالنگ کی میں یہ نہیں کہتا کہ ہم نے اس کو ذہن پر سوار کر لیا یا ڈر گئے تھے اصل بات یہ ہے کہ ہم اسے درست انداز میں کھیل نہیں سکے۔

دراصل انگلش میڈیا نے سیریز سے قبل ہی سعید اجمل کے خلاف مہم شروع کر دی تھی جس میں کھلاڑیوں نے بھی بخوبی حصہ لیا۔ سعید اجمل نے ''تیسرا'' گیند آزمانے کا اعلان کیا تھا اس کا گریم سوان سمیت مختلف افراد نے خوب تمسخر اڑایا۔ انہیں ''تیسرا'' کو زیادہ آزمانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی اور سیریز کے ابتدائی روز ہی پاکستانی اسپنر نے انہیں بھرپور جواب دیتے ہوئے مہمان ٹیم کے اوسان خطا کر ڈالے مہمان بیٹسمین ''دوسرا'' اور رینکر ورائٹیز پر ہی بے بس ہو گئے اور اس طرح سے بے بس ہوئے کہ سعید اجمل کے کیریئر کی بہترین بالنگ بھی اس اننگز میں ان کے نام کرا گئے۔ ٹیسٹ رینکنگ میں اول درجے پر براجمان انگلش ٹیم کے کھلاڑیوں کو سعید اجمل کی مہلک ترین دریافت ''تیسرا'' نے چت کر کے رکھ دیا۔ سعید اجمل نے انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ میچ میں درمیانی انگلی سے گیند کو پھینکا جس سے گیند کی رفتار آن لینتھ پچ پر پڑنے کے بعد مزید تیز ہو جاتی ہے جو کہ فلیپر گیند سے مشابہت رکھتی ہے۔ انگلش بلے باز سمجھتے رہے کہ گیند فل لینتھ ہے لیکن ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے جس کے سبب انہیں سعید اجمل کی گیندوں کو کھیلنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انگلش میڈیا کے مطابق تیسرا گیند کے موجد موجد دراصل ثقلین مشتاق ہیں انہوں نے اپنے کیریئر کے افتتاح کے بعد نوجوانوں میں اس طرز کی تیکنیک متعارف کرائی تھی۔ ثقلین مشتاق نے اس گیند کو جلیبی کا نام دیا تھا۔ سعید اجمل نے ائین بیل کو روایتی ''دوسرا'' گیند سے ٹھکانے لگایا۔ انگلینڈ کے خلاف میچ میں پاکستانی اسپنر زیادہ تر فلر اور تیز رفتار گیندیں کراتے رہے۔

شہرہ آفاق قومی اسپنر عبدالقادر نے بھی سعید اجمل کا بالنگ ایکشن درست قرار دیا اور کہا کہ دوسرا یا تیسرا گیند کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ معین خان جب ثقلین مشتاق کو وکٹ کیپنگ کے دوران آف سائیڈ پر گیند کرانے کا کہتے تھے تو خفیہ کوڈ ''دوسرا'' استعمال کرتے تھے دراصل سعید اجمل نے جو گیند کرائی وہ بلاشبہ بہترین بالنگ تھی۔ لیکن اسے ''دوسرا'' یا ''تیسرا'' کے نام دینا غلط ہے۔ مستقبل میں پھر اسی طرح سے چوتھا یا پانچواں بھی متعارف کرایا جا سکتا ہے جس کی کوئی تیکنیکی حقیقت نہیں ہے۔ یہ مہارت صرف اور صرف انگلیوں کے استعمال میں ہوتی ہے جیسا کہ گگلی ایک نئی دریافت تھی یہ پہلا موقع تھا کہ جب اسپنر بھی گیند ہوا میں سوئنگ کراتا تھا اب ایک عام روایت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ پاکستانی بالرز کو صلاحیتیں عطا کی ہیں اور وہ اپنی پبلسٹی کے لئے ان گیندوں کو مختلف نام دیتے ہیں۔

پاکستان کے سعید اجمل نے انگلستان کے خلاف اہم ٹیسٹ سیریز کے پہلے ہی روز تباہ کن گیند بازی کرتے ہوئے محض 55 رنز دے کر 7 وکٹیں حاصل کیں، جو ان کے مختصر ٹیسٹ کیریئر کی بہترین باؤلنگ ہے۔ سعید نے انگلستان کی اہم ترین وکٹیں حاصل کیں جن میں کپتان اینڈریو اسٹراس، کیون پیٹرسن، این بیل، ایون مورگن، اسٹورٹ براڈ، کرس ٹریملٹ اور جیمز اینڈرسن شامل تھے۔ سعید اجمل کی 7 میں سے 5 وکٹیں ایسی تھیں جو انہوں نے بذریعہ ایل بی ڈبلیو حاصل کیں، جو بذات خود ایک ریکارڈ ہے لیکن انوکھا ریکارڈ نہیں ہے۔ سعید اجمل سے قبل پانچ گیند باز ایک اننگز میں حریف ٹیم کے 5 بلے بازوں کو ایل بی ڈبلیو کر چکے ہیں جن میں آسٹریلیا کے ٹیری ایلڈرمین نے جنوری 1990ء میں پاکستان کے خلاف ملبورن ٹیسٹ میں، ویسٹ انڈیز کے کرٹلی ایمبروز نے اپریل 1990ء میں انگلستان کے خلاف برج ٹاؤن ٹیسٹ میں، پاکستان کے محمد زاہد نے نومبر 1996ء میں راولپنڈی ٹیسٹ میں، انگلستان کے رچرڈ جانسن نے جون 2003ء میں زمبابوے کے خلاف چیسٹر لی اسٹریٹ ٹیسٹ میں اور انگلستان کے مونٹی پنیسر نے مئی 2007ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف لارڈز ٹیسٹ میں اننگز میں 5 کھلاڑیوں کو ایل بی ڈبلیو کیا۔ 18 ٹیسٹ مقابلوں میں یہ پانچواں موقع ہے جب سعید اجمل نے 5 یا اس سے زائد وکٹیں حاصل کی ہوں جبکہ انگلستان کے خلاف چار ٹیسٹ مقابلوں میں ان کی وکٹوں کی تعداد 19 ہو چکی ہے۔ میچ سے قبل ہی سعید اجمل کو انگلستان کی مضبوط بیٹنگ لائن اپ کے خلاف پاکستان کا اہم ترین مہرہ قرار دیا جا رہا تھا اور انہوں نے سیریز کے پہلے ہی دن اپنی اہمیت کو ثابت کر دکھایا۔

کے یو

بنگلہ دیش پریمیئر لیگ......شاہد آفریدی کی دستبرداری جرأت مندانہ اقدام

ایک ایسے وقت میں جب اسپاٹ فکسنگ سانحے نے پوری پاکستانی قوم کو دنیا کے سامنے شرمندہ ہونے پر مجبور کردیا تھا، پاکستانی کرکٹ ٹیم نے گزشتہ سال اپنے بہترین فارم کے ذریعہ نہ صرف ان ناقدین کی زبانیں گنگ کردیں جو مسلسل پاکستانی کرکٹ کے مستقبل پر سوال کھڑے رہے تھے بلکہ دنیا کو یہ باور بھی کرادیا کہ ایسے سنگین اور پر فتن ماحول میں بھی ان کی ٹیم حوصلہ شکن نہیں ہوئی اور چند کھلاڑیوں کی بداعمالیوں کا اثر پاکستانی کرکٹ پر قطعی نہیں پڑا۔ انگلستان کے خلاف پہلے ٹیسٹ میں ملی حیرت انگیز کامیابی کے بعد تو یہ ثابت ہوگیا کہ پاکستانی کرکٹ میں ابھی بھی عمران خان اور وسیم اکرم کے زمانے والا دم خم موجود ہے۔ سال 2012ء کے اس شاندار آغاز نے پاکستانی کرکٹ شائقین کی امنگوں کو پھر سے جوان کردیا اور اسپاٹ فکسنگ کے زخم مندمل ہوتے نظر آنے لگے ہیں۔ لیکن پاکستانی کرکٹ ٹیم کی ان شاندار کامیابیوں پر تن تنہا سبقت لے جاتے ہوئے سابق کپتان شاہد آفریدی نے بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں اپنی عدم شمولیت کا جو جواز پیش کیا ہے وہ نہ صرف قابل رشک بلکہ لائق تقلید بھی ہے۔ شاہد آفریدی نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ میری ترجیح ہمیشہ قومی ٹیم رہی ہے اور میں انگلستان کے خلاف اپنی عمدہ کارکردگی پیش کرنے کے لئے کوشاں ہوں اور میں اسی وقت بنگلہ دیشی پریمیئر لیگ میں کھیلنے پر غور کرسکتا ہوں جب پاکستان کا کوئی مقابلہ طے نہ ہو۔

آفریدی گزشتہ دنوں بنگلہ دیشی پریمیئر لیگ کے لیے منعقدہ نیلامی میں فروخت ہونے والے مہنگے ترین کھلاڑی رہے تھے۔ انہیں ڈھاکہ گلیڈیٹرز نے سات لاکھ ڈالرز یعنی 6 کروڑ 30 لاکھ پاکستانی روپے سے زائد رقم میں خریدا تھا۔ لیکن شاہد آفریدی کے لیگ میں نہ کھیلنے کے فیصلے نے دنیائے کرکٹ کو حیران کردیا ہے۔ ایک ایسا ملک جو عرصہ دراز سے اس قسم کے منافع بخش ٹورنامنٹس سے محروم رکھا گیا ہو اور جہاں چند کھلاڑی پیسوں کے لئے غیر قانونی ذرائع تک استعمال کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں، اسی سرزمین کے اس کھلاڑی نے چند ایک روزہ میچوں کی خاطر کروڑوں روپوں پر لات ماردی۔ شاہد آفریدی کے اس جرات مندانہ اور بے غرض قدم نے دنیائے کرکٹ کے سامنے ایک مثال قائم کردی ہے۔

انڈین پریمیئر لیگ اور پھر بنگلہ دیشی پریمیئر لیگ کے آغاز کے بعد قومی کرکٹ کے مستقبل پر ایک بڑا سوالیہ نشان لگتا ہوا نظر آرہا تھا۔ عالمی کپ کے عین بعد آئی پی ایل میں بھارتی کرکٹ ٹیم اور ویسٹ انڈیز کے سرکردہ

تقریب میں کھلاڑیوں کی بولی لگائی جارہی ہے

کھلاڑیوں نے حصہ لے کر اپنی صلاحیتیں ضائع کیں۔ جس کا خمیازہ دونوں ٹیموں کی قومی کرکٹ کو بھگتنا پڑا۔ ویسٹ انڈیز اپنے ہوم گراؤنڈ پر پاکستان کے خلاف کوئی قابل دید کارنامہ انجام دینے میں کامیاب نہ ہوسکا اور بھارتی کرکٹ ٹیم کو انگلستان میں زبردست ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ اس بھیانک انجام پر سنجیدگی سے غور کرنے والوں کو اس امر کو قبول کرنا پڑا کہ آئی پی ایل جیسے ٹورنامنٹس قومی کرکٹ کے مستقبل کے لئے شدید خطرات کے ساتھ ساتھ نوجوان کھلاڑیوں میں پیسوں کی ہوس اور قومی مفاد کو قربان کرنے کا رجحان پیدا کررہے ہیں۔ جس کی سب سے تازہ اور عمدہ مثال طویل طرز کی کرکٹ میں بھارتی کرکٹ ٹیم کی رسوائی ہے۔

قومی کرکٹ پر منڈلانے والے اس خطرے کے سدباب کی دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو متعلقہ بورڈ اپنی اپنی ٹیموں کے لئے سخت اصول وضوابط مقرر کرتے جس پر عملدرآمد ہر کھلاڑی کے لئے لازم وملزم قرار پاتا، یا خود کھلاڑیوں کے

اندر اتنا شعور پیدا کردیا جاتا کہ وہ خود ہی پیسوں کے آگے قومی مفاد کو قربان نہ کریں۔ اول الذکر صورت اس لئے ناقابل عمل ہوگئی تھی کہ بورڈ خود ہی آئی پی ایل جیسے ٹورنامنٹس سے دولت جمع کرنے میں پیش پیش ہوگیا تھا، تاہم سرکردہ اور مایہ ناز کھلاڑیوں نے ہی پیسوں کے آگے جب قومی مفاد کو بالائے طاق رکھنا شروع کیا تو آخر الذکر صورت بھی ناقابل عمل محسوس ہونے لگی۔

لیکن شاہد آفریدی نے جس حوصلہ مندی کے ساتھ بنگلہ دیشی پریمیئر لیگ میں کھیلنے کی پیش کش ٹھکرائی ہے اس سے دنیا بھر میں کرکٹ کے چاہنے والوں میں پاکستان کی عزت افزائی ہوگی۔ ان کی پیش رفت کے بعد یہ امید کی جاسکتی ہے کہ آنے والے دنوں میں دیگر کھلاڑی بھی شاہد آفریدی کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے قومی مفاد کو قربان نہیں کریں گے۔ خصوصاً بھارتی کرکٹ ٹیم کے ان کھلاڑیوں کو شاہد آفریدی کے اس فیصلے سے سبق لینے کی ضرورت ہے جنہوں نے آئی پی ایل سے اس قدر دولت سمیٹی کہ ان کے حواس باختہ ہوگئے ہیں اور اب ان کے پاس قومی کرکٹ کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا کیونکہ بی پی ایل 10 سے 28 فروری تک ہورہی ہے اور اس دوران پاکستان اور انگلینڈ سیریز کا پہلا ون ڈے انٹرنیشنل 13 فروری کو ہوگا جبکہ آخری ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل 27 فروری کو کھیلا جائے گا۔ شاہد آفریدی اور سعید اجمل کے علاوہ شعیب ملک' عبدالرزاق' کامران اکمل' احمد شہزاد اور رانا نوید الحسن کو بھاری قیمت کے عوض مختلف فرنچائزر نے خرید لیا ہے۔ ویسٹ انڈیز کرس گیل کو 5 لاکھ 51 ہزار ڈالرز میں خریدا گیا۔ چٹا گانگ نے شعیب ملک کی نیلامی ڈیڑھ لاکھ ڈالرز میں کی۔ رانا نوید' عبدالرزاق' سعید اجمل اور کامران اکمل ایک ایک لاکھ اور احمد شہزاد کی بولی 50 ہزار ڈالرز لگائی گئی۔ بنگلہ دیش کے ناصر حسین اپنے ملک کے سب سے مہنگے کھلاڑی تھے جن کی بولی 2 لاکھ 38 ہزار ڈالر گئی' انہیں کھلنا کی ٹیم نے خریدا۔ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کی نیلامی کی تقریب 4 گھنٹے سے زائد جاری رہی' جسے مقامی ٹیلی ویژن پر براہ راست دکھایا گیا۔ شاہد آفریدی کی ابتدائی بولی ایک لاکھ ڈالر سے شروع ہوئی جسے بولی کے آخر میں ڈھاکہ نے جیت لیا۔ کھلنا نے آفریدی کے لئے 6 لاکھ 12 ہزار جبکہ چٹا گانگ نے 6 لاکھ ڈالر کی بولی لگائی۔ کرس گیل کے لئے بریسال اور راج شاہی میں ٹائی پڑا تاہم 5 لاکھ 51 ہزار میں ان کی بولی فائنل ہوئی۔ کرس گیل پورا سیزن نہیں کھیل سکیں گے کیونکہ ان کا جنوبی افریقہ میں ڈولفنز کے ساتھ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کا معاہدہ بھی ہے جو کہ 15 فروری سے ہوگی۔ کرس گیل کے ہم وطن مارلن سیموئلز اور کائرون پولارڈ کو راجشاہی اور ڈھاکہ نے بالترتیب 3 لاکھ 60 ہزار اور 3 لاکھ ڈالر کی بولی لگا کر بالترتیب حاصل کیا۔ شعیب ملک ڈیڑھ لاکھ ڈالر میں چٹا گانگ' سہیل تنویر اور کامران اکمل کو یکساں ایک ایک لاکھ ڈالر میں سالکھیت جبکہ رانا نوید کو ڈھاکہ نے ایک لاکھ ڈالر میں خریدا۔ عمران نذیر کو 85 ہزار ڈالر میں ڈھاکہ نے محمد سمیع کو 70 ہزار ڈالر میں راجشاہی نے خریدا۔ تاہم حیران کن طور پر پاکستان کے لئے 12 ون ڈے انٹرنیشنل کھیلنے والے ناصر جمشید کو ایک لاکھ ڈالر میں چٹا گانگ نے خریدا' جبکہ سعید اجمل کی بولی بھی ایک لاکھ ڈالر لگائی گئی۔

مصباح الحق ٹیسٹ کرکٹ میں دو ہزار رنز کا سنگ میل عبور کر گئے

2011 اگر پاکستانی کرکٹ ٹیم کے قائد مصباح الحق کے لئے خوشگوار سال ثابت ہوا تو نئے سال کی ابتداء بھی انہوں نے یادگار انداز سے کی اور انگلینڈ کے خلاف پہلے ٹیسٹ کی پہلی ہی اننگز میں انہیں 2 اعزاز حاصل ہو گئے پہلے انہوں نے بحیثیت کپتان ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار رنز کا سنگِ میل عبور کیا اور پاکستان کے محض چھٹے کپتان بنے جنہیں ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار پلس رنز بنانے کا اعزاز حاصل ہوا جبکہ بعدازاں انہوں نے 52 رنز کی اننگز کھیل کر ٹیسٹ کرکٹ میں اپنے دو ہزار رنز کا سنگِ میل عبور کر لیا وہ 28 ویں پاکستانی بلے باز تھے جنہوں نے ٹیسٹ کرکٹ میں دو ہزار رنز مکمل کئے۔ 8 مارچ 2001ء کو نیوزی لینڈ کے خلاف آکلینڈ میں ان کے کیریئر کا آغاز اتنا متاثر کن نہ تھا جہاں وہ محض 28 اور 10 رنز کی باری ہی کھیل سکے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً ڈیڑھ برس بعد انہیں آسٹریلیا کے خلاف کولمبو میں نیوٹرل وینیو پر کھیلی جانے والی سیریز میں 3 اکتوبر 2002ء کو موقع ملا جہاں وہ 17 اور 10 رنز ہی بنا سکے جبکہ اگلے دو ٹیسٹ جو کہ شارجہ میں کھیلے گئے وہ 2/12 اور 17,11 کی باریاں کھیل کرنا کام رہے۔ 10 ماہ بعد اگست 2003ء میں بنگلہ دیش کی ٹیم پاکستان کھیلنے پہنچی تو کراچی ٹیسٹ کی واحد اننگز میں وہ 13 رنز بنا سکے' سلیکٹرز ان سے بددل ہو گئے اور پھر 4 سال بعد انہیں اکتوبر 2007ء میں پاکستان کے دورے پر آئی جنوبی افریقہ کی ٹیم کے خلاف موقع فراہم کیا گیا کراچی ٹیسٹ میں یکساں 23,23 کی باری کھیلنے کے بعد لاہور کی واحد اننگز میں وہ 41 رنز بنا سکے۔ اگلے ماہ گرین شرٹس کا دستہ روایتی حریف بھارت کے خلاف سیریز کھیلنے پہنچا تو مصباح الحق اسکواڈ کا حصہ تھے' دہلی ٹیسٹ میں 82 اور 45 رنز کی باریاں کھیلنے والے بلے باز نے کولکتہ میں 161 ناٹ آؤٹ اور 6 رنز کی باریاں کھیلیں جہاں انہیں کیریئر کی اولین تھری فیگر اننگز کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہیں بس نہیں کیا بلکہ بنگلور میں بھی 133 ناٹ آؤٹ اور 37 رنز کی باریاں ان کے بیٹ سے اگل چکی تھیں۔ فروری 2009ء میں سری لنکن ٹیم پاکستانی مہمان بنی تو کراچی ٹیسٹ میں 42 رنز بنانے کے بعد لاہور ٹیسٹ میں ان کی باری نہ آ سکی کیونکہ یہی وہ بدقسمت ٹیسٹ تھا جہاں سے پاکستانی کرکٹ ٹیم پر عالمی کرکٹ کے دروازے بند ہوئے۔ سری لنکا نے پہلی اننگز میں 606 رنز بنائے جواب میں دوسرے دن کے کھیل کے خاتمے پر پاکستان نے ایک وکٹ پر 110 رنز بنا لئے تھے خرم منظور نے 59 رنز بنائے جبکہ آخری گیند پر سلمان بٹ 48 رنز بنا کر رن آؤٹ ہوئے تیسرے دن جبکہ سری لنکن ٹیم میچ کھیلنے گراؤنڈ آ رہی تھی تو راستے میں ان پر حملہ کیا گیا جس کے بعد نہ صرف ٹیسٹ بلکہ سیریز بھی ملتوی ہوئی اور یوں 2 مارچ 2009ء پاکستان گراؤنڈز پر عالمی کرکٹ کا تا حال آخری دن قرار پایا۔

حملے کے 4 ماہ بعد پاکستانی ٹیم نے سری لنکا کا جوابی دورہ کیا' جولائی 2009ء میں کھیلی گئی سیریز میں مصباح الحق نے گال ٹیسٹ میں 56 اور 7 جبکہ کولمبو میں کھیلے گئے دونوں ٹیسٹ میں صفر' 3 اور 27' 65 رنز بنائے۔ دسمبر 2009ء میں کیویز کے دیس میں ویلنگٹن ٹیسٹ میں 21 اور 33 کی باریاں کھیلنے والے مصباح الحق نیپئر میں صفر اور 7 رنز ہی بنا سکے۔ دسمبر' جنوری 2009ء اور 2010ء میں پاکستانی ٹیم کینگروز کے دیس میں ملبورن ٹیسٹ میں 65 ناٹ آؤٹ کی باری کھیلنے کے بعد مصباح الحق اگلی باری میں کوئی رن نہ بنا سکے۔ سڈنی میں بھی 11 اور صفر کی باری کھیل سکے۔ تقریباً ایک سال کے وقفے کے بعد امارات کے صحرا میں کھیلی جانے والی جنوبی افریقہ کے خلاف نیوٹرل سیریز میں دبئی ٹیسٹ میں 9 اور *76 کی باریاں کھیلنے کے بعد ان کے بیٹ سے ابوظہبی ٹیسٹ میں بھی 58 رنز کی باری نے جنم لیا۔ 2 ماہ بعد جنوری 2011 میں نیوزی لینڈ کے خلاف ہملٹن ٹیسٹ کی واحد اننگز میں 62 رنز بنانے کے بعد ویلنگٹن ٹیسٹ میں بھی وہ 99 اور *70 کی باری کھیلنے میں کامیاب رہے۔ مئی 2011ء میں پاکستانی ٹی کیریبئن کے ٹور پر پہنچی تو پروویڈنس ٹیسٹ میں وہ 2 اور 52 رنز بنانے میں کامیاب رہے جبکہ بسیٹر ٹیسٹ میں بھی 25 رنز کی اننگز کے بعد انہوں نے سنچری اننگز 102 رنز کی کھیل ڈالی۔ ستمبر 2011ء میں پاکستانی ٹیم زمبابوے پہنچی تو بلاوایو میں 66 اور 6 ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ اکتوبر میں سری لنکن ٹیم سے نیوٹرل سیریز کھیلی اور ابوظہبی ٹیسٹ کی واحد اننگز میں 46 رنز بنائے۔ دبئی ٹیسٹ کی واحد اننگز میں بھی وہ 41 رنز سمیٹنے میں کامیاب رہے۔ جبکہ شارجہ میں 89 رنز کی باری کھیلنے کے بعد اگلی اننگز میں 9 ناقابل شکست رنز بنائے۔ دسمبر میں بنگلہ دیش کے خلاف چٹاگانگ میں 20 رنز بنانے والے پاکستانی قائد نے ڈھاکہ میں 70 اور 6 ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ جبکہ انگلینڈ کے خلاف دبئی ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں 52 رنز کی اننگز میں انہوں نے بطور کپتان ایک ہزار اور بطور کھلاڑی دو ہزار رنز کا سنگ میل عبور کیا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انگلینڈ کے خلاف حالیہ سیریز مصباح الحق کی بطور کپتان ہی نہیں بطور کھلاڑی بھی پہلی ٹیسٹ سیریز تھی یعنی 2001ء میں کیریئر کا آغاز کرنے والے مصباح الحق کو انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ کھیلنے کا موقع 11 سال بعد ملا اور وہ بھی بطور کپتان جس کا ہرگز مصباح الحق پر کسی قسم کا دباؤ نہ دکھائی دیا۔ مصباح الحق بھارت کے خلاف زیادہ کامیاب دکھائی دیتے ہیں جہاں انہوں نے 3 ٹیسٹ کی 6 اننگز میں 464 رنز 116.00 کی اوسط سے 2 سنچریوں اور ایک نصف سنچری سے بنائے۔ اس مجموعے میں 46 چوکے اور 4 چھکے شامل رہے۔ سری لنکا کے خلاف ان کے رنز کا مجموعہ 8 ٹیسٹ میں 385 رنز بنتا ہے جو کہ 3 نصف سنچریوں سے حاصل کیا گیا۔ جبکہ جنوبی افریقہ کے خلاف 4 ٹیسٹ میں 307 رنز 3 نصف سنچریوں سے نیوزی لینڈ کے خلاف 5 ٹیسٹ میں 330 رنز 3 نصف سنچریوں سے ویسٹ انڈیز کے خلاف 2 ٹیسٹ میں 181 رنز ایک سنچری اور ایک نصف سنچری سے آسٹریلیا کے خلاف 5 ٹیسٹ میں 145 رنز ایک نصف سنچری سے بنگلہ دیش کے خلاف 3 ٹیسٹ میں 109 رنز ایک نصف سنچری سے اور زمبابوے کے خلاف واحد ٹیسٹ میں 72 رنز ایک نصف سنچری سے بنائے۔ مصباح الحق کا انگلینڈ کے خلاف پہلا ٹیسٹ بطور کپتان 13 واں ٹیسٹ تھا جبکہ بطور کھلاڑی وہ 19 ٹیسٹ کھیل چکے ہیں۔ مصباح الحق نے پانچویں نمبر پر 25 ٹیسٹ کی 39 اننگز میں 1711 رنز 57.03 کی اوسط سے بنائے جس میں 3 سنچریاں اور 13 نصف سنچریاں شامل رہیں جبکہ چھٹے نمبر پر انہیں 7 ٹیسٹ میں موقع ملا جہاں 9 اننگز میں انہوں نے 151 رنز 16.77 کی اوسط سے بنائے اور ایک نصف سنچری اسکور کی۔ مصباح الحق اپنے کیریئر میں 4 مرتبہ کھاتہ کھولے بغیر آؤٹ ہوئے' 2 مرتبہ آسٹریلیا اور ایک مرتبہ نیوزی لینڈ اور ویسٹ انڈیز کی ٹیمیں مد مقابل تھیں۔ مصباح الحق کو ناقدین نے دفاعی کپتان بھی قرار دیا مگر ان کا کہنا تھا کہ میچ ہارنے سے بہتر ہے کہ ڈرا پر اکتفا کر لیا جائے۔

پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان مصباح الحق قومی کرکٹ ٹیم کی دفاعی حکمت عملیوں کا دفاع کر رہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ جارحانہ کھیل پیش کر کے شکست کھانے سے بہتر ہے کہ دفاع کرتے ہوئے میچ جیتا جائے۔ گزشتہ سال میں پاکستان کو 10 میں سے 6 ٹیسٹ مقابلوں میں فتوحات سے ہمکنار کرنے والے مصباح الحق کی دفاعی حکمت عملی کو مختلف حلقوں کی جانب سے کڑی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ان کی اسی حد درجہ دفاعی حکمت عملی کی وجہ سے کئی مقابلوں میں قومی کرکٹ ٹیم نے فتح کی جانب پیشقدمی کو مقدم جانے بغیر محض ڈرا پر اکتفا کیا تھا۔ مصباح الحق نے کہا کہ آجکل جس قسم کی کرکٹ کھیلی جا رہی ہے اسے متوازن انداز سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں جارحانہ انداز اپنا کر میچ ہارنے سے بہتر ہے کہ دفاعی حکمت عملی اپنا کر مقابلہ جیتا جائے۔ یہ سب صورتحال پر منحصر ہے، کہ آپ کو کیا کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا طریقہ بالکل سادہ ہے کہ جب آپ میدان میں جائیں تو 100 فیصد کارکردگی دکھائیں اور اپنی تمام تر توجہ اسی پر مرکوز رکھیں۔ اس امر کو بھول جائیں کہ حریف کون ہے، صرف وہ کریں جو آپ بہتر سمجھتے ہیں، اس کے لیے سخت محنت کریں اور پھر نتائج دیکھیں۔ جب آپ سب کچھ درست کریں گے تو آپ کو نتائج بھی اپنے حق میں ملیں گے۔ مصباح نے کہا کہ انگلستان ایک انتہائی زبردست ٹیم ہے اور ان کے خلاف رنز بنانے کے لیے ہمیں سخت جدوجہد کرنا ہوگی اور پھر گیند بازی میں بھی جان لڑانا پڑے گی۔ 2011ء میں پاکستان نے کسی ٹیسٹ سیریز میں شکست نہیں کھائی جبکہ پورے سال میں اسے صرف ایک ٹیسٹ مقابلے میں ہار کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ امپائرز کے فیصلوں پر نظر ثانی کے نظام (ڈی آر ایس) کے بارے میں مصباح الحق نے کہا کہ میں ہمیشہ ڈی آر ایس کا حامی رہا ہوں کیونکہ اس سے دونوں ٹیموں کو موقع ملتا ہے۔ امپائرز بھی انسان ہیں اور وہ بھی کبھار غلطیاں کر سکتے ہیں۔ اس لیے یہ بلے بازوں اور باؤلرز دونوں کے لیے موقع ہے کہ وہ امپائرز کی غلطیوں کی اصلاح کروا سکیں۔ میں ہمیشہ اس زبردست ایجاد کی حمایت میں رہا ہوں۔ بلاشبہ اس میں بہتری کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی میرا ماننا ہے کہ یہ ٹیموں کے لیے بہت مددگار ٹیکنالوجی ہے۔ ٹیم کی مستقل بہتر کارکردگی کے بارے میں قومی کرکٹ ٹیم کے کپتان نے کہا کہ اگر آپ ٹیم کی موجودہ کارکردگی کو دیکھیں تو پاکستان ہر شعبے میں بہتر کارکردگی دکھا رہا ہے۔ البتہ فیلڈنگ میں کمزوریاں موجود ہیں لیکن بحیثیت مجموعی تمام کھلاڑی بہت محنت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ ٹیموں کے خلاف ہم کسی مخصوص شعبے پر انحصار نہیں کر سکتے ہیں اس لیے ہمیں باؤلنگ، بیٹنگ اور فیلڈنگ تینوں میں کارکردگی دکھانا ہوگی۔

کے۔ یو

''پاک انگلینڈ سیریز'' پہلا ٹیسٹ، پاکستان نے صرف تین دن میں میدان مار لیا

ایک ایسے وقت میں جب برصغیر کی تمام ٹیمیں دنیا کے مختلف مقامات پر بدترین شکستوں کا سامنا کر رہی ہیں، پاکستان نے عالمی نمبر ایک انگلستان کو پہلے ٹیسٹ میں 10 وکٹوں سے ہرا کر دنیا بھر کے کرکٹ پنڈتوں کو حیران کر دیا ہے۔ سعید اجمل، دنیا جن کی نئی گیند 'تیسرا' کے انتظار میں تھی، نے اپنی 'پہلا' اور 'دوسرا' ہی سے کام چلا لیا اور میچ میں 10 وکٹیں سمیٹ کر پاکستان کی فتح میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ مقابلہ دراصل 2011ء میں سب سے بہترین کارکردگی دکھانے والے دو ٹیموں کے درمیان تھا۔ انگلستان نے پچھلے سال کوئی شکست نہیں کھائی جبکہ پاکستان کو صرف ایک ٹیسٹ میں ہار کا مزا چکھنا پڑا۔ اس فتح کے ساتھ ہی پاکستان نے انگلستان کے ناقابل شکست رہنے کا سلسلہ بھی روک دیا ہے جسے گزشتہ دور؟ آسٹریلیا میں پرتھ ٹیسٹ کے بعد پہلی بار شکست ہوئی ہے۔ یوں پاکستان کی گزشتہ سال کی کارکردگی پر سوال اٹھانے والے ناقدین بھی خاموش ہو گئے ہوں گے جن کا کہنا تھا کہ پاکستان نے کمزور ٹیموں کو ہرایا تھا اور اب انگلستان کا سامنا کرے گا تو اسے اپنی حیثیت کا پتہ چل جائے گا۔

یہ اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے باعث بدنام ہونے والے لارڈز ٹیسٹ کے بعد طویل طرز کی کرکٹ میں پاکستان اور انگلستان کا پہلا سامنا بھی تھا اور کئی پاکستانی ماہرین کرکٹ اور شائقین کی نظر میں تو یہ 'بدلہ سیریز' بھی ہے، گو کہ پاکستانی قائد اور کھلاڑیوں کا کہنا ہے کہ وہ ماضی کے تمام تر تنازعات کو پس پشت ڈالتے ہوئے کھیل کو اس کی حقیقی روح کے مطابق کھیلیں گے، لیکن محض ڈیڑھ سال قبل اٹھائی گئی اس ہزیمت کو کون پاکستانی بھلا سکتا ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو دنیا بھر میں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان نے دبئی کے خوبصورت میدان میں گیند بازی میں سعید اجمل اور عمر گل اور بلے بازی میں محمد حفیظ، مصباح الحق اور عدنان اکمل کی عمدہ کارکردگی کی بدولت اس ذلت کا داغ دھونے کی کوشش کی ہے اور دنیا پر یہ باور کرایا ہے کہ تمام تر ہنگامہ خیزیوں اور تنازعات کے باوجود پاکستان کرکٹ اب بھی زندہ و پائندہ ہے۔ اس میچ کی خاص بات یہ تھی کہ پاکستان نے انگلستان کو تقریباً اننگز کی شکست سے دوچار کر دیا تھا، لیکن انگلستان اس ہزیمت سے بال بال بچ گیا اور پاکستان کو 15 رنز کا ہدف دیا جو اس نے بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے پورا کر لیا اور تیسرے ہی روز دبئی ٹیسٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ سعید اجمل نے پہلی اننگز میں 'کیریئر بیسٹ' 7 وکٹیں حاصل کیں اور دوسری اننگز میں 3 کھلاڑیوں کو نشانہ بنا کر 10 وکٹیں لینے میں کامیاب ہو گئے جبکہ عمر گل نے پہلی اننگز میں ناکامی کے بعد دوسری اننگز میں انگلش بلے بازوں کی 4 وکٹیں حاصل کیں جن میں ابتدائی تین قیمتی وکٹیں بھی شامل تھیں، اور یوں اپنی اہلیت و اہمیت ثابت کر دی۔ یہ سعید اجمل کے کیریئر میں دوسرا موقع تھا کہ انہوں نے میچ میں 10 یا زائد وکٹیں حاصل کی ہوں اور بلاشبہ یہ پاکستانی قائد مصباح الحق کے کیریئر کا یادگار ترین میچ ہوگا۔

انگلستان، جس نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے روز ہی سے پریشانی سے دوچار رہا جب پاکستانی اسپنرز سعید اجمل، محمد حفیظ اور عبدالرحمٰن نے ان کے لیے زبردست مسائل پیدا کیے۔ خصوصاً سعید اجمل نے خود سے وابستہ تمام تر توقعات کو درست ثابت کر دکھایا اور پہلی اننگز میں ان کی تباہ کن گیند بازی کی بدولت پاکستان انگلستان کو 192 رنز پر ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہوا۔ اگر وکٹ کیپر میٹ پرائیر 70 رنز کی کارآمد اننگز نہ کھیلتے اور اختتامی لمحات میں گریم سوان کے 34 رنز شامل نہ ہوتے تو انگلستان کا 100 رنز بنانا بھی مشکل لگتا تھا کیونکہ اس کی ابتدائی پانچ وکٹیں محض 43 پر گر چکی تھیں جبکہ پاکستان نے 100 رنز تک پہنچنے سے قبل مزید دو کھلاڑیوں کو بھی شکار کر لیا تھا۔

پاکستان کے کپتان مصباح الحق نے اپنے گیند بازوں کا بخوبی استعمال کیا اور بائیں ہاتھ سے بیٹنگ کرنے والے بلے بازوں کے خلاف محمد حفیظ کیا تھے، ریکارڈ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چھٹے اوور ہی میں حفیظ کو گیند تھمائی جنہوں نے پہلے ہی اوور میں خطرناک بلے باز ایلسٹر کک کو ٹھکانے لگا کر پاکستان کو پہلی کامیابی دلائی۔ اس کے بعد پاکستان کو اگلی کامیابی اعزاز چیمہ نے دلائی، جنہیں حیران کن طور پر دبئی ٹیسٹ کے لیے جنید خان اور وہاب ریاض پر ترجیح دیتے ہوئے شامل کیا گیا تھا، انہوں نے جوناتھن ٹراٹ کی اہم وکٹ ٹھکانے لگائی۔ اب سعید اجمل کی باری تھی جنہوں نے اپنے دو اوورز میں اینڈریو اسٹراس، این بیل اور کیون پیٹرسن کی قیمتی وکٹیں حاصل کر کے انگلستان کے لیے دورے کے آغاز کو بھیانک خواب بنا دیا۔ سعید نے اینڈریو اسٹراس کو ایک خوبصورت دوسرا گیند پر بولڈ کیا۔ انہوں نے 19 رنز بنائے جبکہ این بیل صفر پر وکٹوں کے پیچھے جبکہ کیون پیٹرسن محض 2 رنز بنانے کے بعد ایل بی ڈبلیو کا نشانہ بنے۔ گو کہ امپائر نے پیٹرسن کو آؤٹ نہیں دیا تھا، لیکن سعید نے فیصلے پر نظر ثانی کروانے کا اشارہ کیا اور تیسرے امپائر نے 'ہاک آئی ٹیکنالوجی' کے استعمال کے بعد پیٹرسن کو آؤٹ قرار دیا۔ چھٹی وکٹ پر ایون مورگن اور میٹ پرائیر نے 39 رنز جوڑے لیکن سعید ایک مرتبہ پھر کسی بڑی شراکت کے سامنے آ گئے۔ انہوں نے پہلے ایون مورگن کو 24 کے انفرادی اسکور پر پھر اسٹورٹ براڈ کو 8 رنز پر ایل بی ڈبلیو کر کے بازی مکمل طور پر پاکستان کے حق میں پلٹ دی۔ ایسا لگتا تھا کہ انگلش اننگز تہرے ہندسے میں بھی بمشکل پہنچے گی لیکن میٹ پرائیر نے گریم سوان کے ساتھ آٹھویں وکٹ پر 57 رنز کا اضافہ کر کے انگلستان کو مکمل تباہی سے بچایا۔ گریم سوان نے 34 قیمتی رنز بنائے جن میں 6 چوکے شامل تھے اور بالآخر وہ عبدالرحمٰن کے ہاتھوں بولڈ ہوئے۔ آخری دو وکٹوں پر میٹ پرائیر نے 41 رنز کی قیمتی شراکت داریاں قائم کیں لیکن وہ دوسرے اینڈ سے وکٹیں گرنے کو نہ روک پائے اور سعید اجمل نے پہلے کرس ٹریملٹ اور بعد ازاں جیمز اینڈرسن کو ایل بی ڈبلیو کر کے انگلستان کی پہلی اننگز 192 پر محدود کر دی۔ میٹ پرائیر 70 رنز پر ناٹ آؤٹ رہے۔ سعید اجمل نے سب سے زیادہ 7 وکٹیں حاصل کیں، جن میں ریکارڈ 5 بلے بازوں کو ایل بی ڈبلیو کرنا بھی شامل تھا۔ جبکہ اعزاز چیمہ، محمد حفیظ اور عبدالرحمٰن کو ایک، ایک وکٹ ملی۔ اس شاندار کارکردگی کے بعد برطانوی ذرائع ابلاغ نے وہی رونا دھونا مچانا شروع کر دیا، جو ہمیشہ سے اس کی عادت رہی ہے۔ اور اس مرتبہ جو شوشا چھوڑا گیا وہ یہ تھا کہ سعید اجمل گیند بازی کرتے ہوئے بلا پھینکتے ہیں۔ اس حوالے سے میچ کے پہلے دونوں روز خوب شور مچایا گیا لیکن اس دوران چند ایسے سابق کھلاڑی بھی تھے جنہوں نے شد و مد کے ساتھ اس کی مخالفت کی خصوصاً ایک برطانوی روزنامے نے اس رویے پر یہ سرخی تک جمائی 'انگور کھٹے ہیں'۔

بہرحال، انگلستان کے بلے بازوں کی ناکامی کے بعد پاکستان کے اوپنرز توفیق عمر اور محمد حفیظ نے حریف کھلاڑیوں کو سبق پڑھایا کہ اس وکٹ پر کس طرح بیٹنگ کرنی چاہیے۔ دونوں نے پہلی وکٹ پر 114 رنز کی شاندار پارٹنرشپ قائم

کی۔ گو کہ پاکستان کے آنے والے بلے باز اس اہم شراکت داری کا وہ فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے، جو حاصل کرنا چاہیے تھا لیکن مصباح الحق کے دارانہ 52 رنز اور آخر میں عدنان اکمل کی 61 رنز کی عمدہ اننگز نے پاکستان کو انگلستان پر 146 رنز کی برتری فراہم کر دی۔ پاکستان کی جانب سے محمد حفیظ 88 رنز کے ساتھ سب سے کامیاب بلے باز رہے۔ ان کی یہ اننگز ایک چھکے اور 11 چوکوں کی مدد سے 164 گیندوں پر محیط تھی۔ توفیق عمر نے 10 چوکوں کی مدد سے 58 رنز بنائے جبکہ مصباح الحق نے 154 گیندوں پر 52 اور عدنان اکمل نے 129 گیندوں پر 61 رنز بنائے۔ جن کی بدولت پاکستان کا پہلی اننگز کا اسکور 338 رنز رہا۔ انگلستان کی جانب سے گریم سوان نے 4 جبکہ اسٹورٹ براڈ نے تین وکٹیں حاصل کیں۔ دو وکٹیں جیمز اینڈرسن کو ایک وکٹ جوناتھن ٹراٹ کو ملی۔

146 رنز کے خسارے کے ساتھ انگلستان کے لیے دوسری اننگز بھی ایک ڈراؤنا خواب ثابت ہوئی جو اس مرتبہ سعید اجمل کے بجائے عمر گل کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی۔ عمر گل نے محض 6 کے مجموعی اسکور پر پہلے اینڈریو اسٹراس کو وکٹوں کے پیچھے کیچ آؤٹ کرایا، پھر ایلسٹر کک کی باری آئی جو اسی طرح 5 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ اپنے اگلے ہی اوور میں عمر گل نے کیون پیٹرسن کو صفر کی ہزیمت سے دوچار کیا جبکہ سعید اجمل نے اپنے 'پسندیدہ شکار' این بیل کو دوسری اننگز میں بھی آؤٹ کر کے محض 35 پر انگلستان کی چار وکٹیں ٹھکانے لگا دیں۔ اس موقع پر نظر آنے لگا کہ پاکستان اننگز کی فتح حاصل کر سکتا ہے خصوصاً یکے بعد دیگرے ایون مورگن، جوناتھن ٹراٹ اور میٹ پرائیر کی وکٹوں نے تو انگلش بیٹنگ لائن اپ کا خاتمہ کر دیا جس کے 7 بلے باز 87 پر پویلین لوٹ چکے تھے۔ اب میدان میں صرف گیند باز بچے تھے جنہوں نے اننگز کی شکست سے بچنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اسٹورٹ براڈ اور گریم سوان نے تیز کھیلتے ہوئے آٹھویں وکٹ پر 48 رنز کا اضافہ کیا حتیٰ کہ عبدالرحمٰن نے دو مستقل گیندوں پر براڈ (17 رنز) اور ٹریملٹ (صفر) کو نشانہ بنا کر پاکستان اور جیت کے درمیان فاصلہ محض ایک وکٹ کر دیا۔ لیکن آخری وکٹ پر بھی سوان جمی اینڈرسن کے ساتھ 25 رنز کا اضافہ کرنے میں کامیاب ہو گئے، یعنی اننگز کی ذلت آمیز شکست سہنے سے اپنے ملک کو بچا لیا۔ انگلستان کی آخری وکٹ 160 کے مجموعی اسکور پر گری جب سعید اجمل نے گریم سوان کو 39 رنز پر آؤٹ کر کے میچ میں اپنی دسویں وکٹ حاصل کی۔ پاکستان کو 15 رنز کا معمولی ہدف حاصل کرنے کے لیے دوبارہ بیٹنگ کے لیے میدان میں اترنا پڑا، جو اس نے چوتھے اوور میں بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے پورا کر لیا اور ایک تاریخی فتح حاصل کی۔ سعید اجمل کو 97 رنز دے کر 10 وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

بھارتی کرکٹ بھی سینئر کھلاڑیوں کی سیاست کا شکار ہوگئی

بیرون ملک مسلسل بدترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے بعد اب بھارت میں کرکٹ کے گروؤں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور انہوں نے مطالبہ کرڈالا ہے کہ مہندر سنگھ دھونی کو ٹیسٹ کے کپتان کے عہدے سے ہٹایا جائے اور راہول ڈریوڈ اور وی وی ایس لکشمن بین الاقوامی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیں۔ بھارت کے معروف روزنامے 'ہندوستان ٹائمز' کے مطابق سابق بھارتی کھلاڑی مدن لعل نے کہا ہے کہ ''میرے خیال میں اب وقت آچکا ہے کہ دھونی کو طویل طرز کی کرکٹ میں قیادت سے ہٹا دیا جائے کیونکہ اس طرز کی کرکٹ کھیلنے میں اب انہیں لطف آ رہا۔ اب نت نئے خیالات پیش کرنے اور نئے لوگوں کو آزمانے کی باری آگئی ہے۔'' سابق کپتان سارو گنگولی نے ڈریوڈ اور لکشمن کے بارے میں کہا ہے کہ لگتا ہے کہ ان دونوں کی عمریں کارکردگی کی راہ میں آڑے آرہی ہے اور اب بھارت کو لازماً اگلی بیرون ملک سیریز سے قبل ان کے متبادل کھلاڑی تیار کرنا ہوں گے۔ گنگولی نے کہا کہ آپ اب ڈریوڈ اور لکشمن سے توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ ویسی کارکردگی دکھائیں گے جیسی کہ ایک دہائی قبل کولکتہ کے ایڈن گارڈنز میں دکھاتے تھے۔ اس وقت وہ نوجوان تھے، اب ان کی عمریں 40 کو چھو رہی ہیں۔ میں ہمیشہ یہ کہتا رہا ہوں کہ سینئر کھلاڑیوں کو خود اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیے کہ انہیں کس وقت کرکٹ کو خیرباد کہہ دینا چاہیے۔ گنگولی نے کہا کہ ڈریوڈ اور لکشمن اپنے میدانوں پر مستقل رنز بناتے رہیں گے، البتہ بھارت غیر ملکی سرزمین پر اگلی سیریز تک، جو 2013ء میں ہوگی، کوئی اہم فیصلہ کرنا چاہیے۔ ''دادا'' کے نام سے معروف سابق کپتان نے مہندر سنگھ دھونی کے حالیہ بیان پر بھی خفگی کا اظہار کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ اگلے سال ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ پر غور کریں گے۔ گنگولی نے کہا کہ اس اہم ترین دورے پر دھونی کی طرف سے اس طرح کا بیان میرے خیال میں ایک ''مذاق'' ہے۔ وہ بلاشبہ دباؤ میں ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ ایک مذاق ہی ہوگا اور وہ صحافیوں کے تابڑ توڑ سوالات کا رخ موڑنے کے لیے شوشہ چھوڑ رہے ہوں گے لیکن اگر وہ سنجیدہ ہیں تو یہ بہت ہی فضول بیان ہے۔ اُدھر سابق کپتان کپل دیو بھی دھونی کے بیان پر صدمے میں نظر آتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دھونی کے بیان کا وقت بالکل غیر موزوں ہے، جس پر میں بہت حیرت زدہ ہوا ہوں۔ اس بیان سے ایک اہم دورے کے دوران ٹیم تقسیم ہو سکتی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ کپتان دو اہم ٹیسٹ مقابلے ہارنے کے بعد یہ کہے کہ اس کی توجہ بجائے کھیل کے آنے والے کپتان پر مرکوز ہے۔ 1983ء□ کے عالمی کپ فاتح کپتان نے کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ اس وقت دھونی کی عمر صرف 30 سال ہے اور وہ ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دھونی کے بیان نے نہ صرف ڈریسنگ روم میں بلکہ وطن میں کروڑوں کرکٹ شائقین کے دلوں میں شبہات پیدا کیے ہوں گے۔

ایک جانب جہاں یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ بھارت ڈریسنگ روم کے معاملات درست نہ ہونے کی وجہ سے پے در پے شکست سے دوچار ہوتا رہا ہے، کپتان مہندر سنگھ دھونی نے اگلے سال ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ پر غور کا اعلان کر کے اِن افواہوں کو 'کچھ' تقویت بخش دی ہے۔ آسٹریلیا کے ذرائع ابلاغ نے بھارت کے خلاف 'ابلاغی جنگ' کا اگلا محاذ کھولتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ بھارت کے دستے کا اصل مسئلہ قیادت کا ہے، کیونکہ ٹیم کے چند ارکان دھونی سے ناخوش ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ نائب کپتان وریندر سہواگ کو کپتان بنایا جائے اور یہی وجہ ہے کہ ٹیم کی کارکردگی پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ گو کہ یہ دعویٰ سننے میں مضحکہ خیز لگتا ہے لیکن مہندر سنگھ دھونی کا اچانک یہ اعلان کر دینا کہ 2015ء کے عالمی کپ کے دفاع کے لیے وہ طویل طرز کی کرکٹ چھوڑنے پر غور کر سکتے ہیں، اشارہ کر رہا ہے کہ ''دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔''

آسٹریلیا کے خلاف سیریز کے تیسرے ٹیسٹ کے آغاز سے ایک روز قبل پرتھ میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے دھونی کا کہنا تھا کہ 'وہ اس امر کا فیصلہ 2013ء میں کریں گے کہ انہیں ایک طرز کی کرکٹ کا ساتھ چھوڑ دینی چاہیے یا نہیں۔' گو کہ انہوں نے اس سلسلے میں ٹیسٹ کرکٹ کا نام نہیں لیا لیکن عالمی کپ کے دفاع کا کہہ کر تو واضح کر دیا کہ اُن کا ایک روزہ کرکٹ چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور وہ 2015ء تک کرکٹ کھیلنا چاہتے ہیں اور یوں کسی ایک طرز کی کرکٹ چھوڑ دینے کا واضح اشارہ ٹیسٹ کرکٹ ہی کی جانب ہے جس میں اُن کی زیر قیادت بھارت کی حالیہ کارکردگی بہت ناقص ہے۔ گو کہ وریندر سہواگ اور راہول ڈریوڈ نے آسٹریلیا کے ذرائع ابلاغ کے ان دعووں کو فضول قرار دیا ہے اور سہواگ کا کہنا ہے کہ ''جب بھی ٹیم ہارتی ہے تو اس طرح کی چیزیں سامنے آتی ہیں، ان میں کوئی صداقت نہیں ہے۔'' ڈریوڈ کا کہنا تھا کہ اس میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں ہے۔ ٹیم مکمل طور پر متحد ہے۔'' البتہ ماہرین کو کچھ مسئلہ ضرور نظر آرہا ہے۔ بھارت کے سابق کپتان اور معروف تبصرہ نگار سنیل گواسکر نے سڈنی ٹیسٹ سے پہلے کہا تھا کہ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ میدان میں سینئر کھلاڑی مہندر سنگھ دھونی کی مدد نہیں کر رہے۔ بہر حال، دھونی کا کہنا ہے کہ ''سب سے پہلے میں اپنی جسمانی حالت دیکھوں گا کہ وہ 2015ء کے عالمی کپ تک بہتر رہ پائے گی یا نہیں، پھر اس کے بعد فارم بھی اہم عنصر ہوگی۔'' انہوں نے کہا کہ ''2014ء میں اچانک کرکٹ چھوڑنے کا اعلان بھارت کے لیے مسائل کا باعث بن سکتا ہے جسے 2015ء میں ایک ایسے وکٹ کیپر کو میدان میں اتارنا پڑے گا جو محض 30 مقابلوں تک کا تجربہ رکھتا ہوگا، تو یہ ملک کے لیے اچھا نہ ہوگا اس لیے میں پہلے ہی سے اس معاملے پر غور کر رہا ہوں۔'' انہوں نے کہا کہ ''میں 2013ء کے اواخر میں حتمی فیصلہ کر پاؤں گا اور یہ فیصلہ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ ملک کے لیے ہوگا۔''

66 ٹیسٹ مقابلوں میں بھارت کی نمائندگی کرنے والے مہندر سنگھ دھونی کی زیر قیادت بھارت نے 36 میں سے 17 مقابلے جیتے ہیں۔ بھارت نے دھونی کی زیر قیادت اپنے ہوم گراؤنڈ میں 2011ء کا عالمی کپ جیتا اور 2015ء میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ہونے والے عالمی کپ میں اپنے اعزاز کا دفاع کرے گا۔ گزشتہ سال انگلستان کے خلاف سیریز میں کلین سویپ کے بعد عالمی نمبر ون پوزیشن کھونے والا عالمی درجہ بندی میں نمبر دو پوزیشن سے بھی محروم ہو گیا ہے۔

حسام نسیم

ڈیوڈ وارنر ٹیسٹ کرکٹ کی پانچویں تیز ترین سنچری بنانے میں کامیاب ہو گئے!!

آسٹریلیا کے شعلہ فشاں بلے باز ڈیوڈ وارنر، جنہیں عرصہ دراز سے محض ٹی ٹوئنٹی طرز کی کرکٹ کا کھلاڑی مانا جاتا تھا، کو کچھ عرصہ قبل ہی ٹیسٹ کرکٹ میں ملک کی نمائندگی کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے حال ہی میں نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلے گئے کیریئر کے دوسرے ٹیسٹ میں ہی سنچری داغ کر طویل طرز کی کرکٹ میں اپنی اہلیت ثابت کردی لیکن ہوبارٹ ٹیسٹ میں آسٹریلیا کی شکست نے ان کی سنچری کا مزا کر کرا کردیا۔ آسٹریلیا اور بھارت کے درمیان کھیلے گئے تین ٹیسٹوں میں سے پرتھ میں تیسرے ٹیسٹ میں ڈیوڈ وارنر نے ایک شاندار کارنامہ انجام دے کر اپنا نام ویوین رچرڈز، ایڈم گلکرسٹ اور جیک گریگری جیسے عظیم بلے بازوں کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ جی ہاں! ڈیوڈ وارنر نے بھارت کے بدنام زمانہ 'کمزور' باؤلنگ اٹیک کو آڑے ہاتھوں سے لیتے ہوئے اس کے خلاف محض 69 گیندوں پر سنچری بنا ڈالی ہے۔ جو ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی چوتھی تیز ترین سنچری ہے۔ اس وقت تیز ترین ٹیسٹ سنچری کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے عظیم بلے باز ویوین رچرڈز کو حاصل ہے جنہوں نے اپریل 1986ء میں سینٹ جانز، اینٹی گا میں انگلستان کے خلاف سیریز کے پانچویں ٹیسٹ کی دوسری اننگز میں محض 56 گیندوں پر سنچری اسکور کی تھی۔ رچرڈز نے مجموعی طور پر 58 گیندوں پر 110 رنز بنائے اور ناقابل شکست رہے۔ بعدازاں ویسٹ انڈیز نے مذکورہ ٹیسٹ جیت کر ڈیوڈ گاور کی زیر قیادت انگلش ٹیم کو 5-0 کی ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا تھا، جسے 'بلیک واش' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا!

اس فہرست میں دوسرا نام آسٹریلیا کے جارح مزاج وکٹ کیپر بیٹسمین ایڈم گلکرسٹ کا ہے جنہوں نے اسی میدان یعنی پرتھ میں دسمبر 2006ء کو انگلستان کے خلاف ایشیز کے تیسرے ٹیسٹ میں محض 57 گیندوں پر سنچری اسکور کی۔ گلکرسٹ نے 2005ء میں انگلستان کی تاریخی ایشیز فتح کے گن گن کے بدلے لیے اور میتھ ہوگارڈ، اینڈی فلنٹوف، اسٹیو ہارمیسن اور دیگر انگلش گیند بازوں پر مشتمل اسی باؤلنگ اٹیک کو دن میں تارے دکھا دیے۔ 'گلی' نے مجموعی طور پر 59 گیندوں پر 4 چھکوں اور 12 چوکوں کی مدد سے 102 رنز بنائے جس کے فوراً بعد آسٹریلیا نے 527 رنز پر اننگز ڈکلیئر کردی اور انگلستان کو فتح کے لیے 557 رنز کا ریکارڈ ہدف دیا جسے حاصل کرنے وہ ناکام رہا اور 350 رنز پر ڈھیر ہوگیا۔ یوں آسٹریلیا نے 5 ٹیسٹ مقابلوں کی سیریز کے ابتدائی تینوں مقابلے جیت کر ایشیز اپنے نام کرلیا۔ بعدازاں آسٹریلیا نے اگلے دونوں مقابلے بھی جیتے اور انگلستان کو ہزیمت آمیز شکست دے کر طویل عرصے بعد ملنے والے ایشیز اعزاز سے محروم کردیا۔

تیسری تیز ترین سنچری آسٹریلیا کے جیک گریگری کی تھی جنہوں نے یہ اعزاز 67 گیندوں پر حاصل کیا۔ یہ اننگز اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ یہ اس زمانے میں کھیلی گئی جب کرکٹ میں برق رفتاری سے بلے بازی کرنے کا تصور تک نہ تھا یعنی 1921ء میں جوہانسبرگ کے قدیم وینڈررز اسٹیڈیم میں۔ گریگری نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے والے آسٹریلیا کی جانب سے 2 چھکوں اور 19 چوکوں کی مدد سے 85 گیندوں پر 119 رنز بنائے۔ یہ اننگز اس لحاظ سے بھی سب سے منفرد ہے کہ اس میں گریگری نے محض 70 منٹ میں سنچری اسکور کی جو کرکٹ کی تاریخ کی سب سے کم وقت میں بنائی گئی سنچری ہے اور آج 90 سال گزرنے کے باوجود یہ ریکارڈ جوں کا توں موجود ہے۔ بہرحال، اس ریکارڈ ساز اننگز کی بدولت آسٹریلیا نے پہلی اننگز میں 450 رنز بنا ڈالے۔ تاہم یہ مقابلہ جنوبی افریقہ کے فالو آن کا شکار ہونے کے بعد زبردست فائٹ بیک کے باعث بھی یاد کیا جاتا ہے جب اتنے بڑے مجموعے کے تعاقب میں جنوبی افریقہ پہلے 243 پر آؤٹ ہوگیا اور پھر فالو آن کرتے ہوئے چارلی اور ڈیوڈ نورس کی سنچری اننگز کی بدولت 472 رنز بنانے اور میچ کو ڈرا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ گوکہ دنیا بھر میں پرتھ کی شہرت اس کی تیز پچ کی وجہ سے ہے لیکن حیران کن طور پر ٹیسٹ کرکٹ کی 10 برق رفتار سنچریوں میں سے 4 اسی میدان پر بنائی گئیں جن میں مذکورہ بالا گلکرسٹ اور وارنر کی سنچریوں کے کرس گیل اور رائے فریڈرکس کی تہرے ہندسے کی اننگز بھی شامل ہیں۔

تیز ترین سنچری بنانے والے بلے بازوں میں پاکستان کے 'جنٹل مین' ماجد خان بھی شامل ہیں جنہوں نے نومبر 1976ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف کراچی ٹیسٹ میں مہمان باؤلرز کو خوب دھویا اور صرف 74 گیندوں پر اپنی سنچری مکمل کی۔ مذکورہ مقابلہ جاوید میانداد کی ڈبل سنچری کے باعث بھی مشہور ہے، جس کی بدولت میانداد کرکٹ کی تاریخ کے کم عمر ترین ڈبل سنچورین بنے تھے۔ اس وقت جاوید کی عمر 19 سال 141 دن تھی۔ بہرحال، نیوزی لینڈ کے

کم ترین گیندوں پر سنچری بنانے والے بلے باز

نام	ملک	گیندیں	بمقابلہ	بمقام	بتاریخ
ویوین رچرڈز	ویسٹ انڈیز	56	انگلستان	سینٹ جانز	اپریل 1986ء
ایڈم گلکرسٹ	آسٹریلیا	57	انگلستان	پرتھ	دسمبر 2006ء
جیک گریگری	آسٹریلیا	67	جنوبی افریقہ	جوہانسبرگ	نومبر 1921ء
شیونرائن چندرپال	ویسٹ انڈیز	69	آسٹریلیا	جارج ٹاؤن	اپریل 2003ء
ڈیوڈ وارنر	آسٹریلیا	69	بھارت	پرتھ	جنوری 2012ء
کرس گیل	ویسٹ انڈیز	70	آسٹریلیا	پرتھ	دسمبر 2009ء
رائے فریڈرکس	ویسٹ انڈیز	71	آسٹریلیا	پرتھ	دسمبر 1975ء
ماجد خان	پاکستان	74	نیوزی لینڈ	کراچی	نومبر 1976ء
کپل دیو	بھارت	74	سری لنکا	کانپور	دسمبر 1986ء
محمد اظہر الدین	بھارت	74	جنوبی افریقہ	کولکتہ	دسمبر 1996ء

زبردست فائٹ بیک کے باعث یہ مقابلہ بغیر کسی نتیجے تک پہنچے ختم ہوگیا تھا۔ ویسے اگر انفرادی اننگز کے کسی بھی مرحلے میں کم ترین گیندوں پر 100 رنز بنانے کی بات کی جائے تو نیوزی لینڈ کے ناتھن آسٹل بلاشبہ سب سے آگے ہیں، جنہوں نے مارچ 2002ء میں انگلستان کے خلاف کرائسٹ چرچ ٹیسٹ میں ڈبل سنچری اننگز کے دوران 101 سے 200 رنز تک پہنچنے کے لیے صرف اور صرف 39 گیندیں استعمال کیں۔ حیران کن طور پر اس معجزاتی کارکردگی کے باوجود وہ نیوزی لینڈ کو فتح سے ہمکنار نہ کرپائے اور 550 رنز کے تعاقب میں نیوزی لینڈ 451 رنز پر ہی ڈھیر ہوگیا اور میچ انگلستان 98 رنز سے جیت گیا۔

پرتھ میں ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین سنچریوں میں سے ایک بنانے والے ڈیوڈ وارنر کے پاس سنہرا موقع تھا کہ وہ تیز ترین ڈبل سنچری بنانے والے بلے بازوں میں اپنا نام لکھوائیں لیکن وائے ری قسمت! کہ اس مقام پر جاکر آؤٹ ہوگئے جہاں منزل چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ واکا، پرتھ میں آسٹریلیا- بھارت تیسرے ٹیسٹ کے دوسرے روز کھانے کے وقفے کے بعد ڈیوڈ وارنر 180 رنز بنانے کے بعد آؤٹ ہوگئے۔ ایشانت شرما کی گیند کو لانگ آن پر ایک مرتبہ پھر میدان سے باہر پھینکنے کی کوشش میں وہ لانگ آن پر امیش یادیو کے ہاتھوں جکڑ لیے گئے۔ انہوں نے یہ اننگز محض 159 گیندوں پر 5 چھکوں اور 20 چوکوں کی مدد سے کھیلی۔ اس یادگار اننگز کے بعد جب وہ میدان سے لوٹے تو واکا پرتھ میں موجود ہزاروں تماشائیوں نے کھڑے ہوکر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ اس وقت ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین ڈبل سنچری کا اعزاز نیوزی لینڈ کے ناتھن آسٹل کو حاصل ہے جو کہ مارچ 2002ء میں انگلستان کے خلاف کرائسٹ چرچ ٹیسٹ میں محض 153 گیندوں پر ڈبل سنچری داغ کر ریکارڈ کے حامل بنے۔ آسٹل کی اننگز کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے تہرے ہندسے میں داخل ہونے کے فوراً بعد انگلش گیند بازوں کی وہ دھنائی کی کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آگیا ہوگا۔ جی ہاں! 101 سے 200 تک پہنچنے کے لیے آسٹل نے صرف 39 گیندوں کا سامنا کیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس زبردست کارکردگی کے باوجود نیوزی لینڈ میچ نہ جیت پایا اور فتح 98 رنز سے انگلستان کے نام رہی۔

کرکٹ کی تاریخ کے برق رفتار ترین بلے بازوں میں سے ایک وریندر سہواگ نے کئی مواقع پر تیز رفتار ڈبل سنچریاں بنائی ہیں، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 10 تیز ترین ڈبل سنچریوں کی فہرست میں ان کا نام 5 مرتبہ شامل ہے۔ انہوں نے دو، دو ڈبل سنچریاں سری لنکا اور پاکستان کے خلاف بنائیں جبکہ ایک جنوبی افریقہ کے خلاف اسکور کی۔ سہواگ نے اپنی تیز ترین ڈبل سنچری 168 گیندوں پر سری لنکا کے خلاف بنائی تھی جس کے لیے انہوں نے صرف 168 گیندوں کا سامنا کیا تھا۔ یہ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی دوسری تیز ترین ڈبل سنچری ہے۔ اس وقت تک سوائے ناتھن آسٹل اور وریندر سہواگ کے کسی بلے باز کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس نے 200 سے کم گیندیں کھیلتے ہوئے ڈبل سنچری بنائی ہو۔

ڈیوڈ وارنر

ڈیو واٹمور

ڈیو واٹمور: گرین شرٹس جتھے کو ایک لڑی میں پرو سکیں گے؟

رواں سال کے درمیانی حصے میں قومی ٹیم کے دورہ ویسٹ انڈیز میں قومی کوچ وقار یونس کے استعفیٰ کے بعد سے شروع ہونے والی بحث ومباحثہ اور کسی حد تک ایک بار پھر متنازعہ ہوجانے والے اس مسئلے کا حل لگتا ہے کہ نکال لیا گیا ہے اور سابق سری لنکن اور بنگلہ دیشی کوچ اور آسٹریلوی کھلاڑی ڈیو واٹمور کی صورت میں قومی دستے کی رہنمائی کے لئے مناسب رہنما تلاش کرلیا گیا ہے۔

گرین شرٹس کے حالیہ کامیاب دورہ زمبابوے کے بعد جب بورے والا ایکسپریس وقار یونس نے قومی دستے کی رہنمائی سے معذرت کی تو دراصل اسی وقت قومی ٹیم کے لئے پی سی بی نے اپنے گھوڑے دوڑانے شروع کردیئے تاکہ قومی ٹیم کو ایک حقیقی کوچ میسر آسکے جو کہ نہ صرف کھلاڑیوں کی کھیل کے حوالے سے رہنمائی کرسکے بلکہ ان کو ذہنی طور پر بھی مضبوطی فراہم کرسکے اور لگتا ہے کہ سابق چیئرمین کے اختتامی دنوں میں شروع ہونے والی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کا پھل قومی دستے کی جھولی میں آن گرا ہے۔ جب پی سی بی نے گرین شرٹس الیون کے لئے رہنما کی تلاش شروع کی تو ایک کمیٹی تشکیل دیدی گئی جس کے ذمے کوچنگ کے امیدواران کے انٹرویو اور ان کی کوالیفیکیشن وغیرہ چیک کرکے امیدواروں کو شارٹ لسٹ کرو ے۔ اس کمیٹی جس میں انتخاب عالم' رمیز راجہ اور ظہیر عباس جیسے نام شامل تھے کے کئی اجلاس اور میٹنگیں ہوئیں حالانکہ حالیہ کمنٹریٹرز اور سابق اوپننگ بلے باز رمیز راجہ نے اس میں نہ ہونے کے برابر دلچسپی لی۔ لیکن تاہم پھر بھی یہ کمیٹی 5 نام شارٹ لسٹ کرکے پی سی بی کے حوالے کردی اس شارٹ لسٹ میں رچرڈ پائی بس' عاقب جاوید کا نام بھی شامل تھا' تاہم طویل انتظار کئی اجلاس اور لاتعداد میٹنگوں کے بعد اب ڈیو واٹمور کے نام پر اتفاق کرلیا گیا۔

یہاں اس بات پر روشنی ڈالنا انتہائی ضروری ہے کہ اگر اچھا کام غلط وقت پر کیا جائے تو اکثر اوقات یہ اچھا کام بھی اپنا تاثر چھوڑنے میں ناکام رہتا ہے اور اس معاملے میں بھی ایسا ہی ہورہا ہے اور ایک اچھا فیصلہ جو کہ بہت پہلے ہوجانا چاہئے تھا خوانخواہ ہی دیر کا شکار ہوتا جارہا ہے جبکہ جتنا جلدی ہوسکے اس پر عملدرآمد ہوجائے' کیونکہ میرے ذاتی خیال کے مطابق اس سے بہتر پاکستانی ٹیم کے لئے کوئی اور کوچ نہیں ہوسکتا اور یہ سابق سری لنکن کوچ گرین شرٹس کی قسمت بدل سکتا ہے جبکہ عالمی سطح پر بھی وہ کوچز کی فہرست میں بھی پہلے دو تین ناموں میں آتا ہے۔

سابق آسٹریلوی کھلاڑی کو قومی دستے کا رہنما بنانے کی سب سے بڑی اہم ترین وجہ اس کا ایشیائی ٹیموں کے ساتھ کام کا وسیع تجربہ 'اپنا کام مکمل توجہ اور ایمانداری سے کرنا' ٹیموں کو آپس میں ایک لڑی کی طرح پرو دینا' جبکہ قدرے کمزور ٹیموں کو پورے جوش وجذبوں کے ساتھ کھلانا اور ان سے بہتر نتائج کیش کروانا۔ اس کی ایک اور نمایاں ترین خصوصیت قدرے کمزور اور بکھری ہوئی ٹیموں کے ساتھ کام کرکے ان کو صف اول میں لا کھڑا کرنا ہے جس کی مثال سری لنکا اور بنگلہ دیش ہیں جہاں اس کی کوچنگ کے باعث قدرے اچھے نتائج سامنے آئے اور یہ چیز اسے دور حاضر کے تمام کوچز سے ممتاز کرتی ہے۔

قومی ٹیم 2011 کا سیزن کامیابی سے کھیل چکی ہے اور کھیل کی تینوں طرز میں نمایاں کارکردگی کی حامل رہی 2012ء کے کامیاب آغاز میں اس نے دنیا کی نمبر ایک ٹیسٹ ٹیم انگلینڈ کو پہلے ہی ٹیسٹ میں شرمناک شکست سے دوچار کردیا ہے۔ ڈیو واٹمور کا مقصد صرف اور صرف قومی ٹیم کو مضبوط بنانا ہونا چاہئے ایسی مضبوط ٹیم جس میں جوش اور جذبے کی ایک نئی روح پھونک دی گئی ہو۔ پی سی بی کو جلد از اس کو مکمل اختیارات کے ساتھ اب یہ ذمہ داری سونپ دینی چاہئے اچھا تو یہ ہوتا اگر پی سی بی انگلینڈ کے خلاف سیریز سے قبل ہی اسے کوچ بنادیتی لیکن لگتا ہے کہ جب تک نتائج میں گڑبڑ نہ ہو سیریز میں شکست نہ ہو اس وقت تبدیلی لانے کی روایت ہمارے یہاں نہیں۔ بہرحال واٹمور کی ذمہ داری کھیل سے لگاؤ اور محنت میں کوئی دورائے نہیں اور نہ ہی اس کی رہنما کی حیثیت سے کارکردگی پر کوئی سوالیہ نشان ہے۔

پاکستانی ٹیم کے سابق کوچ وقار یونس کے مستعفی ہوجانے کے بعد چار ماہ سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود پاکستان کرکٹ بورڈ (پی سی بی) قومی ٹیم کے لیے مستقل کوچ مقرر کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس حوالے سے جہاں ایک طرف پی سی بی غیرملکی کوچ کے انتخاب اور تقرری کی کوششوں میں مصروف نظر آتا تھا تو دوسری جانب سابق چیف سلیکٹر اقبال قاسم ودیگر ٹیسٹ کھلاڑیوں کے بعد اب سیاستدانوں کی جانب سے بھی اس کی زبردست مخالفت سامنے آرہی تھی۔ ڈیو واٹمور قومی ٹیم کی کوچنگ کے سب سے مضبوط غیرملکی امیدوار تھے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے کھیل کے چیئرمین عبدالغفار قریشی نے غیرملکی کوچ کی بھرپور مخالفت کرتے ہوئے پی سی بی پر سابق قومی کھلاڑیوں کی خدمات حاصل کرنے پر زور دیا تھا۔ سینیٹر عبدالغفار قریشی نے کہا کہ وہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے لیے کسی بھی غیرملکی کوچ کی تقرری کے بالکل خلاف ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے پاس کئی عظیم کھلاڑی موجود ہیں اور پی سی بی کو چاہیے کہ وہ کسی غیرملکی کے بجائے ان کھلاڑیوں کی صلاحیتوں اور قابلیتوں سے استفادہ حاصل کرے۔ عبدالغفار قریشی نے پاکستانی ٹیم کے عبوری کوچ محسن حسن خان کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا کہ وہ گزشتہ دو سیریز میں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کررہے ہیں، گوکہ دونوں سیریز میں حریف ٹیمیں زیادہ اچھی نہیں تھیں لیکن قومی ٹیم کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور اب جبکہ انگلستان کے خلاف ایک بڑی سیریز آرہی ہے تو بھی محسن حسن خان ٹیم کے ہمراہ موجود ہیں۔ محسن حسن خان کو سری لنکا کے خلاف دبئی میں کھیلی جانے والی ہوم سیریز کے لیے پاکستانی ٹیم کا عبوری کوچ بنایا گیا تھا تاہم مستقل کوچ کا انتخاب نہ ہونے کے باعث انہیں دورہ بنگلہ دیش میں بھی کوچنگ کے فرائض انجام دیئے تھے۔ مذکورہ دونوں سیریز میں پاکستان نے شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ اس عرصہ میں پاکستانی ٹیم کی عالمی درجہ بندی اور کھلاڑیوں کی انفرادی درجہ بندیوں میں بھی بہتری آئی۔ محسن حسن خان کوچنگ سے قبل قومی ٹیم کی سلیکشن کمیٹی کے سربراہ تھے

انعام الحق

سابق آسٹریلوی ٹیسٹ کرکٹر ڈیو واٹمور اہل خانہ سے مشاورت کے بعد پاکستانی ٹیم کی کوچنگ سنبھالنے کا فیصلہ کریں گے۔ وہ پی سی بی سے تمام معاملات پر تبادلہ خیال کے بعد وطن روانہ ہوگئے' واٹمور نے لاہور میں چیئرمین پی سی بی ذکاء اشرف' چیف آپریٹنگ آفیسر سبحان احمد' کوچ کمیٹی کے سربراہ انتخاب عالم سمیت اعلیٰ حکام سے ملاقات کی۔ دو گھنٹے سے زائد وقت تک جاری رہنے والی اس ملاقات میں انہیں کوچنگ کے حوالے سے تمام معاملات سے آگاہ کیا گیا۔ واٹمور نے بھی بورڈ کو اپنی شرائط بتائیں بعدازاں کوچ کمیٹی کے چیئرمین انتخاب عالم نے کہا کہ واٹمور اپنے اہل خانہ سے مشورے کے بعد ذمہ داری سنبھالنے کے حوالے سے جواب دیں گے ان کے تقرر کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ دوسری جانب واٹمور نے کہا کہ کوچنگ کا موقع ملا تو پاکستان کو دنیا کی نمبرون ٹیم بنانے کی کوشش کروں گا یہ میری زندگی کا ایک اور بڑا چیلنج ہوگا۔ میڈیا سے بات چیت میں انہوں نے کہا کہ میں کوچ کمیٹی کو انٹرویو دینے آیا تھا اور میری ہی خواہش پر چیئرمین پی سی بی سے ملاقات ہوئی جو اچھی رہی اس میں تمام امور پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا انہوں نے کہا کہ کوچنگ کے حوالے سے میری ابھی صرف بات ہوئی حتمی فیصلہ جلد ہوجائے گا' ایک سوال پر واٹمور نے کہا کہ انگلینڈ نمبرون ٹیسٹ ٹیم ہے اس کے خلاف فتح کے لئے پاکستان کو سخت محنت کرنا ہوگی۔

سال 2011ء: پاکستان کرکٹ کی ہنگامہ خیز ترین شخصیات

گزشتہ سال یعنی 2010ء میں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے منظر عام پر آنے کے بعد تاریخ کے بدترین بحران سے گزرنے والی پاکستان کرکٹ میں رواں سال کئی شخصیات ایسی رہیں جنہوں نے عالمی و ملکی سطح پر بڑے تنازعات جنم دیے۔ ان میں جارح مزاج بلے باز اور سابق کپتان شاہد آفریدی، سابق چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ اعجاز بٹ، سابق تیز گیند باز شعیب اختر اور اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے مرکزی کردار سلمان بٹ، محمد آصف اور محمد عامر قابل ذکر ہیں۔

شاہد آفریدی: تنازعات کی دلدل میں 'ادھر ڈوبے اُدھر نکلے' اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے' کے مصداق سال بھر کسی نہ کسی تنازع میں پڑے ہی رہے۔ حتیٰ کہ درمیان میں معاملہ اس حد تک گھمبیر ہو گیا کہ انہوں نے کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان تک کر دیا۔ لیکن شومئی قسمت بورڈ اور ٹیم انتظامیہ کی رخصتی کے بعد اُنہیں ایک مرتبہ پھر پاکستان کی نمائندگی کا موقع ملا اور جس میں اپنی کارکردگی کے ذریعے انہوں نے ناقدین کے منہ بند کر دیے۔ شاہد آفریدی، جن کے بلے کے ساتھ ساتھ اب زبان بھی بہت زیادہ چلنے لگی ہے، سال میں متعدد بار مسائل سے دوچار ہوئے۔ پہلا ہنگامہ دورہ نیوزی لینڈ میں کھڑا ہوا جس کے دوران پاکستان کرکٹ بورڈ نے عالمی کپ 2011ء کے لیے ٹیم کا اعلان تو کر دیا لیکن اس اہم ٹورنامنٹ میں ٹیم کے قائد کے معاملے کو لٹکا دیا۔ بورڈ کے اس عاقبت نااندیشانہ فیصلے نے پاکستان کرکٹ میں ایک بہت بڑی بحث کو جنم دے دیا۔ عوامی سطح پر اور چند سابق کرکٹرز کی نظر میں شاہد آفریدی عالمی کپ میں پاکستان کے لیے موزوں تھے جبکہ کچھ ماہرین ٹیسٹ کپتان مصباح الحق کو قیادت سونپنے کے حق میں دکھائی دیتے تھے۔ تاہم نیوزی لینڈ کے خلاف ایک روزہ سیریز میں فتح کے بعد ان کے مخالفین کے بعد اس حقیقت کو قبول کرنے کے علاوہ اور کوئی امکان نہ بچا کہ قیادت کے لیے سب سے موزوں امیدوار شاہد آفریدی ہی ہیں اور بعد ازاں انہیں سال کے سب سے بڑے ٹورنامنٹ کے لیے پاکستان کی قیادت بخشی گئی۔

لیکن یہ معاملہ شاہد آفریدی اور ٹیم و بورڈ انتظامیہ کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو ظاہر کرنے کے لیے کافی تھا۔ عالمی کپ میں عمدہ کارکردگی اور سیمی فائنل میں فتوحات کا سفر ختم ہونے کے بعد پاکستانی ٹیم وطن واپس آئی تو اُن کا زبردست استقبال کیا گیا۔ پاکستان نے عالمی کپ کے بعد ویسٹ انڈیز کا دورہ کرنا تھا جہاں ٹیسٹ کی قیادت بدستور مصباح الحق نے کی اور محدود اوورز کے دستے کی قیادت شاہد آفریدی کی سپرد رہی۔ پاکستان نے ایک روزہ سیریز کے ابتدائی تینوں مقابلے جیت کر فتح حاصل کر لی لیکن چوتھے مقابلے میں بارش نے اور پانچویں میں پاکستان کی ناقص کارکردگی نے ویسٹ انڈیز کو فائٹ بیک کا موقع دیا اور پاکستان سیریز 3-2 کے مارجن ہی سے جیت پایا۔ لیکن ہنگامہ ابھی باقی تھا، شاہد آفریدی سیریز کے بعد وطن واپس لوٹے اور آتے ہی ہوائی اڈے پر کوچ وقار یونس اور ٹیم انتظامیہ پر پھٹ پڑے۔ بورڈ نے 'کچے دھاگے میں بندھے اس رشتے'' کو توڑتے ہوئے زبردست جوابی کارروائی کی اور بعد ازاں ٹیم منیجر کی رپورٹ کو بنیاد بناتے ہوئے شاہد آفریدی کو قیادت سے ہٹا دیا گیا جس پر انہوں نے احتجاجاً کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔ بورڈ نے بازی میں اپنا اگلا پتہ پھینکا اور شاہد کا مرکزی معاہدہ (سینٹرل کانٹریکٹ) اور کرکٹ کھیلنے کا اجازت نامہ (این او سی) دونوں منسوخ کر دیے۔ یعنی اب وہ کسی بھی سطح پر کرکٹ کھیلنے کے اہل نہیں رہے۔ اس ہنگامے کے دوران پی سی بی کے اُس وقت کے چیئرمین اعجاز بٹ اور کوچ وقار یونس کی جانب سے شاہد کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کیے گئے اور جواب میں شاہد نے بھی انتظامیہ کے خلاف گرما گرم بیانات دیے۔ اس ہنگامہ خیزی میں سیاسی رہنما بھی کود پڑے جنہوں نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے بالآخر شاہد کو کرکٹ کھیلنے کا اجازت نامہ تو دلوا دیا لیکن شاہد آفریدی اُس وقت تک دوبارہ ٹیم میں واپس نہیں آ پائے جب تک کہ وقار یونس نے اپنے صحت کے مسائل کے باعث کوچ کے عہدے سے استعفیٰ نہیں دیا اور اعجاز بٹ کو عہدے کی میعاد مکمل ہونے کے بعد باہر کا راستہ نہیں دکھایا گیا۔ شاہد آفریدی کرکٹ ٹیم میں واپسی کے بعد بہت عمدہ فارم میں نظر آئے اور انہوں نے پہلے سری لنکا اور بعد ازاں بنگلہ دیش کے خلاف ایک روزہ و ٹی ٹوئنٹی سیریز میں شاندار کارکردگی دکھائی اور ٹیم کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔

اعجاز بٹ: سال کی دوسری سب سے بڑی متنازع شخصیت بلاشبہ اعجاز بٹ کی تھی، جن کے بطور چیئرمین دور میں پاکستان کرکٹ نے اپنے بدترین ایام گزارے۔ پاکستان بین الاقوامی کرکٹ سے محروم ہوا، ٹیم مسلسل بدترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہی، من پسند کھلاڑیوں کو جن کی ٹیم میں جگہ بھی بمشکل بنتی تھی قیادت سونپی جاتی رہی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بورڈ کی نااہلی کی وجہ سے پاکستان کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے تنازع اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں ملوث ہوا اور بورڈ نے اپنے کھلاڑیوں کو بچانے کے لیے رتی برابر بھی کوشش نہیں اور تینوں کھلاڑی پہلے بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی 5،5 سال کی پابندیوں اور بعد ازاں برطانیہ کی عدالت کی جانب سے قید کی سزاؤں کا نشانہ بنے۔ اعجاز بٹ کے دور میں ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی بھی اپنے عروج پر دکھائی دی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ پاکستان کرکٹ کو آگے بڑھتے دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ کامیابیوں کے سفر پر گامزن ہونے کی خواہشمند ٹیم کی راہ میں روڑے اٹکانا اعجاز بٹ اور ان کے چیلوں کا شیوہ رہا اور بالآخر اکتوبر میں ان کے عہدے کی توسیع شدہ میعاد بھی مکمل ہونے پر ہی پاکستان کرکٹ کی تاریخ کے اس سیاہ ترین دور کا اختتام ہوا۔ لیکن اعجاز بٹ اپنے تین سالہ سیاہ دور میں پاکستان کرکٹ کو جتنے گھاؤ لگا چکے ہیں، ان کو مندمل ہونے میں بھی سالوں کا عرصہ لگے گا اور وہ بھی اس صورت میں کہ آنے والی بورڈ قیادت اہل اور پاکستان کرکٹ کے مسائل کو ہنگامی بنیادوں پر حل کرنے کی خواہاں ہو۔

شعیب اختر: سال کی تیسری متنازع ترین شخصیت شعیب اختر کی رہی جنہوں نے کرکٹ کی تاریخ میں اپنے ہنگامہ خیز دور کے اختتام کے بعد اپنی آپ بیتی "Controversially Yours" کے ذریعے اک نئی بحث کو جنم دے دیا۔ بال ٹمپرنگ کے اقرار، پاکستان کرکٹ کے کرتا دھرتا حلقوں کے کارناموں، حریف کھلاڑیوں خصوصاً سچن ٹنڈولکر کے حوالے سے دعووں، سابق کپتان وسیم اکرم، سابق چیئرمین بورڈ نسیم اشرف غنی اور سابق کپتان شعیب ملک کے خلاف بیانات اور دیگر کئی متنازع معاملات کی حامل اِس کتاب نے پاکستان اور بھارت میں فروخت کے ریکارڈ قائم کیے۔ کیریئر کے دوران متنازع باؤلنگ ایکشن، منشیات اور غیر قانونی دواؤں کے استعمال اور نظم و ضبط کے مسائل سے دوچار رہنے والے شعیب اختر کی کتاب نے بلاشبہ دنیائے کرکٹ میں ایک نئی ہلچل اور نیا طوفان برپا کیا جس نے کئی ماہ تک دنیائے کرکٹ خصوصاً پاکستان و ہندوستان کے حلقوں کو اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔

اسپاٹ فکسنگ مثلث: سلمان، آصف، عامر: سال کی بقیہ تین شخصیات ایک معاملے میں ملوث رہی یعنی کہ کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے تنازع 'اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل' میں۔ پاکستان کے سابق کپتان سلمان بٹ اور تیز گیند باز محمد آصف اور محمد عامر۔ گزشتہ سال اگست میں لارڈز ٹیسٹ کے دوران جان بوجھ کر 'نوبالز' پھینکنے کا معاملہ دونوں گیند بازوں اور سابق کپتان کے گلے میں پڑ گیا اور برطانیہ مصالحہ اخبار ''نیوز آف دی ورلڈ'' نے کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے تنازع کو طشت از بام کیا۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے پہلے تینوں کھلاڑیوں پر عارضی اور بعد ازاں ایک خصوصی کمیشن کے تحت سماعت کے بعد کم از کم 5،5 سال کی پابندیاں عائد کر دیں۔ بعد ازاں برطانیہ کی عدالت نے دھوکہ دہی و بدعنوانی کے مقدمے میں محمد عامر کو 6 ماہ، محمد آصف کو ایک سال اور سلمان بٹ کو ڈھائی سال کی قید کی سزائیں سنانے کا اعلان کیا۔ یہ کرکٹ کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ کسی کھلاڑی پر فوجداری قانون کے تحت مقدمہ چلا کر اسے قید کی سزائیں دی گئی ہوں اور بلاشبہ یہ دنیا بھر کے اور خصوصاً پاکستان کے کھلاڑیوں کے لیے بہت بڑا سبق تھا۔ یہ تینوں کھلاڑی اس وقت برطانیہ میں اپنی قید کی سزائیں بھگت رہے ہیں اور کم از کم نصف سزا کاٹے بغیر ان کی رہائی کے کوئی امکانات نہیں ہیں۔ ان تینوں کھلاڑیوں کا فوجداری مقدمات میں سزا پانا پاکستانی کرکٹ کے لیے سیاہ ترین دن تھا۔ اعجاز بٹ کی رخصتی، وقار یونس کا استعفیٰ اور اسپاٹ فکسنگ مقدمے میں تینوں کھلاڑیوں کے سزائیں پانے کا عمل پاکستان کرکٹ کے لیے نیک شگون ثابت ہوا اور پاکستان نے سال کی مشکل ترین سیریز میں سری لنکا کو پہلے ٹیسٹ اور پھر ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی میں بھی زیر کیا اور ٹیسٹ و ایک روزہ دونوں کی عالمی درجہ بندی میں ترقی پائی ہے۔

کینیا کی کرکٹ کو سنبھالنے اور بہتر کرنے کی ضرورت ہے، اسٹیو ٹکولو

"برسہابرس کے دوران ہم نے بڑے نشیب وفراز دیکھے ہیں' مگر فی الوقت کینیا کی کرکٹ اپنی بدترین حالت میں ہے۔" یہ بات کوئی اور نہیں کہہ رہا بلکہ یہ سچائی بیان کرنے والا شخص کینیا کے لئے پانچ عالمی کپ ٹورنامنٹ کھیلنے والا اسٹیو ٹکولو ہے۔ وہ 133 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں کا تجربہ کار ہے اور اس میں سے نصف سے زائد میچز وہ ہیں جب قیادت کی ذمہ داری بھی اس کے کاندھوں پر رہی۔ وہ ہر اس لمحے پر کینیا کے ساتھ رہا جب یہ ٹیم اچھے اور بُرے حالات سے گزرتی عالمی کپ 2003ء میں اپنے عروج کی انتہاء کو پانے میں کامیاب ہوگئی مگر اس کی عالمی سطح پر شاندار کامیابی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی جب کینیا کے بدعنوان منتظمین نے اپنے فرائض کی بجا آوری کے بجائے ساری توجہ "مال" بنانے پر صرف کردی اور کینیا کی شہرت کا جہاز ڈوب گیا۔

اگر کینیا کرکٹ کے ماضی پر نگاہ ڈالیں تو اس کی 2003ء کے عالمی کپ میں کارکردگی کوئی فلوک نہیں تھی بلکہ اس مقام تک رسائی میں وہ کامیابیاں بھی معاون ثابت ہوئیں جو کہ اس سے قبل اس ملک کو حاصل ہوچکی تھیں اور نیا ٹیلنٹ بھی ابھر کر سامنے آیا تھا۔ کسی کو یہ بات یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ 1996ء کے عالمی کپ ٹورنامنٹ میں جو اس کا پہلا میگا ایونٹ بھی تھا' کینیا نے اس ویسٹ انڈین ٹیم کو ٹھکانے لگا دیا تھا' جس میں برائن لارا' رچی رچرڈسن' جمی ایڈمز' کرٹلی امبروز' کارٹنی والش' ایان بشپ اور کارٹنی والش جیسے کھلاڑی شامل تھے۔ اسی ٹیم نے 1998ء میں بھارتی حریفوں کو شکست کے گڑھے میں دھکیلا اور پھر 2001ء میں یہی کارنامہ ایک مرتبہ پھر دہرایا اور 2003ء کا عالمی کپ آیا تو اس میں سری لنکا' بنگلہ دیش' زمبابوے اور کینیڈا کو شکست دے کر سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرلی۔ اگرچہ کہ سیمی فائنل میں شکست کا سامنا کرنا پڑا مگر کینیا کی ٹیم مکمل رکن ممالک کے پیچھے آ کر کھڑی ہوگئی جو کہ اب ٹیسٹ کرکٹ میں داخلے کی منتظر تھی۔

عالمی کپ کینیا کے لئے ایک بریک تھرو ٹورنامنٹ تھا جس کا خاتمہ ہوا تو ٹیسٹ کرکٹ کا استحقاق ایک حقیقی ہدف بن چکا تھا' کرکٹ کو ساری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرنے والی گورننگ باڈی آئی سی سی نے اس موقع پر کینیا کو مدد اور سرپرستی فراہم کرتے ہوئے اسے آگے لانے کی کوشش تو کی مگر بہت جلد ہتھیار پھینک کر اپنی نظریں پھیر لیں۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ کینیا میں کسی فرسٹ کلاس کرکٹ ٹورنامنٹ کا سیٹ کیا جاتا اور گراس روٹ لیول پر سرمایہ کاری کر کی اس بات کو یقینی بنایا جاتا کہ کرکٹ نچلی سطح سے اتنی مضبوط ہوجائے کہ آنے والی نسل کرکٹ کے کھیل کو اپنا کر نشوونما کرسکے مگر کینیا کی کرکٹ اس ایک کامیابی کے بعد ہوش کھو بیٹھی اور بدانتظامی کے آسیب نے سب کچھ خاک میں ملا دیا۔ اس کامیابی کے بعد نوجوانوں میں بڑھنے والا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔ نئے خون کی گرمی ناپید ہوگئی ہے اور عالمی سطح پر کینیا کی ٹیم کا یہ حال ہوچکا ہے کہ وہ اپنے سے کمزور حریفوں کے خلاف بھی جیتنے سے معذور ہے۔ ایک عشرہ ہونے والا ہے مگر اس ملک میں فرسٹ کلاس ٹورنامنٹ کا کوئی وجود نہیں جسے ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے کا حق دینے کی باتیں کی جارہی تھیں۔ ایک روزہ کلب مقابلوں اور آئی سی سی کے زیرانتظام چند ٹورنامنٹوں میں شرکت کرنے والی ٹیم بہت بلندی تک جانے کے بعد اچانک منہ کے بل زمین پر آ گری اور اب صورتحال یہ ہے کہ اس کے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہے۔ نئی انتظامی ٹیم کے پاس اب اتنا پیسہ نہیں ہے کہ وہ اس کی بنیاد پر کوئی کام کرسکے کیونکہ اسے آئی سی سی کی جانب سے ملنے والی اس گرانٹ پر انحصار کرنا پڑتا ہے جو کہ ایسوسی ایٹ ممالک حاصل کرتے ہیں۔

کینیا کرکٹ کے پاس گزشتہ سات یا آٹھ برس سے کوئی اسپانسر نہیں ہے اور یہ ناممکن ہوچکا ہے کہ آئی سی سی سے حاصل شدہ گرانٹ پر قومی ٹیم کی دیکھ بھال کی جاسکے۔ حالات سخت سے سخت ہوتے جارہے ہیں اور گراس روٹ لیول پر انتظامی امور کی ناکامی کرکٹ کو بدستور زوال کا شکار کررہی ہے۔ کچھ چیزوں میں تبدیلی تو پیدا ہورہی ہے مگر یہ کوئی مختصر پراسس نہیں اور 39 سالہ اسٹیو ٹکولو چونکہ تمام نشیب وفراز دیکھ چکے ہیں اس لئے وہ ہر ایک چیز سے اچھی طرح واقف ہی نہیں۔ انہیں اب بھی اس صلاحیت پر بھروسہ ہے جو ملک میں موجود ہے جسے پروفیشنل سسٹم مل جائے تو کینیا کرکٹ کی کایا پلٹ ہوسکتی ہے۔

ٹکولو کے مطابق کینیا میں کرکٹ کا نظام کلبوں پر مشتمل ہے مگر

قومی ٹیم سمیت کسی بھی کلب کو وہ جگہ دستیاب نہیں جہاں وہ مشق کرسکے۔ جمخانہ جیسا کلب بھی جہاں پریکٹس کرتا ہے اس کا خرچہ بورڈ کو اٹھانا پڑتا ہے مگر مقررہ اوقات سے ہٹ کر کوئی کھلاڑی وہاں جاکر یہ سہولت حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ قومی ٹیم کے لئے بھی وقت مقرر ہے اس سے ہٹ کر اضافی ٹریننگ نہیں کی جاسکتی اور کھلاڑی جگہ تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں انہیں یہ سہولت مل سکے۔ ہر کلب سے یہی بات سننے کو ملتی ہے کہ آپ ہمارے رکن نہیں لہٰذا یہاں پریکٹس نہیں کرسکتے۔ ہمیں قومی ٹیم کے کھلاڑیوں کی حیثیت سے ایک ایسی جگہ درکار ہے جہاں کسی بھی وقت جاکر ہم اپنے کھیل کی بہتری پر کام کرسکیں۔ اسٹیو ٹکولو کا کہنا ہے کہ آسٹریلیا میں سینٹر آف ایکسی لینس دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سہولیات میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ہمارے کھلاڑی آسٹریلین ٹیم کا مقابلہ کس طرح کرسکتے ہیں؟

کینیا میں موجود صلاحیت پر ٹکولو کو کوئی شک نہیں ہے اور وہ جانتے ہیں کہ موجودہ کھلاڑیوں کو عالمی معیار پر ابھارنے کے لئے صرف مقابلے سے بھرپور کرکٹ کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی کھلاڑی صرف ٹی وی پر شان ٹیٹ اور بریٹ لی کو دیکھ کر ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے بھی بہتر سہولتیں دستیاب ہوں اور وہ ان کے خلاف کھیلنے کے مواقع بھی حاصل کرتا رہے۔ اکثر زائد العمر کھلاڑی ٹیٹ کے خلاف کھیلنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے لیکن ٹکولو کا وسیع تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس کا سامنا کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ وہ 16 سال تک بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے کے بعد گزشتہ عالمی کپ مقابلوں میں میدانوں کو خیرباد کہہ چکے ہیں مگر ان کی خواہش ہے کہ وہ اب بھی اس ملک کی کرکٹ کے لئے جو کچھ بھی کرسکتے ہیں وہ کرتے رہیں۔ خصوصاً انہیں کوچنگ کے شعبے میں گہری دلچسپی ہے۔ انہیں یہ بات سن کر شدید مایوسی ہوئی تھی کہ آئی سی سی نے ورلڈ کپ کو دس ممالک تک محدود کردیا ہے کیونکہ اس طرح کینیا کی ٹیم ایک بڑے موقع سے محروم ہوجائے گی۔

ٹکولو کا کہنا ہے کہ ہماری ٹیم کو مشکل حریفوں کے خلاف میچز کی ضرورت ہے کیونکہ بہتری کا یہی ایک راستہ ہے۔ جب آپ کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو واپس جاکر سب مل جل کر وہ وجوہات تلاش کرتے ہیں کہ اس ناکامی کا سبب کیا تھا اور انہیں کس شعبے میں بہتری کی ضرورت ہے لیکن اگر ان کھلاڑیوں کو ایک مخصوص سطح پر کھیلنے کے لئے محدود کردیا گیا تو پھر ان پر جمود طاری ہوجائے گا اور وہ کبھی اپنی اصل کارکردگی پیش نہیں کرسکیں گے۔ کینیا کی کرکٹ پر طاری 8 سالہ جمود کو توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ اس ملک میں کرکٹ کو آگے بڑھایا جائے اور اس وقت جو تنزلی نظر آرہی ہے کم ازکم اس میں بہتری کی کوشش تو کی جاسکتی ہے۔ MAB

آخری دو میچ میں سری لنکا کی فتح...... سیریز جنوبی افریقہ کے نام

پارل میں کھیلے گئے سیریز کے پہلے ایک روزہ میں جنوبی افریقہ نے ہاشم آملہ کی سنچری کی بدولت 301 رنز بنائیاور جواب میں سری لنکا کی پوری ٹیم کو محض 43 رنز پر چلتا کردیااور تاریخ کی بہترین فتوحات میں سے ایک اپنے نام کرلی۔ سری لنکا کے دونوں اوپنر اوپل تھارنگا اور کپتان تلکارتنے دلشان صفر کی ہزیمت سے دوچار ہوگئے۔ حتیٰ کہ جانے مانے بلے باز بھی مورنے مورکل اور لونوابو سوٹسوبے کے لگائے گئے ابتدائی دھچکے نہ سہہ پائے اور محض 13 رنز پر سری لنکا کے ابتدائی 6 بلے باز پویلین لوٹ چکے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ زمبابوے کا قائم کردہ کم ترین اسکور یعنی 35 رنز کا عالمی ریکارڈ ٹوٹ جائے گا لیکن آخری لمحات میں کولاسیکرا کی 19 رنز کی اننگز سے کم از کم اس ذلت سے تو سری لنکا کو بچالیا لیکن محض 43 رنز پر اننگز کا تمام ہوجانا نہ صرف سری لنکا کے کرکٹ حلقوں اور شائقین کے لیے بلکہ دنیا بھر کے کرکٹ کے چاہنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ تھا۔

یہ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی تیسری بدترین شکست تھی اور بدقسمتی سے ان معدودے چند مواقع میں سے ایک جب کسی ٹاپ ٹیم کو اتنی بڑی ہار سہنا پڑی ہو۔ جنوبی افریقہ کی جانب سے مورنے مورکل نے سب سے زیادہ یعنی 4 وکٹیں حاصل کیں۔ انہوں نے 6 اوورز میں محض 10 رنز دے کر تھارنگا، سنگاکارا، میتھیوز اور کوسالا کولاسیکرا کی وکٹیں سمیٹیں۔ تین وکٹیں سوٹسوبے کے ہاتھ لگیں۔

قبل ازیں جنوبی افریقہ نے ایک روزہ کرکٹ کے نمبرون بلے باز ہاشم آملہ کی زبردست سنچری کی بدولت 301 رنز بنائے۔ 128 گیندوں پر 8 چوکوں سے مزین اننگز میں ہاشم نے 112 رنز بنائے جبکہ جیک کیلس نے 72 اور کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز نے 52 رنز بنا کر ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ ہاشم۔کیلس شراکت میں دوسری وکٹ پر جنوبی افریقہ نے 144 رنز بنائے جبکہ بعدازاں ہاشم نے ڈی ویلیئرز کے ساتھ مل کر مزید 91 رنز جوڑے۔ اہم بلے بازوں کے آؤٹ ہوجانے کے بعد جنوبی افریقہ آخری اوورز میں زیادہ رنز نہ بنا پایا لیکن ابتدائی بلے بازوں کے کارنامے ہی اسے 300 کی نفسیاتی حد عبور کرنے میں مدد کے لیے کافی تھے۔ طویل عرصے بعد ایکشن میں نظر آنے والے سری لنکن گیند باز لاستھ مالنگا نے سب سے زیادہ 5 وکٹیں حاصل کیں۔

سری لنکا جنوبی افریقہ کے خلاف مستقل دوسرے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں شکست کھا کر سیریز میں مزید خسارے سے دوچار ہوگیا۔ طویل عرصے بعد ایسٹ لندن کے بفیلو پارک میں کھیلے گئے پہلے بین الاقوامی مقابلے میں جنوبی افریقہ نے ٹاس جیت کر سری لنکا کو بلے بازی کی دعوت دی۔ کپتان اور بلے باز دونوں کی حیثیت سے انتہائی مشکل دور گزارنے والے تلکارتنے دلشان ایک مرتبہ پھر مکمل طور پر ناکام رہے اور دوسرے ہی اوور میں بغیر کوئی رن بنائے پویلین لوٹ گئے۔ سری لنکا کو بڑا دھچکا اس وقت لگا جب کمار سنگاکارا محض 3 رنز بنانے کے بعد لونوابو سوٹسوبے کی پہلی وکٹ بنے جب مجموعی اسکور محض 21 رنز تھا۔ اس موقع پر اوپل تھارنگا اور دنیش چندیمال نے اننگز کو سنبھالا دیا اور تیسری وکٹ پر 84 قیمتی رنز کا اضافہ کیا۔ خصوصاً نوجوان چندیمال، جنہیں سری لنکا کا مستقبل قرار دیا جارہا ہے، نے بہت عمدہ اننگز کھیلی اور ناقابل شکست رہے۔ بدقسمتی سے وہ اپنی سنچری مکمل نہ کرپائے اور 92 رنز بنا پائے۔ آخری اوورز میں نووان کولاسیکرا 22 اور اینجلو میتھیوز 28 رنز نے چندیمال کا بھرپور ساتھ دیا اور مقررہ 50 اوورز کے اختتام پر سری لنکا نے 6 وکٹوں کے نقصان پر 236 رنز بنائے۔ جو وکٹ اور کنڈیشنز کو دیکھتے ہوئے کچھ کم اسکور تھا۔

جواب میں 76 رنز کا عمدہ آغاز اور بعدازاں جین پال ڈومنی کی 66 رنز کی ناقابل شکست اور فیصلہ کن اننگز نے جنوبی افریقہ کو فتح دلادی۔ ہاشم آملہ نے کیریئر کی 16 ویں نصف سنچری بنا کر جنوبی افریقی فتح کی بنیاد رکھی لیکن غلط مواقع پر اہم وکٹیں گرنے سے جنوبی افریقی پیشقدمی کو متاثر کیا اور یہ ڈومنی تھے جنہوں نے آخر میں ذمہ داری سنبھالی اور اس وقت ہدف کو جالیا جب اننگز کی محض 8 گیندیں باقی تھی۔ جنوبی افریقہ نے لاستھ مالنگا سے بچنے کی بھرپور حکمت عملی اپنائی، اور یہی وجہ ہے کہ جب تک مالنگا ایک اینڈ سے موجود رہے انہوں نے وکٹ

بچانے پر زیادہ دھیان دیا اور ان کے اٹیک سے ہٹتے ہی بلوں کے منہ کھول دیے۔ خصوصاً ہاشم آملہ کے دو خوبصورت چھکوں نے جنوبی افریقہ کے عزائم کو ظاہر کیا جو انہوں نے نووان کولاسیکرا کو رسید کیے اور بعدازاں مسلسل دو چوکے مار کر اپنی نصف سنچری مکمل کی۔ جیک کیلس اور ڈومنی کے درمیان 58 رنز کا اضافہ ہوا لیکن آخری 15 اوورز میں درکار 85 رنز کو نظر میں رکھتے ہوئے جیسے ہی کیلس نے تیز کھیلنے کی کوشش کی اپنی وکٹ گنوا بیٹھے۔ جنوبی افریقہ کو سب سے بڑا نقصان اس وقت اٹھانا پڑا جب 193 کے مجموعی اسکور پر کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز ایک انہونے رن کو لینے کی کوشش میں آؤٹ ہوگئے اور یوں تمام تر ذمہ داری ڈومنی کے کاندھوں پر آن پڑی جنہوں نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اسے نبھایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ سری لنکا نے مواقع بہت ضائع کیے۔ خصوصاً 47 ویں اوور میں فرانکو دو پلیسے کے آؤٹ ہونے کے فوراً بعد مالنگا کا اپنی ہی گیند پر البی مورکل کا کیچ چھوڑ دینا اور آخری لمحات میں سنگاکارا کا رن آؤٹ کرنے کا موقع گنوانا اتنے کم اسکور کے ہدف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا گئے۔ بالآخر 49 ویں اوورز کی چوتھی گیند پر جنوبی افریقہ نے ہدف کو جالیا اور سیریز میں 0-2 کی برتری حاصل کرلی۔ ڈومنی 66 رنز پر ناقابل شکست رہے، ان کی اننگز کی حیرتناک بات یہ تھی کہ انہوں نے پوری اننگز میں صرف ایک مرتبہ گیند کو باؤنڈری کی راہ دکھائی اور وہ بھی چھکے کی صورت میں، اس کے علاوہ انہوں نے پوری اننگز میں ایک چوکا بھی نہیں مارا لیکن 87 گیندوں پر یہ ذمہ دارانہ اننگز کھیل کر جنوبی افریقی فتح میں اہم کردار ادا کیا اور میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

تیسرے ون ڈے میچ میں بارش، ڈک ورتھ لوئس نظام اور حاضر دماغی نے جنوبی افریقہ کو 4 رنز سے فتح یاب قرار دے دیا۔ یوں جنوبی افریقہ نے 5 ایک روزہ مقابلوں کی سیریز کے اولین تینوں معرکے اپنے نام کرکے سیریز جیت لی۔ بلوم فاؤنٹین کے شیورلے پارک میں تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصے بعد ہونے والے پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں سری لنکا نے ٹاس جیت بیٹنگ کا فیصلہ کیا اور گزشتہ میچز کے مقابلے میں کافی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اوپنرز اوپل تھارنگا اور تلکارتنے دلشان نے 94 رنز کا سست لیکن مناسب آغاز فراہم کیا۔ خصوصاً تھارنگا نے 65 گیندوں پر 2 چھکوں اور 5 چوکوں کی مدد سے 58 رنز کی اچھی اننگز کھیلی۔ مسلسل دو مقابلوں میں صفر کی ہزیمت سے دوچار ہونے والے سری لنکن کپتان دلشان حیران کن طور پر مختلف موڈ میں نظر آئے اور 49 گیندوں پر 33 رنز کی سست اننگز کھیلی۔ یکے بعد دیگرے تھارنگا اور دلشان کے لوٹنے کے بعد کمار سنگاکارا اور دنیش چندیمال نے اننگز کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن جنوبی افریقہ نے اپنے مضبوط شعبے فیلڈنگ کی بدولت پہلے سنگاکارا کو 38 رنز پر اور پھر مہیلا جیاوردنے کو 15 رنز پر رن آؤٹ کرکے میچ کو ہاتھوں سے نکلنے سے روک لیا۔ اس وقت جب اننگز کے 15 اوورز باقی تھے جے وردھنے کی روانگی کے وقت سری لنکا کا اسکور 183 رنز تھا اور یوں لوئر مڈل آرڈر پر بھاری ذمہ داری آن پڑی کہ وہ ایک اچھے مجموعے تک پہنچائے اور ایک حد تک نووان کولاسیکرا نے اس کو بھرپور انداز سے نبھایا جنہوں نے 38 گیندوں پر ایک چھکے اور ایک چوکے کی مدد سے 40 رنز بنائے جواب میں جنوبی افریقہ کو نسبتاً مشکل ہدف کو حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے لاستھ مالنگا کے چیلنج سے نمٹنا تھا لیکن اس کے ابتدائی بلے باز مالنگا سے مڈبھیڑ میں ناکام ثابت ہوئے۔ پہلے گریم اسمتھ (2 رنز) محض 14 کے مجموعی اسکور پر مالنگا کی گیند پر بولڈ ہوئے اس اور اس کے بعد کولن انگرام کی باری آئی جو محض 13 رنز بنانے کے بعد مالنگا کی دوسری وکٹ بنے۔ میچ کو مہمان ٹیم کے حق میں پلٹا نیوالا مرحلہ اس وقت آیا جب کپتان تلکارتنے دلشان نے 52 کے مجموعی اسکور پر اوپنر الویرو پیٹرسن کو دو کٹوں کے سامنے جالیا۔ اس موقع پر فرانکو دو پلیسے اور جین پال ڈومنی نے اننگز کو سنبھالا دیا اور جنوبی افریقہ کی پیش قدمی کو برقرار

رکھا۔ ان کی بیٹنگ کے دوران ہی افق پر ابھرنے والے بادلوں میں بجلی کی کڑک محسوس ہوتی رہی جس کی وجہ سے ان دونوں بلے بازوں کو دھیان رکھنا پڑا کہ اسکور کو ڈک ورتھ لوئس نظام کے تحت ہمیشہ ہدف سے آگے رکھیں۔ اپنی تین وکٹیں رن آؤٹ کی صورت میں گنوانے والے سری لنکا نے بھی فیلڈنگ میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور مذکورہ دونوں بلے بازوں کو رن آؤٹ کر کے میچ کو کافی حد تک دلچسپ بنا دیا خصوصاً فتح میں فرانکو ڈو پلیسے کا کردار اہم رہا جنہوں نے 74 گیندوں پر 72 رنز کی فتح گر اننگز کھیلی جبکہ دوسرے اینڈ پر ڈومنی 25 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے۔ یوں نئے کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز کے ڈو پلیسے کو بیٹنگ آرڈر میں اوپر بھیجنے کا تجربہ فیصلہ کن ثابت ہوا کیونکہ یہ ڈو پلیسے ہی کی اننگز تھی جنہوں نے میچ کو جنوبی افریقہ کی گرفت سے نکلنے سے بچایا اور بعدازاں ابراہم ڈی ویلیئرز کے حتمی واروں نے سری لنکن مزاحمت کا خاتمہ کر دیا۔ ڈی ویلیئرز نے 36 گیندوں پر 39 رنز کی کارآمد اننگز کھیلی اور چھٹی وکٹ پر البی مورکل کے ساتھ میچ کی سب سے اہم شراکت داری قائم کی۔ ڈی ویلیئرز نے بھرپور حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور نے آخری تین اوورز میں 26 رنز لوٹ کر میچ کا پانسہ جنوبی افریقہ کے حق میں پلٹایا۔ خصوصاً 32 ویں اوور میں ان کے سالا کولاسیکرا کو 6 گیندوں پر تین چوکوں نے سری لنکا پر فیصلہ کن ضرب لگائی اور دو اوور بعد ہی یعنی 34 ویں اوور میں بارش نے میدان کو آلیا، اس وقت جب جنوبی افریقہ کو 16 اوورز میں 88 رنز کی ضرورت تھی اور اس کی پانچ وکٹیں باقی تھیں لیکن ڈک ورتھ لوئس نظام کے تحت 34 اوورز میں جنوبی افریقہ کا اسکور 176 رنز ہونا چاہیے تھا، جو ڈی ویلیئرز کی بروقت تیز بلے بازی کے باعث 179 رنز تھا، یوں جنوبی افریقہ 4 رنز سے فتح یاب قرار پایا اور سیریز جیتنے میں کامیاب ہوگیا۔

دورہ جنوبی افریقہ میں ایک مقابلے میں 43 رنز پر ڈھیر ہو جانے والے سری لنکا سے کس نے توقع کی ہوگی کہ وہ پروٹیز کے خلاف 300 رنز کا ہدف حاصل کر لے گا؟ لیکن بلے بازوں خصوصاً کپتان تلکا رتنے دلشان اور آل راؤنڈر تھیسارا پیریرا کی زبردست بلے بازی نے ناکامیوں کے اس تسلسل کو روک دیا اور مسلسل تین شکستیں کھانے کے بعد بالآخر سری لنکا کو کلین سویپ کی ہزیمت سے بچا لیا۔ دلشان نے شاندار 87 رنز بنائے جبکہ پیریرا نے آخری لمحات میں 69 رنز کی شعلہ فشاں اننگز کھیلتے ہوئے سری لنکا کو چوتھے ون ڈے میچ میں ایک روزہ سیریز کی پہلی سے ہمکنار کر دیا۔

300 رنز کے ہدف کے تعاقب میں گو کہ سری لنکا ابتدا ہی میں اوپنر اوپل تھارنگا سے محروم ہوگیا لیکن مسلسل ناکامیوں سے دوچار تلکا رتنے دلشان اس مرتبہ ایک اچھی اننگز کھیلنے میں کامیاب ہوگئے۔ گو کہ وہ سنچری کے حقدار تھے لیکن بدقسمتی سے 2 چھکوں اور 9 چوکوں سے مزین 87 رنز کی اننگز کھیل کر آؤٹ ہوگئے البتہ ٹیم کو نصف سے زائد راستہ طے کرا دیا۔ آنے والے بلے بازوں میں نو آموز دنیش چندیمال نے اپنی اہلیت ایک مرتبہ پھر ثابت کی جنہوں نے درمیانی اوورز میں 59 رنز کی عمدہ اننگز کھیل کر فتح کی جانب پیش قدمی کو جاری رکھنے میں مدد دی اور حتمی ضربیں تھیسارا پیریرا نے لگائیں جنہوں نے مسلسل دو گیندوں پر دو چھکے رسید کر کے آخری اوور سے قبل ہی سری لنکا کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔ حیران کن طور پر پیریرا کو سیریز میں پہلی بار کھیلنے کا موقع دیا گیا تھا اور وہ اس موقع پر میدان میں داخل ہوئے جب 194 کے مجموعی اسکور پر لاہیرو تھریمانے کی صورت میں سری لنکا کی چوتھی وکٹ گر چکی تھی۔ کچھ قسمت نے بھی ان کا ساتھ دیا کیونکہ پیریرا کو انفرادی اننگز کے بالکل ابتدائی مرحلے میں ایک زندگی ملی جب وہ چھٹی گیند پر وین پارنیل کی باؤلنگ پر ایل بی ڈبلیو ہوگئے لیکن تیسرے امپائر سے رابطہ کیا گیا، جنہوں نے پارنیل کی گیند کو نو بال قرار دیا۔ اس وقت سری لنکا پاور پلے لے چکا تھا اور اس میں پیریرا نے رابن پیٹرسن کو مسلسل باؤنڈریز بھی رسید کیں۔ پیریرا نے کیریئر کی پہلی نصف سنچری محض 30 رنز پر مکمل کی اور 49 ویں اوور میں جین پال ڈومنی کو چھکا رسید کر کے سری لنکا کی فتح پر مہر ثبت کی۔ یہ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کا پہلا موقع تھا کہ سری لنکا نے جنوبی افریقہ کے خلاف 300 رنز کا ہدف عبور کیا ہو۔

قبل ازیں جنوبی افریقہ نے کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز کے 96 اور سابق کپتان گریم اسمتھ کے 68 رنز کی بدولت 299 رنز بنائے۔ 24 اوورز میں 171 رنز بنانے اور صرف ایک وکٹ گنوانے کے باوجود جنوبی افریقہ متوقع اسکور حاصل نہ کر پایا اور اس نے آخری 11 اوورز میں محض 57 رنز ہی سمیٹے اور یہی حتمی اوورز بعدازاں فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ اہم مواقع پر وکٹیں حاصل کرنے میں ناکامی اور کیچ اور رن آؤٹ کے مواقع ضائع کرنا بھی اہم عنصر ثابت ہوا جبکہ پروٹیز کے مقابلے میں سری لنکا کو آخری 7 اوورز میں 100 کے قریب رنز درکار تھے نے تابڑ توڑ حملے کرتے ہوئے ہدف عبور کر لیا۔

پانچویں معرکے میں سری لنکا نے ٹاس جیت کر جنوبی افریقہ کو بلے بازی کی دعوت دی جس نے گریم اسمتھ کی ستمبر 2009ء کے بعد پہلی سنچری اور بعدازاں ابراہم ڈی ویلیئرز کی ناقابل شکست سنچری اننگز کی بدولت اسکور بورڈ پر 312 رنز کا مجموعہ سجایا۔ گو کہ وینڈررز اسٹیڈیم اپنے ہائی اسکورنگ مقابلوں کے باعث مشہور ہے، اس لیے اتنا بڑا مجموعہ بھی یہاں ناقابل عبور نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جنوبی افریقہ کے سابق و موجودہ دونوں قائدین نے 125، 125 رنز بنائے۔ اسمتھ کی اننگز نسبتاً سست رفتار تھی جنہوں نے 143 گیندوں پر 4 چھکوں اور 9 چوکوں کی مدد حاصل کی جبکہ ڈی ویلیئرز نے محض 98 گیندوں پر 4 چھکوں اور 10 چوکوں کی مدد سے 125 رنز بنائے۔ ڈی ویلیئرز نے ایک روزہ کیریئر کی 12 ویں سنچری لاستھ مالنگا کو ایک چھکا رسید کر کے مکمل کی۔ مقررہ 50 اوورز کے اختتام تک جنوبی افریقہ کی

محض چار وکٹیں گریں جن میں سے دو لاستھ مالنگا نے حاصل کیں جبکہ ایک سینانائیکے کو ملی۔ ایک کھلاڑی رن آؤٹ ہوا۔ جنوبی افریقہ نے آخری 10 اوورز میں 109 رنز سمیٹے۔

جواب میں سری لنکا کو آغاز ہی بہت عمدہ ملا اور مسلسل ناکامی کے بعد تلکا رتنے دلشان کسی حد تک اپنی فارم میں واپس آتے دکھائی دے رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی عمدہ بلے بازی ٹیم پر مثبت اثرات چھوڑ رہی ہے۔ گزشتہ مقابلے میں بھی ان کی اننگز نے فتح میں کلیدی کردار ادا کیا اور آج بھی اوپل تھارنگا کے ساتھ دلشان کی 72 رنز کی شراکت نے سری لنکن فتح کی بنیاد رکھی۔ دونوں کھلاڑیوں نے ابتداء ہی سے تیز کھیل کا مظاہرہ کیا۔ تھارنگا 39 گیندوں پر 46 رنز بنانے کے بعد پویلین لوٹنے والے پہلے کھلاڑی بنے جبکہ 119 کے مجموعے پر دلشان کی 41 رنز کی اننگز کا خاتمہ ہوا تو ذمہ داری سابق قائد کمار سنگاکارا کے کاندھوں پر آن پڑی جنہوں نے اسے بخوبی نبھایا اور جے وردھنے کی جگہ کھیلنے والے لاہیرو تھریمانے کے ساتھ چوتھی وکٹ پر 100 رنز کی فتح گر شراکت داری قائم کی۔ دونوں کی اننگز کی خاص بات یہ تھی کہ انہوں نے تیسرے ایک روزہ مقابلے والی غلطی نہیں دہرائی اور ہمہ وقت ڈک ورتھ لوئس پار اسکور پر اپنی نظر برقرار رکھی اور اسکور کو اس سے آگے ہی رکھا تا کہ اچانک بارش ہو بھی جائے تو سری لنکا فتح سے محروم نہ رہے۔ ایک لمحے تو سری لنکا با آسانی فتح حاصل کرتا دکھائی دے رہا تھا کیونکہ 313 کے ہدف کے تعاقب میں 274 رنز پر اس کی محض تین وکٹیں گری تھیں اس موقع پر سنگاکارا کے 102 رنز پر پویلین لوٹتے ہی ایسا لگا کہ سری لنکا جنوبی افریقہ بن گیا ہے، جو آخری مواقع پر مقابلہ گنوانے کی عالمگیر شہرت کا حامل ہے، پہلے اینجلو میتھیوز 6 رنز بنا کر پویلین لوٹے تو اس کے بعد تھیسارا پیریرا بھی 2 رنز کے ساتھ آؤٹ ہوگئے۔ ڈی ویلیئرز نے صورتحال کو دیکھتے ہوئے آخری اوور پیٹرسن کو دیا جنہوں نے پہلی ہی گیند پر نووان کولاسیکرا کو صفر پر چلتا کیا اور تیسری گیند پر تھریمانے کی قیمتی وکٹ سمیٹ کر سنسنی پھیلا دی۔ اب صرف دو وکٹیں باقی تھیں اور سری لنکا کو محض دو گیندوں پر پانچ رنز درکار تھے لیکن سینانائیکے نے پانچویں گیند پر انہیں چھکا رسید کر کے میزبان ٹیم اور تماشائیوں کے سارے جوش پر پانی پھیر دیا۔

جنوبی افریقہ کی جانب سے لونوابو سوتسوبے، جین پال ڈومنی، وین پارنیل اور رابن پیٹرسن سب کھلاڑیوں نے 2،2 وکٹیں حاصل کیں۔ کمار سنگاکارا کو فتح گر اننگز کھیلنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ ابراہم ڈی ویلیئرز مسلسل بلے کا جادو دکھانے پر سیریز کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

ٹیسٹ ٹرپل سنچریاں بنانے والے بلے باز

ٹیسٹ کرکٹ کی 134 سالہ تاریخ میں صرف 21 کھلاڑی ایسے ہیں جنہیں ٹرپل سنچری بنانے کا اعزاز حاصل ہوا ہے اور اس میں تازہ ترین اضافہ آسٹریلیا کے کپتان مائیکل کلارک کا ہوا ہے جنہوں نے بھارت کے خلاف جاری سڈنی ٹیسٹ کے تیسرے روز 468 گیندوں پر 39 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 329 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیلی۔ 'پپ' کی اننگز کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے آسٹریلیا کی جانب سے تاریخ کی یادگار ترین اننگز کھیلنے والے عظیم بلے باز سر ڈان بریڈمین کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش نہیں کی، جنہوں نے جولائی 1930ء میں انگلستان کے خلاف لیڈز ٹیسٹ میں 334 رنز بنائے تھے، یوں مائیکل کلارک نے 329 رنز کے انفرادی اسکور پر ہی اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کر کے اس عظیم شخصیت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آسٹریلیا کے سابق کپتان مارک ٹیلر نے بھی اکتوبر 1998ء میں پاکستان کے خلاف پشاور ٹیسٹ میں 334 رنز بنا کر اننگز ڈکلیئر کر دی تھی اور یوں ڈان بریڈمین کو خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

مائیکل کلارک آسٹریلیا کے چھٹے بلے باز ہیں جنہیں 300 رنز کا ہندسہ عبور کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان سے قبل سر ڈان بریڈمین، میتھیو ہیڈن، مارک ٹیلر، باب سمپسن اور باب کاؤپر یہ اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ بہرحال، کرکٹ تاریخ کی سب سے بڑی انفرادی اننگز کھیلنے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے 'لٹل ماسٹر' برائن لارا کو حاصل ہے جنہوں نے اپریل 2004ء میں انگلستان کے خلاف سینٹ جانز، اینٹیگا میں 400 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیل کر کرکٹ کی تاریخ کی واحد ٹیٹرا سنچری بنائی۔ محض 582 گیندوں پر 4 چھکوں اور 43 چوکوں سے مزین یہ اننگز تاریخ کی بہترین اننگز میں شمار کی جاتی ہے۔

برائن لارا نے اس سے قبل 1994ء میں اسی میدان پر انگلستان ہی کے خلاف 375 رنز بنا کر گیری سوبرز کا قائم کردہ 365 رنز کا ریکارڈ توڑا تھا جو انہوں نے 1958ء میں پاکستان کے خلاف قائم کیا تھا۔ بعد ازاں اکتوبر 2003ء میں آسٹریلیا کے میتھیو ہیڈن نے زمبابوے کے خلاف پرتھ ٹیسٹ میں 380 رنز بنا کر برائن لارا کا نیا ریکارڈ بھی توڑ ڈالا جسے 6 ماہ کے اندر اندر لارا نے 400 رنز بنا کر واپس اپنے نام کر لیا۔ مجموعی طور پر تاریخ میں 21 بلے بازوں نے 25 ٹرپل سنچریاں بنائی ہیں۔ عظیم سر ڈان بریڈمین کے علاوہ موجودہ دور کے تین بہترین بلے بازوں برائن لارا، کرس گیل اور وریندر سہواگ کو ہی ایک سے زائد مرتبہ ٹرپل سنچری بنانے کا اعزاز حاصل ہے۔ پاکستان کی جانب سے پہلی و تاریخی ٹرپل سنچری حنیف محمد نے بنائی تھی جنہوں نے ویسٹ انڈیز کے خلاف جنوری 1958ء میں کرکٹ کی تاریخ کی عظیم ترین اننگز میں سے ایک کھیلی۔ 337 رنز کی اس یادگار اننگز کو اس لحاظ سے منفرد ترین مقام حاصل ہے کہ یہ دوسری اننگز میں بنائی گئی بھی واحد ٹرپل سنچری اننگز ہے۔ کسی بلے باز کو نہ کبھی کسی مقابلے کی دوسری اننگز میں ٹرپل سنچری بنانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ اننگز وکٹ پر گزارے گئے وقت کے لحاظ سے بھی طویل ترین اننگز تھی جو 970 منٹ پر مشتمل تھی۔ پاکستان کی جانب سے ٹرپل سنچری بنانے والے دیگر بلے بازوں میں انضمام الحق اور یونس خان شامل ہیں۔ انضمام نے مئی 2002ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف لاہور ٹیسٹ میں 329 جبکہ یونس خان نے فروری 2009ء میں سری لنکا کے خلاف کراچی ٹیسٹ میں 313 رنز بنا کر اس کلب میں اپنا نام شامل کروایا۔

ذیل میں تاریخ میں اب تک بنائی گئی ٹرپل سنچری اننگز کی فہرست درج ہے۔ اُمید ہے قارئین محظوظ ہوں گے۔

ٹیسٹ کرکٹ میں ٹرپل سنچریاں بنانے والے بلے باز

نام	ملک	رنز	منٹ	گیندیں	چوکے	چھکے	بمقابلہ	میدان	تاریخ
برائن لارا	ویسٹ انڈیز	400*	778	582	43	4	انگلستان	سینٹ جانز	2004ء اپریل
میتھیو ہیڈن	آسٹریلیا	380	622	437	38	11	زمبابوے	پرتھ	2003ء اکتوبر
برائن لارا	ویسٹ انڈیز	375	766	538	45	0	انگلستان	سینٹ جانز	1994ء اپریل
مہیلا جے وردھنے	سری لنکا	374	752	572	43	1	جنوبی افریقہ	کولمبو	2006ء جولائی
گیری سوبرز	ویسٹ انڈیز	365*	614	-	38	0	پاکستان	کنگسٹن	1958ء فروری
لین ہٹن	انگلستان	364	797	847	35	0	آسٹریلیا	اوول، لندن	1938ء اگست
سنتھ جے سوریا	سری لنکا	340	799	578	36	2	بھارت	کولمبو	1997ء اگست
حنیف محمد	پاکستان	337	970	-	24	0	ویسٹ انڈیز	برج ٹاؤن	1958ء جنوری
والی ہیمنڈ	انگلستان	336*	318	-	34	10	نیوزی لینڈ	آکلینڈ	1933ء مارچ
مارک ٹیلر	آسٹریلیا	334*	720	564	32	1	پاکستان	پشاور	1998ء اکتوبر
ڈان بریڈمین	آسٹریلیا	334	383	448	46	0	انگلستان	لیڈز	1930ء جولائی
گراہم گوچ	انگلستان	333	628	485	43	3	بھارت	لارڈز	1990ء جولائی
کرس گیل	ویسٹ انڈیز	333	653	437	34	9	سری لنکا	گال	2010ء نومبر
مائیکل کلارک	آسٹریلیا	329*	-	468	39	1	بھارت	سڈنی	2012ء جنوری
انضمام الحق	پاکستان	329	579	436	38	9	نیوزی لینڈ	لاہور	2002ء مئی
اینڈی سینڈہیم	انگلستان	325	600	640	28	0	ویسٹ انڈیز	کنگسٹن	1930ء اپریل
وریندر سہواگ	بھارت	319	530	304	42	5	جنوبی افریقہ	چنئی	2008ء مارچ
کرس گیل	ویسٹ انڈیز	317	630	483	37	3	جنوبی افریقہ	سینٹ جانز	2005ء اپریل
یونس خان	پاکستان	313	760	568	27	4	سری لنکا	کراچی	2009ء فروری
باب سمپسن	آسٹریلیا	311	762	740	23	1	انگلستان	مانچسٹر	1964ء جولائی
جان ایڈریچ	انگلستان	310*	532	450	52	5	نیوزی لینڈ	لیڈز	1965ء جولائی
وریندر سہواگ	بھارت	309	531	375	39	6	پاکستان	ملتان	2004ء مارچ
باب کاؤپر	آسٹریلیا	307	727	589	20	0	انگلستان	ملبورن	1966ء فروری
ڈان بریڈمین	آسٹریلیا	304	430	473	43	2	انگلستان	لیڈز	1934ء جولائی
لارنس رو	ویسٹ انڈیز	302	430	430	36	1	انگلستان	برج ٹاؤن	1974ء مارچ

کیریئر کی اولین گیند پر وکٹ حاصل کرنے والے کھلاڑی

دنیائے کرکٹ میں اب تک 18 کھلاڑی ٹیسٹ کرکٹ میں 16 کھلاڑی ون ڈے انٹرنیشنل اور 5 کھلاڑی ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میں اپنے کیریئر کی اولین گیند پر وکٹ حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کرچکے ہیں۔ آسٹریلیا کے ٹام ہوون اس لحاظ سے امر ہیں کہ وہ دنیائے کرکٹ کے اولین بالر بھی تھے جنہوں نے 1882ء میں انگلینڈ کے خلاف سڈنی میں یہ کارنامہ انجام دیا۔ جبکہ آخری مرتبہ یہ کارنامہ شمندا ایرنگا نے سری لنکا کی جانب سے آسٹریلیا کے خلاف کولمبو کے مقام پر گزشتہ سال انجام دیا۔ انگلینڈ کے جیف آرنلڈ نے ون ڈے انٹرنیشنل میں پہلی مرتبہ یہ کارنامہ انجام دینے کا اعزاز حاصل کیا۔ مقام مانچسٹر اور سال 1972ء تھا جبکہ آخری مرتبہ کینیڈا کے پارتھ ڈیسائی نے ویسٹ انڈیز کے خلاف جمیکا میں 2009ء میں یہ کارنامہ انجام دیا۔ آسٹریلیا سے مائیکل کاسپروچ نے ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں پہلی مرتبہ یہ کارنامہ انجام دیا۔ حریف ٹیم نیوزی لینڈ مقام آکلینڈ اور سیزن 2005ء تھا۔ جبکہ آخری مرتبہ بھارت کے ویرات کوہلی نے انگلینڈ کے خلاف مانچسٹر میں گزشتہ سال یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ پاکستانی لیگ اسپنر واحد بالر ہیں اپنے ملک کے جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا جبکہ ون ڈے انٹرنیشنل میں شاہد محبوب اور انضمام الحق پاکستان کی جانب سے یہ کارنامہ انجام دے چکے ہیں۔ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں تاحال پاکستانی بالر یہ کارنامہ انجام نہیں دے سکے ہیں۔

انتخاب عالم
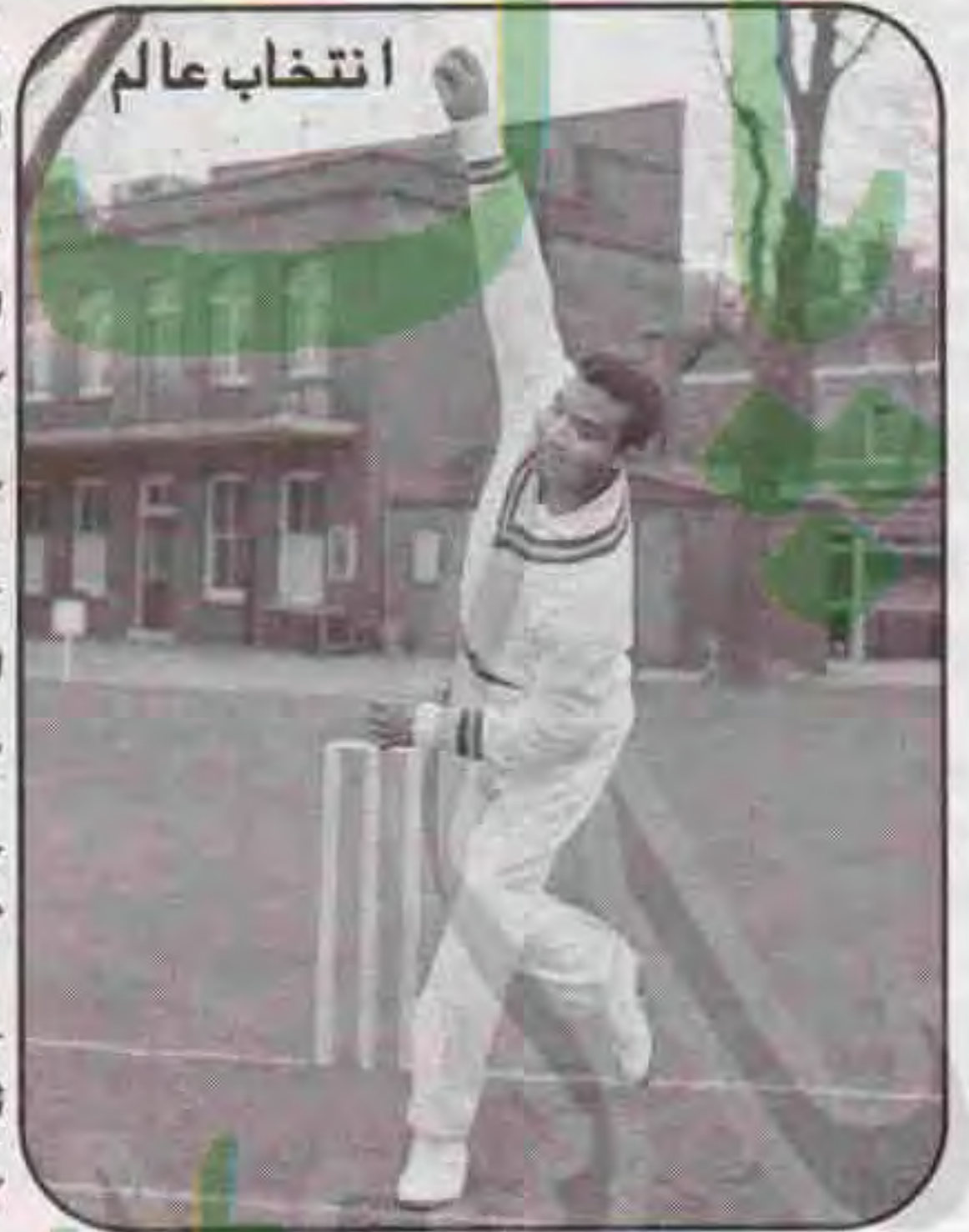
ٹیسٹ میچوں میں اولین گیند پر وکٹ حاصل کرنے والے بالر

بالرز	ملک	بمقابلہ	مقام	سیزن
ٹام ہوون	آسٹریلیا	انگلینڈ	سڈنی	1882-83
آرتھر کوننگھم	آسٹریلیا	انگلینڈ	ملبورن	1894-95
بل بریڈلے	انگلینڈ	آسٹریلیا	مانچسٹر	1899
ٹیڈ آرنلڈ	انگلینڈ	آسٹریلیا	سڈنی	1903-04
برٹ ووگلر	جنوبی افریقہ	انگلینڈ	جوہانسبرگ	1905-06
جیک کرافورڈ	انگلینڈ	جنوبی افریقہ	جوہانسبرگ	1905-06
جارج میکیولے	انگلینڈ	جنوبی افریقہ	کیپ ٹاؤن	1922-23
میورس ٹیٹ	انگلینڈ	جنوبی افریقہ	برمنگھم	1924
بیٹ ہینڈرسن	نیوزی لینڈ	انگلینڈ	کرائسٹ چرچ	1929-30
ڈینس اسمتھ	نیوزی لینڈ	انگلینڈ	کرائسٹ چرچ	1932-33
ٹائرل جانسن	ویسٹ انڈیز	انگلینڈ	اووِل	1939
ڈرک ہاورتھ	انگلینڈ	جنوبی افریقہ	اووِل	1947
انتخاب عالم	پاکستان	آسٹریلیا	کراچی	1959-60
رچرڈ النگورتھ	انگلینڈ	ویسٹ انڈیز	ناٹنگھم	1991
نیلش کلکرنی	بھارت	سری لنکا	کولمبو	1997
چمیلا گاماگے	سری لنکا	بنگلہ دیش	کولمبو	2002
نیتھن لائن	آسٹریلیا	سری لنکا	گال	2011
شمندا ایرانگا	سری لنکا	آسٹریلیا	کولمبو	2011

مائیکل کاسپروچ

اولین گیند پر ون ڈے انٹرنیشنل میں وکٹ حاصل کرنے والے بالرز

بالرز	ملک	بمقابلہ	مقام	سیزن
جیف آرنلڈ	انگلینڈ	آسٹریلیا	مانچسٹر	1972
کلائیو لائیڈ	ویسٹ انڈیز	انگلینڈ	اووِل	1973
شاہد محبوب	پاکستان	بھارت	لاہور	1982-83
شین تھامسن	نیوزی لینڈ	بھارت	ڈینڈن	1989-90
انضمام الحق	پاکستان	ویسٹ انڈیز	فیصل آباد	1991-92
ایورٹن ھیام ہینڈرز	زمبابوے	پاکستان	پشاور	1996-97
سداگوپان رمیش	بھارت	ویسٹ انڈیز	سنگاپور	1999-2000
دیول ہائنڈز	ویسٹ انڈیز	بھارت	سنگاپور	1999-2000
جوزیٹ ابابو	کینیا	زمبابوے	نیروبی	1999-2000
وین جارسویلڈ	جنوبی افریقہ	بنگلہ دیش	کمبرلے	2002-03
مونڈے زونڈیکی	جنوبی افریقہ	سری لنکا	بلوم فاؤنٹین	2002-03
کوشیل لوکوارا چی	سری لنکا	کینیا	شارجہ	2002-03
رکی کلارک	انگلینڈ	پاکستان	مانچسٹر	2003
فائیڈل ایڈورڈز	ویسٹ انڈیز	زمبابوے	ہرارے	2003-04
تھیلان تھشارا	سری لنکا	ویسٹ انڈیز	سینٹ لوسیا	2007-08
پارتھ ڈیسائی	کینیڈا	ویسٹ انڈیز	جمیکا	2009-10

انضمام الحق

ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میں اولین گیند پر وکٹ حاصل کرنے والے بالرز

بالرز	ملک	بمقابلہ	مقام	سیزن
مائیکل کاسپروچ	آسٹریلیا	نیوزی لینڈ	آکلینڈ	2004-05
الفانسو تھامس	جنوبی افریقہ	پاکستان	جوہانسبرگ	2006-07
شان ٹیٹ	آسٹریلیا	نیوزی لینڈ	پرتھ	2007-08
روری کلین ویلڈٹ	جنوبی افریقہ	بنگلہ دیش	جوہانسبرگ	2008-09
ویرات کوہلی	بھارت	انگلینڈ	مانچسٹر	2011

2011ء ٹیسٹ کرکٹ میں تمام ٹیموں کی کارکردگی کا جائزہ

کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے تنازعہ یعنی اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے منظرعام پر آنے کے بعد نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے شائقین بھی پاکستان کرکٹ کے لیے 'انا للہ' پڑھ چکے تھے لیکن کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ پاکستان کرکٹ کی خاکستر سے ایک بار پھر چنگاریاں بھڑک اٹھیں گی۔ جی ہاں! 'گرین شرٹس' ایک مرتبہ پھر راکھ سے اُبھر کے دنیا کے سامنے جلوہ گر ہو چکے ہیں۔ پے در پے شکستوں کے بعد 2009ء میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر ہونے والا دہشت گرد حملہ پاکستان کرکٹ پر ایک بہت بڑی ضرب تھا لیکن تازیانے کا کام 2010ء کے اسپاٹ فکسنگ تنازع نے انجام دیا جو اُس وقت کے ماہرین کے بقول 'پاکستانی کرکٹ کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا'۔ لیکن سال 2011ء میں انتظامیہ، قیادت اور کوچنگ کے والے سے چند تنازعات اور اسپاٹ فکسنگ میں ملوث کھلاڑیوں کے سزائیں پانے جیسے اہم واقعات کے باوجود بحیثیت مجموعی اپنی کارکردگی کے ذریعے ان تمام خدشات کا خاتمہ کر دیا ہے اور طویل عرصے کے بعد پاکستان ہر طرز کی کرکٹ میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ حیران کن طور پر پاکستان سال بھر کسی بھی ٹیسٹ سیریز میں ناقابل شکست رہا اور طویل طرز کی کرکٹ میں پورے سال میں اسے صرف ایک شکست کھانی پڑی جبکہ ایک روزہ میں وہ سب سے زیادہ مقابلے جیتنے والا ملک بنا جس میں عالمی کپ کا سیمی فائنل بھی شامل ہے جہاں اسے روایتی حریف بھارت کے ہاتھوں سال کی سب سے مایوس کن شکست ہوئی۔ اسپاٹ فکسنگ کی دلدل سے نکلنے کے فوراً بعد پاکستان نے انگلستان کے خلاف سنسنی خیز ایک روزہ سیریز کھیلی اور بعد ازاں جنوبی افریقہ کو متحدہ عرب امارات کے صحراؤں میں ناکوں چنے چبوائے۔ جس کے بعد پاکستان نے سال 2011 کا آغاز نیوزی لینڈ کو اُسی کی سرزمین پر دونوں طرز کی کرکٹ میں زیر کر کے کیا۔ یہ پانچ سال کے طویل عرصے کے بعد کسی بھی ملک کے خلاف پاکستان کی پہلی ٹیسٹ فتح تھی جبکہ برصغیر سے باہر 7 سال بعد سیریز میں جیت تھی۔ پاکستان کا اصل امتحان عالمی کپ 2011ء تھا۔ گوکہ کرکٹ ماہرین سمیت پاکستانی قوم حتیٰ کہ شاید کھلاڑیوں کو بھی اچھی کارکردگی کی توقع نہیں تھی لیکن پاکستان نے سال کے سب سے بڑے ٹورنامنٹ میں کامل ترین کارکردگی دکھائی اور کرکٹ کے گروؤں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ گروپ مرحلے میں دو سابق عالمی چیمپئن ٹیموں آسٹریلیا اور سری لنکا کو زیر کرنے کے بعد پاکستان سرفہرست تھا اور بعد ازاں ناک آؤٹ مرحلے میں ویسٹ انڈیز کو شکست دے کر سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرنے والی پہلی ٹیم بن گیا۔ ایک ٹیم جس کے گروپ مرحلے سے آگے نکلنے کے امکانات بھی ماہرین کی نظر میں کم تھے، نے سیمی فائنل تک پہنچ کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر دیا۔ ایک لحاظ سے پاکستان کے لیے یہی بہت بڑی فتح تھی۔

عالمی کپ کا سیمی فائنل، جسے سال کا سب سے بڑا مقابلہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، پاکستان اور روایتی حریف بھارت کے درمیان کھیلا گیا جس میں فتح کے ساتھ بھارت فائنل میں پہنچا جہاں اس نے ایک اور پڑوسی ملک سری لنکا کو زیر کر کے 28 سال بعد عالمی کپ جیتا۔ لیکن سیمی فائنل میں شکست کے باوجود پاکستان اپنی حیثیت منوا چکا تھا، ایک ایسی ٹیم کی حیثیت سے جو مستقبل قریب میں ایک مرتبہ پھر عالمی منظرنامے پر اُبھر سکتی ہے۔ ماضی کے برعکس پاکستان کے عوام نے بھی شکست کو کھلے دل کے ساتھ تسلیم کیا اور ہارنے کے باوجود وطن واپسی پر ٹیم کا شاندار استقبال کیا گیا۔ قومی ٹیم کے قائد شاہد آفریدی کے گھر پر کئی روز تک ہزاروں لوگ خراج تحسین پیش کرنے کے لیے آتے رہے اور بعد ازاں وزیراعظم پاکستان نے ٹیم کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جس میں ان کی صلاحیتوں کو سراہا گیا۔

اب نئے عزم و حوصلوں کے ساتھ پاکستان کیریبین سرزمین پر پہنچا، اک ایسا مقام جہاں پاکستان نے تاریخ میں کبھی کوئی ٹیسٹ سیریز نہیں جیتی اور اس مرتبہ مصباح الحق کی زیر قیادت ٹیم کے پاس نادر موقع تھا کہ وہ یہ کارنامہ انجام دے کر اپنا نام تاریخ میں امر کر لیں لیکن پروویڈنس، گیانا میں ویسٹ انڈیز نے انتہائی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر کے پاکستان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا گو کہ پاکستان اگلا ٹیسٹ جیت کر سیریز 1-1 سے برابر کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اسے بہتر نتائج کی امید تھی جو وہ حاصل نہ کر سکا۔ اگر سال بھر کی کارکردگی کو دیکھا جائے تو پاکستان کے لیے سب سے مایوس کن دورہ ویسٹ انڈیز ہی کا تھا۔ بعد ازاں پاکستان نے ویسٹ انڈیز میں ایک روزہ سیریز کے ابتدائی تینوں مقابلے جیت کر ایک روزہ مرحلہ بھی اپنے نام کیا لیکن اس کے بعد آخری دونوں مقابلوں میں شکست سے جیت کا مزا کرکرا ہو گیا۔ دورہ ویسٹ انڈیز سیریز کا سب سے بھیانک نتیجہ محدود اوورز کے دستے کے کپتان شاہد آفریدی کا وطن واپس آ کر کوچ وقار یونس اور ٹیم انتظامیہ کے خلاف بیان تھا۔ جس کے نتیجے میں شاہد آفریدی کو پہلے اپنی قیادت اور اُس کے بعد ٹیم میں جگہ حتیٰ کہ مرکزی معاہدے اور کرکٹ کھیلنے کے اجازت نامے (این او سی) سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ یوں وہ کسی بھی طرز پر کرکٹ کھیلنے سے محروم ہو گئے جس پر انہوں نے احتجاجاً ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں جرمانے کی ادائیگی کے بعد انہیں این او سی تو جاری کر دی گئی لیکن وہ وقار یونس کے کوچ کے عہدے سے استعفے اور اعجاز بٹ کے ہٹائے جانے تک بین الاقوامی کرکٹ میں واپس نہ آ سکے۔ نئے چیئرمین کی تقرری کے بعد شاہد آفریدی نے ریٹائرمنٹ واپس لی اور سری لنکا کے خلاف محدود اوورز کے مرحلے میں پاکستان کی نمائندگی کی اور ٹیم کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ بہرحال، ویسٹ انڈیز سے واپس آتے ہوئے پاکستان نے دو ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے کھیلنے کے لیے آئرلینڈ میں چند روزہ قیام کیا اور دونوں میں فتوحات سمیٹیں۔ سری لنکا کے خلاف سال کی سب سے اہم سیریز سے قبل پاکستان نے زمبابوے کا دورہ کیا جہاں اس نے تینوں طرز کی کرکٹ میں تمام مقابلے اپنے نام کیے۔ واحد ٹیسٹ میں کامیابی حاصل کر کے اس نے سال کی دوسری ٹیسٹ سیریز جیتی جبکہ ایک روزہ سیریز بھی 3-0 سے سمیٹی۔ اب پاکستان کو سال کی مشکل ترین سیریز میں سری لنکا کی مضبوط ٹیم کا سامنا کرنا تھا۔ گوکہ یہ سیریز پاکستان میں کھیلی جانی تھی اور اس کے روشن امکانات بھی تھے لیکن کراچی میں واقع پاک فضائیہ و بحریہ کے اڈے پر دہشت گردوں کے حملے کے باعث یہ معاملہ 'بن کھلے ہی مرجھا گیا'۔ یوں پاکستان کو یہ سیریز متحدہ عرب امارات میں ہی کھیلنا پڑی جس میں گرین شرٹس نے سال کی بہترین کارکردگی کا بھی مظاہرہ کیا۔ تینوں ٹیسٹ مقابلوں میں پاکستان نے سری لنکا کو سکھ کا سانس نہ لینے دیا، اور ہر مقابلے میں حریف پر حاوی رہا تاہم فتح نے صرف ایک مرتبہ اس کے قدم چومے۔ یوں

سال 2011ء میں تمام ممالک کی ٹیسٹ کارکردگی

ملک	مقابلے	جیتے	ہارے	برابر	ڈرا	فتوحات کا تناسب
انگلستان	8	6	0	0	2	75.00فیصد
پاکستان	10	6	1	0	3	60.00فیصد
جنوبی افریقہ	5	2	2	0	1	50.00فیصد
نیوزی لینڈ	5	2	2	0	1	40.00فیصد
آسٹریلیا	9	4	3	0	2	44.44فیصد
زمبابوے	3	1	2	0	0	33.33فیصد
بھارت	12	3	5	0	4	27.27فیصد
ویسٹ انڈیز	11	2	4	0	4	20.00فیصد
سری لنکا	10	1	4	0	6	9.09فیصد
بنگلہ دیش	5	0	4	0	1	0.00فیصد

پاکستانی کرکٹ ٹیم 2011ء میں جیتی گئی فاتح ٹرافیوں کے ہمراہ
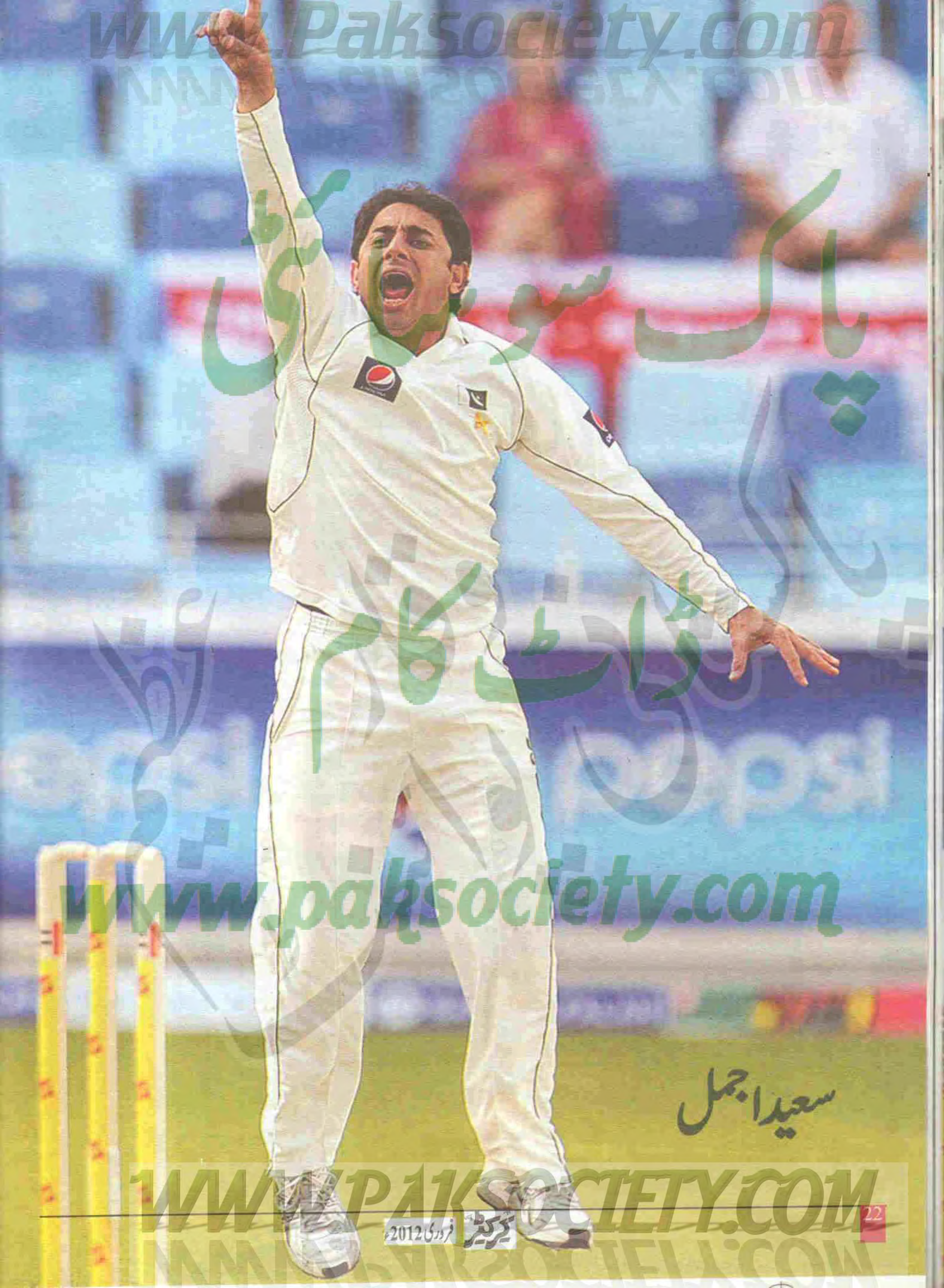
سعید اجمل

سال 2011ء ٹیسٹ: سب سے زیادہ وکٹیں لینے والے بالرز

نام	ملک	میچز	اوورز	میڈنز	رنز	وکٹیں	بہترین گیند بازی/اننگز	بہترین گیند بازی/میچ	اوسط
سعید اجمل	پاکستان	8	487.0	112	1193	50	42/6	111/11	23.86
ایشانت شرما	بھارت	12	487.5	100	1578	43	55/6	108/10	36.69
رنگانا ہیراتھ	سری لنکا	10	470.1	101	1192	41	157/7	9/128	29.07
دیوندر بشو	ویسٹ انڈیز	10	454.4	65	1413	39	90/5	152/8	36.3
عبدالرحمٰن	پاکستان	8	412.0	116	946	36	51/4	97/7	26.27
جیمز اینڈرسن	انگلستان	7	296.2	77	870	35	65/5	127/7	24.85
عمر گل	پاکستان	8	287.5	47	873	34	61/4	148/8	25.67
اسٹورٹ براڈ	انگلستان	7	270.2	63	736	33	46/6	76/8	22.30
فیڈل ایڈورڈز	ویسٹ انڈیز	8	252.2	22	957	32	63/5	132/8	29.90
روی رامپال	ویسٹ انڈیز	8	283.1	55	776	31	48/4	75/7	25.03

پاکستان نے ٹیسٹ سیریز 1-0 سے جیت لی۔ اس کے بعد 5 ایک روزہ مقابلوں میں 4-1 سے فتح سمیٹی اور شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر کے واحد ٹی ٹوئنٹی بھی اپنے نام کیا۔ ایک روزہ میں عمدہ کارکردگی پاکستان کو درجہ بندی میں پانچویں درجے پر لانے کا باعث بنی۔ سری لنکا کے خلاف سیریز جیت کر پاکستان نے عالمی درجہ بندی میں آگے بڑھنے کے امکانات کو بہت زیادہ روشن کر لیا اور اس کے کئی کھلاڑی بہترین کارکردگی کے باعث انفرادی طور پر بھی درجہ بندی میں آگے آئے جن میں پاکستان کی اسپن مثلث سعید اجمل، محمد حفیظ اور شاہد آفریدی نمایاں تھے جبکہ بلے بازوں میں یونس خان، مصباح الحق اور عمر اکمل نے دونوں طرز کی کرکٹ میں اہم درجے حاصل کیے۔

پاکستان کو سری لنکا کے بعد انگلستان کے خلاف سیریز بھی عرب امارات ہی میں کھیلنا تھی لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ کے نئے چیئرمین ذکا اشرف کے دماغ میں ایک سودا سمایا ہے کہ انہوں نے پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کو واپس لانا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر انہوں نے 8 سال بعد پاکستان کرکٹ ٹیم کو بنگلہ دیش کا اضافی دورہ کرنے کی منظوری دی اور یوں پاکستانی کرکٹ ٹیم انگلستان کے خلاف سیریز سے قبل 2 ٹیسٹ، 3 ایک روزہ اور ایک ٹی ٹوئنٹی کھیلنے کے لیے بنگلہ دیشی سرزمین پر وارد ہوئی۔ محدود اوورز کے تمام مقابلے اپنے نام کرنے کے بعد پہلا ٹیسٹ با آسانی اور ڈھاکہ میں کھیلا گیا دوسرا و آخری ٹیسٹ ایک زبردست مقابلے کے بعد جیتا اور سیریز میں مکمل کلین سوئپ کیا۔ اس وائٹ واش کے نتیجے میں پاکستان کو ٹیسٹ کی عالمی درجہ بندی میں ایک قیمتی پوائنٹ ملا اور وہ 2009 کے بعد پہلی بار پانچویں پوزیشن پر آ گیا۔

مجموعی طور پر پاکستان نے سال 2011ء میں 10 ٹیسٹ مقابلے کھیلے اور 6 میں فتح حاصل کی۔ تین مقابلے ڈرا ہوئے اور محض ایک ہی میچ میں اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس طرح پاکستان انگلستان کے بعد سال میں سب سے عمدہ ٹیسٹ کارکردگی دکھانے والا ملک رہا۔

اگر انفرادی سطح پر کھلاڑیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو اس حوالے سے بھی 2011ء پاکستان کے لیے ایک یادگار سال رہا۔ طویل طرز کی کرکٹ میں پاکستان کے سعید اجمل نے سال میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کیں۔ انہوں نے 8 مقابلوں میں 50 حریف بلے بازوں کو اپنا نشانہ بنایا اور اپنا نام وسیم اکرم، وقار یونس اور عمران خان جیسے عظیم کھلاڑیوں کی فہرست میں لکھوایا جو ان سے قبل ایک کلینڈر ایئر میں 50 یا زائد وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ انجام دے چکے ہیں۔ 23.86 کے زبردست اوسط سے حاصل کردہ انہی وکٹوں کی بدولت وہ ٹیسٹ کے گیند بازوں کی عالمی درجہ بندی میں نویں نمبر پر موجود ہیں (بمطابق 22 دسمبر 2011ء)۔

طویل طرز کی کرکٹ میں پاکستان کے سب سے نمایاں بلے باز توفیق عمر رہے جنہوں 10 ٹیسٹ مقابلوں میں 46.16 کے اوسط سے 831 رنز بنائے جس میں سری لنکا کے خلاف ایک شاندار ڈبل سنچری بھی شامل رہی۔ ان کے علاوہ یونس خان اور مصباح الحق نے 765، 765 اور اظہر علی نے 732 رنز بنائے۔ سال میں سب سے زیادہ نصف سنچریاں اظہر علی اور مصباح الحق نے بنائیں جنہوں نے 7، 7 مرتبہ 50 کا ہندسہ عبور کیا۔

معروف صحافی راب اسٹین نے مستقل عمدہ کارکردگی ہی کی بنیاد پر پاکستان کو سال کی بہترین ٹیم قرار دیا۔ ویب سائٹ کرک انفو کے لیے لکھتے ہوئے انہوں نے اِن الفاظ میں پاکستان کو خراج تحسین پیش کیا ''بحیثیت مجموعی سال کی بہترین ٹیم پاکستان رہی۔ جی ہاں، پاکستان، جس نے تمام طرز کی کرکٹ میں حیران کن طور پر 33 فتوحات حاصل کی، جو ایک ریکارڈ ہے، اور وہ بھی اس صورتحال میں کہ انہیں ایک مقابلے میں بھی اپنے ہوم گراؤنڈ کا ایڈوانٹیج حاصل نہیں تھا۔ یقیناً انہوں نے اوسط درجے کی ٹیموں کو کچل کر یہ کامیابیاں سمیٹیں، لیکن اس کے باوجود میں اسے سال کی بہترین ٹیم سمجھوں گا۔ پاکستان کرکٹ کو اپنے ماضی کے شکنجے سے نکلنے کی ضرورت تھی، اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔'' انہوں نے اسی تحریر میں مصباح الحق کو سال کے پانچ بہترین کھلاڑیوں میں شمار کیا۔ جبکہ برطانیہ کے مشہور کرکٹ جریدے ''دی کرکٹر'' نے بھی مصباح الحق کو سال کا بہترین غیر ملکی کھلاڑی قرار دیا۔

تاہم پاکستان کے لیے یہ سال بھی مکمل طور پر تنازعات سے پاک نہیں رہا کیونکہ اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کہ تنازعات اور پاکستان کرکٹ کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔ سال کے پہلے دورے یعنی دورۂ نیوزی لینڈ میں ہی پاکستان کرکٹ اِک نئے ہنگامے سے دوچار ہوئی یعنی کہ عالمی کپ میں قومی کرکٹ ٹیم کی قیادت کون کرے گا؟۔ جسے کافی تاخیر سے شاہد آفریدی کے قیادت کا تاج رکھ کر حل کیا گیا۔ البتہ ٹیم کے اندر سال کے سب سے بڑے تنازع نے عالمی کپ کے بعد دورۂ ویسٹ انڈیز میں جنم لیا جہاں ایک روزہ سیریز کے بعد کوچ وقار یونس اور کپتان شاہد خان آفریدی کے درمیان رسہ کشی کا آغاز ہوا جس کا نتیجہ شاہد آفریدی پر پابندی اور اُن کی مشروط ریٹائرمنٹ کی صورت میں نکلا۔ یہ معاملہ ازاں وقار یونس اور اعجاز بٹ کے جانے کے بعد ہی حل ہو پایا۔

پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ اعجاز بٹ کی سربراہی میں پاکستان کرکٹ اپنے بدترین ایام سے گزری۔ گزشتہ سال ایک سال کی توسیع ملنے کے بعد اعجاز بٹ کو اس مرتبہ عہدے سے ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ کے سربراہ ذکا اشرف کو پاکستان کرکٹ بورڈ کا نیا سربراہ مقرر کیا گیا۔ ذکا اشرف کی تقرری کو گو کہ ابھی چند ماہ ہی گزرے ہیں لیکن اب تک ان کے زیرنگیں پاکستان کرکٹ کے معاملات بہت احسن انداز سے چل رہے ہیں خصوصاً اگلے سال بنگلہ دیش کو پاکستان کا دورہ کرنے پر راضی کر کے اُنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو منوا لیا ہے۔ پاکستان نے بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی نائب صدارت کے لیے بنگلہ دیشی امیدوار کی حمایت کا اعلان کیا ہے جبکہ کہا جا رہا ہے کہ اسی کے بدلے میں بنگلہ دیش نے پاکستان کے دورے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ اگر معاملات بخوبی انجام پائے اور اگلے سال پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ واپس آتی ہے تو یہی ذکا اشرف کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میدانوں میں عمدہ کارکردگی کے باوجود پاکستان کرکٹ کے لیے ایک لحاظ سے یہ سال بہت مایوس کن بھی رہا کیونکہ اسی سال اسپاٹ فکسنگ میں ملوث پاکستان کے تین کھلاڑیوں کو پہلے بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے کم از کم 5، 5 سال کی

سال 2011ء ٹیسٹ کے بہترین بلے باز

نام	ملک	مقابلے	اننگز	رنز	بہترین اسکور	اوسط	سنچریاں	نصف سنچریاں
راہول ڈراوڈ	بھارت	12	23	1145	146*	57.25	5	4
کمارسنگاکارا	سری لنکا	11	21	1034	211	49.23	4	4
این بیل	انگلستان	8	11	950	235	118.75	5	2
ڈیرن براوو	ویسٹ انڈیز	10	20	949	195	49.94	3	3
ایلسٹر کک	انگلستان	8	11	927	294	84.27	4	2
توفیق عمر	پاکستان	10	19	831	236	46.16	3	3
وی وی ایس لکشمن	بھارت	12	23	773	176*	40.68	1	6
یونس خان	پاکستان	8	12	765	200*	85.00	2	4
مصباح الحق	پاکستان	10	16	765	102*	69.54	1	7
سچن ٹنڈولکر	بھارت	9	17	756	146	47.25	1	5
اظہر علی	پاکستان	10	18	732	100	45.75	1	7

پابندی کا نشانہ بننا پڑا اور بعد ازاں برطانیہ کی عدالت نے دھوکہ دہی اور بدعنوانی کے مقدمے میں سلمان بٹ، محمد آصف اور محمد عامر کو بالترتیب ڈھائی سال، ایک سال اور 6 ماہ کی قید کی سزائیں سنائیں۔ جبکہ پاکستان کے دو مزید کھلاڑیوں وہاب ریاض اور کامران اکمل کا مستقبل ڈانواں ڈول ہے جنہیں نادیدہ وجوہات کی بنیاد پر ٹیم سے باہر رکھا گیا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے دونوں کھلاڑیوں کے بارے میں خفیہ تحقیقات کے باعث انہیں قومی ٹیم میں شامل نہیں کیا جا رہا۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے پابندی اور برطانوی عدالت کی جانب سے قید کی سزاؤں کے اعلان نے دنیا بھر میں پاکستانی قوم خصوصاً کرکٹ شائقین کے سر شرم سے جھکا دیے لیکن آفرین ہے کرکٹ کے میدانوں میں جان مارنے والے کھلاڑیوں کو جنہوں نے اپنی کارکردگی کے ذریعے شائقین کو اس غمزدہ کیفیت سے باہر نکالا۔

قیادت اور اسپاٹ فکسنگ تنازع کے علاوہ کرکٹ میدانوں سے کچھ ہٹ کر پاکستان سے ایک اور عالمی تنازع نے جنم لیا۔ جی ہاں! عالمی کپ کے بعد ریٹائرمنٹ لینے والے شعیب اختر کی ''Yours Controversially'' نے دنیا بھر خصوصاً بھارت و پاکستان میں تہلکہ مچا دیا۔ صرف فروخت کے کئی ریکارڈ قائم کرنے والی یہ کتاب ہفتوں تک پاک و ہند کے ذرائع ابلاغ کی زینت بنی رہی۔ خصوصاً سچن ٹنڈولکر اور وسیم اکرم کے حوالے سے دعووں نے دونوں ملکوں میں خوب ہنگامہ کھڑا کیا لیکن اس کے باوجود اگر حقیقت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کتاب میں متنازع معاملات کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے گو کہ شعیب خود ہی متنازع معاملات کو اچھال کر زیادہ سے زیادہ کتاب فروخت کرنا کرنے کی حکمت عملی پر کام کر رہے تھے لیکن کتاب میں 'دنیا کے تیز ترین گیند باز' کی زندگی کے ابتدائی ایام، نوجوانی کے دن، کلب اور قومی کرکٹ ٹیم میں گزارے گئے ایام، پاکستانی ڈریسنگ روم کے ماحول، ایکشن کو متنازع قرار دیے جانے کے بعد کے معاملات، 1999ء سے لے کر 2011ء کے عالمی کپ تک کی داستانیں اور شعیب کی نجی زندگی کے بارے میں بھی پڑھنے لائق مواد موجود ہے۔

2011ء میں 20 یا زائد شکار کرنے والے وکٹ کیپرز

وکٹ کیپرز	ملک	میچز	اننگز	شکار	کیچ	اسٹمپڈ	بہترین اننگز
مہندرا سنگھ دھونی	بھارت	12	22	50	47	3	5
میٹ پرائر	انگلینڈ	8	16	36	34	2	5
کارلٹن باگ	ویسٹ انڈیز	10	19	34	30	4	5
عدنان اکمل	پاکستان	8	16	33	29	4	6
بریڈ ہیڈن	آسٹریلیا	9	17	32	31	1	5
مارک باؤچر	جنوبی افریقہ	5	10	22	22	0	6

سال 2011 ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کے لئے سب سے زیادہ خوشگوار رہا جہاں وہ سب سے زیادہ فتوحات حاصل کر کے انگلینڈ کے ساتھ برابر رہے تاہم انگلینڈ اس لحاظ سے خوش قسمت ٹیم رہی کہ گزشتہ سال اسے ٹیسٹ کرکٹ میں کسی ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑا وہ آٹھ ٹیسٹ میچوں میں سے 6 میں کامیاب اور دو ٹیسٹ ڈرا کرانے میں کامیاب رہے۔ جبکہ پاکستان کو 10 ٹیسٹ میچوں میں ایک میں شکست ہوئی ذیل میں تمام ٹیسٹ کھیلنے والے ممالک کی کارکردگی کا جائزہ دیا جا رہا ہے۔

پاکستان:

پاکستان نے بنگلہ دیش کے خلاف دونوں ٹیسٹ جیتے' نیوزی لینڈ کے خلاف ایک ٹیسٹ جیتا ایک ڈرا کیا' سری لنکا کے خلاف ایک ٹیسٹ جیتا 2 ڈرا کیے۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف ایک ٹیسٹ جیتا ایک ہارا جبکہ زمبابوے کے خلاف واحد ٹیسٹ میں فتح حاصل کی۔ 5 وکٹوں پر 594 رنز بنگلہ دیش کے خلاف چٹا گانگ میں دسمبر میں بہترین اسکور جبکہ ویسٹ انڈیز کے خلاف پروویڈنس میں 160 رنز مئی میں کم سے کم اسکور رہا۔ توفیق عمر 10 ٹیسٹ میں 831 رنز کے ساتھ ٹاپ اسکورر رہے 3 سنچریاں اور 3 نصف سنچریاں اسکور کیں۔ 236 بہترین اسکور رہا۔ یونس خان نے 8 ٹیسٹ میں 765 رنز 2 سنچریوں سے اظہر علی نے 10 ٹیسٹ میں 732 رنز ایک سنچری اور 7 نصف سنچریوں سے محمد حفیظ نے 10 ٹیسٹ میں 647 رنز 2 سنچریوں اور دو نصف سنچریوں سے' اسد شفیق نے 9 ٹیسٹ میں 409 رنز ایک سنچری اور دو نصف سنچریوں سے' عدنان اکمل نے 8 ٹیسٹ میں 211 رنز ایک نصف سنچری سے' عمر اکمل نے 3 ٹیسٹ میں 181 رنز ایک نصف سنچری سے عبدالرحمٰن نے 8 ٹیسٹ میں 109 رنز بنا کر اپنا مجموعہ تہرے اعداد میں پہنچایا۔ توفیق عمر نے 3' یونس خان اور محمد حفیظ نے 2،2' اسد شفیق' مصباح الحق اور اظہر علی نے ایک ایک سنچری بنائی۔ سعید اجمل 8 ٹیسٹ میں 50 وکٹوں کے ساتھ نمایاں رہے 6/42 بہترین بالنگ رہی۔ عبدالرحمٰن اور عمر گل نے اتنے ہی ٹیسٹ میں بالترتیب 36 اور 34 وکٹیں حاصل کیں۔ اعزاز چیمہ نے چار ٹیسٹ میں 19' محمد حفیظ نے 15 جنید خان نے 4 ٹیسٹ میں 13' تنویر احمد نے 3 ٹیسٹ میں 10 وکٹیں لیں۔ سعید اجمل نے 3 مرتبہ جبکہ جنید خان نے ایک مرتبہ اننگز میں 5 وکٹوں کا کارنامہ انجام دیا۔ عدنان اکمل نے 8 ٹیسٹ میں 33 شکار 29 کیچ اور چار اسٹمپڈ جبکہ محمد سلمان نے 2 ٹیسٹ میں 3 شکار 2 کیچ ایک اسٹمپڈ کیا۔ یونس خان نے فیلڈنگ میں 14 کیچ' اظہر علی نے 11' مصباح الحق نے 10 کیچ تھامے' مصباح الحق نے تمام ٹیسٹ میچوں میں قیادت کی۔

آسٹریلیا

آسٹریلیا نے سال کا اختتام فتح کے ساتھ کیا 9 ٹیسٹ میچوں میں سے 4 میں فتح حاصل کی 3 ہارے' 2 ڈرا کیے' نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے خلاف 2،2 ٹیسٹ میں ایک ایک جیتا ایک ایک ہارا' انگلینڈ کے خلاف واحد ٹیسٹ میں ناکامی بھارت کے خلاف اکلوتے ٹیسٹ میں فتح جبکہ سری لنکا کے خلاف 3 میں سے ایک ٹیسٹ جیتا' 2 ڈرا رہے 488 رنز سری لنکا کے خلاف کولمبو میں ستمبر میں بہترین مجموعہ اور 47 رنز جنوبی افریقہ کے خلاف کیپ ٹاؤن میں نومبر میں کم سے کم اسکور رہا۔ مائیکل ہسی نے 9 ٹیسٹ میں 680 رنز 2 سنچریوں اور 3 نصف سنچریوں سے مائیکل کلارک نے 9 ٹیسٹ میں 618 رکی پونٹنگ نے 7 ٹیسٹ میں 415' فلپ ہیوز نے 8 ٹیسٹ میں 404' بریڈ ہیڈن نے 9 ٹیسٹ میں 335' شان مارش نے 4 ٹیسٹ میں 287' شین واٹسن نے 6 ٹیسٹ میں 265' عثمان خواجہ نے 6 ٹیسٹ میں 263' ڈیوڈ وارنر نے 3 ٹیسٹ میں 195' پیٹر سڈل نے 190' مچل جانسن نے 188 رنز کے ساتھ اپنا مجموعہ تہرے اعداد میں پہنچایا۔ مائیکل کلارک نے 3' مائیکل ہسی نے 2' ڈیوڈ وارنر' شان مارش اور فلپ ہیوز نے ایک ایک سنچری بنائی۔ پیٹر سڈل نے 7 ٹیسٹ میں 24 وکٹیں لیں۔ ینتھن لائن نے 23' جیمز پیٹنسن نے 20' ریان ہیرس نے 15' شین واٹسن نے 14' مچل جانسن نے 13' بین ہلفینہاس نے 10 وکٹیں لیں' جیمز پیٹنسن نے 2 مرتبہ اننگز میں پانچ وکٹیں لیں' پیٹ کمنز بین ہلفینہاس' ریان ہیرس' شین واٹسن اور ینتھن لائن نے ایک ایک مرتبہ یہ کارنامہ انجام دیا۔ واحد وکٹ کیپر بریڈ ہیڈن نے 9 ٹیسٹ میں 32 شکار' 31 کیچ' ایک اسٹمپڈ کیا۔ مائیکل کلارک نے فیلڈنگ میں 16 کیچ تھامے' رکی پونٹنگ اور مائیکل ہسی نے 10' 10 کیچ کیے۔ مائیکل کلارک نے تمام 9 ٹیسٹ میں قیادت کی۔

نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ کو فقط پانچ ٹیسٹ کھیلنے کے لئے ملے' 2 جیتے' 2 ہارے اور ایک ڈرا کیا۔ آسٹریلیا کے خلاف دو میں سے ایک جیتا ایک ہارا پاکستان کے خلاف دو میں سے ایک ہارا ایک ڈرا رہا۔ زمبابوے کے خلاف واحد ٹیسٹ جیتا' 426 رنز بلاوایو میں زمبابوے کے خلاف نومبر میں بہترین مجموعہ جبکہ ہملٹن میں پاکستان کے خلاف جنوری میں 110 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ راس ٹیلر نے تمام ٹیسٹ کھیلے اور 372 رنز اسکور کیے۔ مارٹن گپٹل نے بھی اتنے ہی ٹیسٹ میں 316' ڈینیئل ویٹوری نے 298' کین ولیم سن نے 276' ڈگی براؤنلی نے 268' برینڈن میکلم نے 245' ریسی ینگ نے 169' ٹم ساؤتھی نے 152 رنز بنائے۔ ڈینیئل ویٹوری 110 اور مارٹن گپٹل 109 سنچریاں بنانے والے بلے باز تھے۔ کرس مارٹن نے 20 وکٹیں حاصل کیں۔ ڈگ بریسویل' ڈینیئل ویٹوری نے 16' 16 ٹم ساؤتھی نے 11 وکٹیں لیں۔ ڈگ بریسویل نے 2 اور ڈینیئل ویٹوری نے ایک مرتبہ اننگز میں 5 وکٹیں حاصل کیں۔ ریسی ینگ واحد وکٹ کیپر رہے انہوں نے تمام ٹیسٹ کھیلے اور کیچ کیے۔ فیلڈنگ میں راس ٹیلر 12 کیچ کے ساتھ نمایاں تھے۔ راس ٹیلر نے 3 ٹیسٹ میں قیادت کی دو جیتے ایک ہارا۔ ڈینیئل ویٹوری نے دو میں سے ایک ٹیسٹ ہارا۔ ایک ڈرا رہا۔

بھارت

بھارتی ٹیم نے گزشتہ سال سب سے زیادہ 12 ٹیسٹ میچز کھیلے اور تمام میں قیادت مہندرا سنگھ دھونی

نے کی 5 ٹیسٹ میں ناکامی کے بعد بھارتی ٹیم 3 ٹیسٹ میں کامیاب رہی جبکہ 4 ٹیسٹ ڈرا رہے۔ انگلینڈ کے خلاف تمام 4 ٹیسٹ ہارے جبکہ ویسٹ انڈیز کے خلاف 6 میں سے 3 ٹیسٹ جیتے 3 ڈرا رہے۔ آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کے خلاف واحد ٹیسٹ میں ناکامی ہوئی' 7 وکٹوں پر 631 رنز ویسٹ انڈیز کے خلاف کولکتہ میں نومبر میں بہترین مجموعہ اور 158 رنز انگلینڈ کے خلاف ناٹنگھم میں جولائی میں کم سے کم مجموعہ تھا۔ راہول ڈراوڈ 1145 رنز کے ساتھ سرفہرست' سچن ٹنڈولکر 776' وینکٹ لکشمن 773' مہندرا سنگھ دھونی 511' گوتم گمبھیر 470' وریندر سہواگ 384' سریش رائنا 337' ابھیما نیو مکنڈ 211' ویرات کوہلی 202' ہربھجن سنگھ 196' امیت مشرا 187' روی چندرا ایشون 182' پراوین کمار 149' یوراج سنگھ 136 رنز اپنا مجموعہ تہرے اعداد تک پہنچا سکے۔ ڈراوڈ 5 سنچریاں' روی چندرا ایشون' سچن ٹنڈولکر' مہندرا سنگھ دھونی اور وینکٹ لکشمن ایک ایک سنچری بنانے میں کامیاب رہے۔ ایشانت شرما 43 وکٹوں کے ساتھ سرفہرست تھے۔ پراوین کمار نے 27' روی چندرا ایشون نے 26' پراگیان اوجھا نے 20' ہربھجن سنگھ نے 20' امیش یادیو نے 16' ظہیر خان اور سری سنتھ نے 13,13 وکٹیں حاصل کیں۔

پراگیان اوجھا' روی چندرا ایشون' ایشانت شرما نے 2,2 مرتبہ' سری سنتھ' ہربھجن سنگھ اور پراوین کمار نے ایک ایک مرتبہ اننگز میں پانچ یا زائد وکٹ حاصل کئے۔ مہندرا سنگھ دھونی نے تمام ٹیسٹ میں وکٹ کیپنگ کرتے ہوئے 50 شکار کئے۔ سریش رائنا 11' راہول ڈراوڈ اور وینکٹ لکشمن نے 10,10 کیچ تھامے۔

سری لنکا

رنگنا ہیراتھ

سری لنکا کی ٹیم اگر اپنا آخری ٹیسٹ سال کا نہ جیت پاتی تو وہ گزشتہ سال فتح کے ذائقے سے محروم رہتی۔ 11 ٹیسٹ میں سے واحد فتح سری لنکا نے جنوبی افریقہ کے خلاف سال کے اختتام سے 3 دن قبل حاصل کی۔ 4 ٹیسٹ میں شکست اور 6 میں ڈرا کا سامنا کرنا پڑا۔ آسٹریلیا' انگلینڈ اور پاکستان کے خلاف کھیلے گئے 3,3 ٹیسٹ میں ایک ایک ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جبکہ جنوبی افریقہ کے خلاف دو ٹیسٹ میں سے ایک میں فتح اور ایک میں ناکامی ہوئی۔ پاکستان کے خلاف اکتوبر میں ابوظہبی میں 483 رنز بہترین مجموعہ اور انگلینڈ کے خلاف مئی میں کارڈف میں 82 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ کمار سنگا کارا 1034 رنز کے ساتھ سرفہرست رہے' تلکا رتنے دلشان نے 589' تھرنگا پرانا ویتانا نے 580' انجلیو میتھیوز نے 525' مہیلا جیاوردنے 517' تھیلان سمیراویرا 501' پراسنا جیاوردنے 422' رنگنا ہیراتھ 294' حشان تھیری نے 177' ویلی گیدرا 118 اور دنیش چندی مل 112 اپنا مجموعہ تھری فیگر تک پہنچا سکے۔ کمار سنگا کارا نے 4' پراسنا جیاوردنے 2' تھیلان سمراویرا' انجلیو میتھیوز' تلکا رتنے دلشان اور مہیلا جیاوردنے نے ایک ایک سنچری بنائی۔ رنگنا ہیراتھ 41 وکٹوں کے ساتھ سرفہرست' ویلی گیدرا 34' سورج لکمل 15 اور تلکا رتنے دلشان 10 وکٹیں حاصل کر سکے۔ رنگنا ہیراتھ نے 3 جبکہ ویلی گیدرا نے 2 مرتبہ اننگز میں پانچ وکٹوں کا کارنامہ انجام دیا۔ پراسنا جیاوردنے 7 میچوں میں وکٹ کیپنگ کرتے ہوئے 15 شکار (15 کیچ ایک اسٹمپڈ) کا شیل سلوا 3 میچوں میں 6 شکار (5 کیچ ایک اسٹمپڈ) اور دنیش چندی مل واحد ٹیسٹ میں چار شکار 3 کیچ ایک اسٹمپڈ کر سکے۔ مہیلا جیاوردنے فیلڈنگ میں 6 کیچ کے ساتھ سرفہرست' تھرنگا پراویتانا نے 14 کیچ کئے۔ تلکا رتنے دلشان نے 10 ٹیسٹ میں قیادت کی' ایک جیتا 4 ہارے' 5 ڈرا کئے' کمار سنگا کارا نے واحد ٹیسٹ ڈرا کیا۔

جنوبی افریقہ

جنوبی افریقہ کو گزشتہ سال محض 5 ٹیسٹ کھیلنے کو ملے' 2 جیتے' 2 ہارے ایک ڈرا کیا۔ آسٹریلیا اور سری لنکا کے خلاف دو' دو ٹیسٹ میں ایک ایک جیتا اور ایک ایک ہارا۔ جبکہ بھارت کے خلاف واحد ٹیسٹ ڈرا کیا۔ سری لنکا کے خلاف دسمبر میں سینچورین میں 411 رنز بہترین مجموعہ اور آسٹریلیا کے خلاف نومبر میں کیپ ٹاؤن میں 96 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ ہاشم آملہ نے 5 ٹیسٹ میں 423 رنز 2 سنچریاں' 3 نصف سنچریاں' ابراہام ڈی ولیئر نے 5 ٹیسٹ میں 377 رنز 4 نصف سنچریاں' جیک کیلس نے 5 ٹیسٹ میں 359 رنز' 2 سنچریاں' ایک نصف سنچری' گریم اسمتھ نے 5 ٹیسٹ میں 322 رنز ایک سنچری' ایک نصف سنچری' ایشول پرنس نے 5 ٹیسٹ میں 178' ڈیل اسٹین نے 169' جیک رڈولف نے 159 اور مارک باؤچر نے 150 رنز بنائے۔ ڈیل اسٹین نے 28 وکٹیں لیں' ورنن فیلنڈر نے 24' مورنے مورکیل نے 16 وکٹیں لیں' ورنن فیلنڈر نے 4' ڈیل اسٹین نے دو اور مرچنٹ ڈی لانگ نے ایک مرتبہ اننگز میں 5 یا زائد وکٹیں لیں۔ مارک باؤچر نے 5 ٹیسٹ میں 22 شکار کئے۔ جیک کیلس اور ایشول پرنس 8,8 کیچ کے ساتھ نمایاں فیلڈر رہے۔ گریم اسمتھ نے تمام ٹیسٹ میں قیادت کی۔

انگلینڈ

انگلینڈ وہ واحد ٹیم تھی جو کہ سال گزشتہ شکست کے نرغے میں آنے سے بچ گئی۔ 8 میں سے 6 ٹیسٹ جیتے اور دو ڈرا کئے۔ بھارت کے خلاف چاروں ٹیسٹ جیتے' سری لنکا کے خلاف 3 میں سے ایک ٹیسٹ جیتا' 3 ڈرا کئے۔ آسٹریلیا کے خلاف واحد ٹیسٹ جیتا۔ 7 وکٹوں پر 710 رنز' بھارت کے خلاف اگست میں برمنگھم میں بہترین مجموعہ اور بھارت ہی کے خلاف جولائی میں ناٹنگھم میں 221 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ ائین بیل 950' ایلسٹر کک 927' کیون پیٹرسن 731' میٹ پرائر 519' جوناتھن ٹروٹ 365' اوئن مورگن 362' اینڈریو اسٹراؤس 316' اسٹوارٹ براڈ 239' اور ٹم بریسنن 189 رنز اپنا مجموعہ تھری فیگر تک پہنچا سکے۔ ائین بیل نے 5' ایلسٹر کک نے 4' میٹ پرائر نے 3' کیون پیٹرسن نے دو' جوناتھن ٹروٹ اور اوئن مورگن نے ایک ایک سنچری بنائی۔ جیمز اینڈرسن 35' اسٹوارٹ براڈ 33' گریم سوان 27' کرس ٹریملیٹ 23' اور ٹم بریسنن 21 نے ایک ایک مرتبہ اننگز میں پانچ وکٹیں لیں۔ میٹ پرائر نے تمام میچوں میں وکٹ کیپنگ کی اور 36 شکار کئے۔ اینڈریو اسٹراؤس فیلڈنگ میں 15 کیچ تھام کر سرفہرست رہے۔ اینڈریو اسٹراؤس نے تمام میچوں میں قیادت کی۔

ویسٹ انڈیز

ویسٹ انڈیز نے 10 ٹیسٹ میں سے 2 میں فتح حاصل کی' 4 ہارے' 4 ڈرا کئے' بھارت کے خلاف 6 میں 3 ہارے' 3 ڈرا کئے' بنگلہ دیش کے خلاف 2 میں سے ایک ٹیسٹ جیتا' ایک ڈرا کیا۔ پاکستان کے خلاف دو میں سے ایک ٹیسٹ جیتا ایک ہارا' 590 رنز نومبر میں ممبئی میں بھارت کے خلاف بہترین مجموعہ اور ممبئی میں اسی ٹیسٹ میں 134 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ ڈیرن براوو 949 رنز کے ساتھ سرفہرست رہے۔ شیو نرائن چندر پال نے 646' کرک ایڈورڈز نے 595' مارلن سیموئلز نے 416' ڈیرن سیمی 325' کریگ بریتھ ویٹ 292' ایڈرین باراتھ 278' کارلٹن باگ 271' کائرون پاول 197' لینڈل سمنز 191' روی رام پال 165' فائیڈل ایڈورڈز 119' ڈیونڈرا بشو 118 رنز بنا کر اپنا مجموعہ تھری فیگر تک پہنچا سکے۔ ڈیرن براوو نے 3' شیو نرائن چندر پال اور کرک ایڈورڈز نے دو' دو سنچریاں بنائیں' ڈیونڈرا بشو نے 39' فائیڈل ایڈورڈز نے 32' روی رام پال نے 31' ڈیرن سیمی نے 30' اور مارلن سیموئلز نے 12 وکٹیں لیں۔ کارلٹن باگ نے تمام میچوں میں کیپنگ کرتے ہوئے 34 شکار کئے۔ ڈیرن سیمی فیلڈنگ میں 18 کیچ تھام کر ٹاپ پر رہے۔ ڈیرن سیمی نے تمام میچوں میں قیادت بھی کی۔

بنگلہ دیش

شکیب الحسن

بنگلہ دیش کی ٹیم گزشتہ سال 5 ٹیسٹ میچوں میں شریک ہوئی اور چار ٹیسٹ میں شکست کے بعد وہ ایک ٹیسٹ ڈرا کر سکی۔ پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے خلاف دو' دو ٹیسٹ کھیلے پاکستان کے خلاف دونوں ہارے جبکہ ویسٹ انڈیز سے ٹیسٹ ڈرا کرایا زمبابوے کے خلاف واحد ٹیسٹ میں ناکامی ہوئی۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف چٹاگانگ میں اکتوبر میں 9 وکٹوں پر 350 رنز بہترین مجموعہ اور پاکستان

کے خلاف چٹا گانگ میں ہی دسمبر میں 135 رنز کم سے کم مجموعہ رہا۔ شکیب الحسن 451 رنز بنا کر سرفہرست تھے' مشفق الرحیم نے 340' تمیم اقبال نے 303' شہریار نفیس نے 291' ناصر حسین نے 209' نظم الحسین نے 121 اور محمد اشرفل نے 113 رنز بنائے۔ شکیب الحسن نے واحد سنچری اسکور کی۔ بالنگ میں بھی شکیب الحسن 21 وکٹوں کے ساتھ سرفہرست تھے۔ الیاس سنی نے 12 وکٹیں لیں۔ شکیب الحسن نے 2 اور الیاس سنی نے ایک مرتبہ اننگز میں پانچ یا زائد وکٹیں لیں۔ مشفق الرحیم نے 5 ٹیسٹ میچوں میں 11 شکار 9 کیچز اور 2 اسٹمپڈ کیے۔ شہریار نفیس 5 کیچز تھام کر سرفہرست فیلڈر رہے۔ مشفق الرحیم نے چار ٹیسٹ میں قیادت کی تین ہارے ایک ڈرا رہا۔ شکیب الحسن واحد ٹیسٹ ہار گئے۔

زمبابوے

زمبابوے اس سال 3 ٹیسٹ کھیل سکی اور بنگلہ دیش کے خلاف فتح حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ پاکستان اور نیوزی لینڈ کے خلاف انہیں شکست ہوئی۔ بلاوایو میں ستمبر میں 412 رنز پاکستان کے خلاف بہترین مجموعہ اور پاکستان ہی کے خلاف اسی ٹیسٹ میں 141 رنز کم سے کم مجموعہ بھی تھا۔ کپتان بریڈن ٹیلر 358 رنز بنا کر ٹاپ اسکورر رہے۔ ٹونی ماوایو 310' ووسی سباٹڈا 272' ٹٹینڈا ٹائیبو 267' ہملٹن ماساکیڈزا 169' میلکم والر 101 رنز اپنا مجموعہ تھری فیگر تک پہنچا سکے' بریڈن ٹیلر نے دو اور ہملٹن ماساکیڈزا اور ٹونی ماوایو نے ایک ایک سنچری بنائی۔ کیل جاروس 13' کرس ایم پوفو 12 اور ریمنڈ پرائس 10 وکٹیں حاصل کر سکے۔ کیل جاروس واحد بالر تھے جنہوں نے ایک مرتبہ اننگز میں پانچ وکٹیں حاصل کیں۔ وکٹ کیپنگ میں ٹٹینڈا ٹائیبو نے 3 ٹیسٹ میں 6 شکار جبکہ ریجس چکابارا نے واحد ٹیسٹ میں دو شکار کیے۔ بریڈن ٹیلر 7 کیچز کے ساتھ نمایاں فیلڈر رہے۔ بریڈن ٹیلر نے 3 ٹیسٹ میں قیادت کی ایک جیتا دو ہارے۔ ایلٹن چگومبرا نے واحد ٹیسٹ میں شکست کا سامنا کیا۔

2011 میں ٹیسٹ ڈیبیو پر 5 یا زائد وکٹیں لینے والے بالرز

بالرز	ملک	رنز	وکٹ	بمقابلہ	بمقام	تاریخ آغاز
نیتھن لائن	آسٹریلیا	34	5	سری لنکا	گال	31 اگست
الیاس سنی	بنگلہ دیش	94	6	ویسٹ انڈیز	چٹاگانگ	21 اکتوبر
ڈوگ بریسویل	نیوزی لینڈ	85	5	زمبابوے	بلاوایو	یکم نومبر
روی چندرا ایشون	بھارت	47	6	ویسٹ انڈیز	نئی دہلی	6 نومبر
ورنن فیلنڈر	جنوبی افریقہ	15	5	آسٹریلیا	کیپ ٹاؤن	9 نومبر
پیٹ کمنز	آسٹریلیا	79	6	جنوبی افریقہ	جوہانسبرگ	17 نومبر
جیمز پیٹنسن	آسٹریلیا	27	5	نیوزی لینڈ	برسبین	یکم دسمبر
مرچنٹ لانگ	جنوبی افریقہ	81	7	سری لنکا	ڈربن	26 دسمبر

2011ء میں ٹیسٹ کرکٹ میں نروس نائنٹیز کا شکار

بنگلہ دیش کے بلے باز شہریار نفیس پاکستان کے خلاف ڈھاکہ میں ٹیسٹ میچ کے دوران 97 رنز بنا کر پویلین سدھار گئے اور یوں گزشتہ سال نروس نائنٹیز کا شکار بننے والے کھلاڑیوں میں تازہ اضافہ بن گئے۔ ان سے محض دو روز قبل جنوبی افریقہ کے بلے باز ابراہم ڈی ویلیئرز سری لنکا کے خلاف سنچورین ٹیسٹ میں پہلی اننگز میں بدقسمتی سے 99 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تھے۔ یہ ٹیسٹ کرکٹ کی 134 سالہ تاریخ میں 84 واں موقع تھا جب کوئی بلے باز 99 رنز بنانے 'اعزاز' حاصل کر کے میدان سے لوٹا ہو۔ شہریار نفیس اپنے کیریئر میں پہلی بار نروس نائنٹیز گزیدہ بنے ہیں۔ اس سے قبل وہ 2006ء میں آسٹریلیا کے خلاف کیریئر کی واحد سنچری داغ چکے ہیں اور میرپور کے شیر بنگلہ نیشنل اسٹیڈیم میں اپنے ساتھی شکیب الحسن کے ساتھ پانچویں وکٹ پر 180 رنز کی شاندار شراکت اور میچ کو بنگلہ دیش کے ہاتھوں سے نکلنے سے بچانے کے لیے زبردست کردار ادا کرنے پر وہ بلاشبہ سنچری کے حقدار تھے لیکن پاکستانی تیز گیند باز عمر گل کی ایک شارٹ گیند کو کھیلنے کی کوشش میں وکٹوں کے پیچھے وکٹ کیپر کے ہاتھوں دھر لیے گئے اور ایک یادگار سنچری سے محروم ہو گئے۔

دوسری جانب یہ ڈی ویلیئرز کے کیریئر کا دوسرا موقع تھا کہ وہ 99 کے ہندسے کا شکار بنے البتہ مجموعی طور پر کیریئر میں چھٹی مرتبہ نروس نائنٹیز کی زد میں آئے ہیں، یعنی کہ 90 رنز بنانے کے بعد اننگز کو تہرے ہندسے میں داخل کرنے سے قبل ہی دھر لیے گئے۔ بدقسمتی سے دو مواقع ایسے بھی رہے ہیں جب کیریئر میں 12 مرتبہ سنچریاں بنانے والے ڈی ویلیئرز 99 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جن میں سری لنکا کے خلاف سنچورین میں ٹیسٹ مقابلہ بھی شامل ہے، جہاں وہ 135 گیندوں پر 12 چوکوں کی مدد سے ایک اچھی اننگز کھیلنے کے بعد تھیسارا پیریرا کا شکار بن گئے۔ وہ اس ٹیسٹ میں جنوبی افریقی اننگز کے سب سے بہترین اسکورر رہے جن کی بدولت جنوبی افریقہ سری لنکا کے پہلی اننگز کے اسکور 231 رنز کی زبردست برتری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ڈی ویلیئرز مارچ 2005ء کے کیپ ٹاؤن ٹیسٹ میں زمبابوے کے خلاف 98، اور اگست 2008ء میں انگلستان کے خلاف اوول ٹیسٹ میں 97 اور اپریل 2006ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف سنچورین ٹیسٹ میں بھی 97، اگست 2006ء میں سری لنکا کے خلاف کولمبو ٹیسٹ میں 95 اور جنوری 2005ء میں انگلستان کے خلاف سنچورین ٹیسٹ میں 92 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تھے۔ سنچورین ٹیسٹ میں وہ دوسری اننگز میں 109 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے تھے تاہم انگلستان کی عمدہ کارکردگی کے باعث میچ کا نتیجہ نہ نکل سکا اور جنوبی افریقہ کو اپنی سرزمین پر تاریخی شکست ہوئی۔

رواں سال ابراہم ڈی ویلیئرز دوسرے بلے باز ہیں جو 99 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے ہیں ان سے قبل پاکستان کے مصباح الحق جنوری میں نیوزی لینڈ کے خلاف ویلنگٹن ٹیسٹ میں 99 رنز بنا کر ایک یادگار سنچری سے محروم ہو گئے تھے۔ مجموعی طور پر گزشتہ سال 14 مواقع ایسے آئے ہیں جن میں بلے باز نروس نائنٹیز کا شکار ہوئے ہیں جن میں لٹل ماسٹر سچن ٹنڈولکر، جو اپنی بین الاقوامی کیریئر کی 100 ویں سنچری کی تلاش میں ہیں، بدقسمتی سے دو مرتبہ اس کا نشانہ بنے۔ ایک مرتبہ اگست میں انگلستان کے خلاف اوول ٹیسٹ میں 91 اور ویسٹ انڈیز کے خلاف حالیہ ممبئی ٹیسٹ میں 94 رنز بنا کر پویلین سدھارے۔ ان کے علاوہ ''مسٹر کرکٹ'' یعنی آسٹریلیا کے مائیکل ہسی بھی دو مرتبہ نروس نائنٹیز کا نشانہ بنے ہیں اور بدقسمتی سے ایک ہی سیریز میں انہیں دو مرتبہ سنچریوں سے محروم ہونا پڑا۔ اگست و ستمبر میں دورہ سری لنکا میں وہ گال ٹیسٹ میں 95 اور کولمبو ٹیسٹ میں 93 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ البتہ ان کی شاندار بلے بازی آسٹریلیا کو سیریز جتوانے میں ضرور کامیاب ہوئی اور بعد ازاں انہوں نے سیریز کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ اگر ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ دیکھی جائے تو اس میں پہلی مرتبہ 99 کے ہندسے پر آؤٹ ہونے والے بلے باز آسٹریلیا کے کلیمنٹ ہل تھے جو جنوری 1902ء میں انگلستان کے خلاف ملبورن ٹیسٹ میں 99 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تھے۔ مجموعی طور پر تاریخ میں اب تک 84 مواقع ایسے آئے ہیں جب بلے باز اپنی اننگز کو محض ایک رن کی کمی کے باعث تہرے ہندسے میں داخل نہ کر پایا ہو۔ جن میں سے انگلستان کے مائیک ایتھرٹن، مائیک اسمتھ اور جیفری بائیکاٹ، آسٹریلیا کے گریگ بلیویٹ اور سائمن کیٹچ، بھارت کے سارو گنگولی، ویسٹ انڈیز کے رچی رچرڈسن، پاکستان کے سلیم ملک اور نیوزی لینڈ کے جان رائٹ وہ بدقسمت بلے باز ہیں جو کیریئر دو مرتبہ 99 کے ہندسے پر آؤٹ ہوئے۔

کھلاڑی	ملک	رنز	گیندیں	چوکے	چھکے	بمقابلہ	بمقام	تاریخ
گوتم گمبھیر	بھارت	93	222	13	0	جنوبی افریقہ	کیپ ٹاؤن	2 جنوری
مصباح الحق	پاکستان	99	207	16	0	نیوزی لینڈ	ویلنگٹن	15 جنوری
ایلسٹر کک	انگلستان	96	164	15	0	سری لنکا	لارڈز، لندن	3 جون
ٹم بریسنن	انگلستان	90	118	17	0	بھارت	ناٹنگھم	29 جولائی
سچن ٹنڈولکر	بھارت	91	172	1	0	انگلستان	اوول، لندن	18 اگست
مائیکل ہسی	آسٹریلیا	95	177	7	3	سری لنکا	گال	31 اگست
اینجلو میتھیوز	سری لنکا	95	191	13	0	آسٹریلیا	گال	31 اگست
مائیکل ہسی	آسٹریلیا	93	138	11	1	سری لنکا	کولمبو	16 ستمبر
ووسی سباٹڈا	زمبابوے	93	193	11	1	نیوزی لینڈ	بلاوایو	یکم نومبر
تلکارتنے دلشان	سری لنکا	92	168	12	1	پاکستان	شارجہ	3 نومبر
سچن ٹنڈولکر	بھارت	94	153	8	2	ویسٹ انڈیز	ممبئی	22 نومبر
ڈینیل ویٹوری	نیوزی لینڈ	96	127	9	0	آسٹریلیا	برسبین	یکم دسمبر
ابراہم ڈی ویلیئرز	جنوبی افریقہ	99	135	12	0	سری لنکا	سنچورین	15 دسمبر
شہریار نفیس	بنگلہ دیش	97	177	12	0	پاکستان	ڈھاکہ	17 دسمبر

میرا سب سے بڑا پچھتاوا یہ ہے کہ میں کل وقتی کرکٹر نہیں تھا...... جاوید برکی

پاکستان کرکٹ کی تاریخ میں 60ء کے عشرے کو بدترین کہا جاسکتا ہے کہ جب کمزور ٹیم نیوزی لینڈ کو ہرانے کے سوا پاکستانی ٹیم کسی کے خلاف ایک ٹیسٹ بھی نہ جیت سکی۔ یہ الفاظ ہیں اس پاکستانی قائد کے جس کو اسی بدترین دور میں کپتانی کا بوجھ اٹھانا پڑا اور ظاہر ہے کہ ناکامی کا یہ لیبل ان کی ذات سے بھی چپک کر رہ گیا۔۔ آج بھی جاوید برکی کو پاکستان کے ناکام ترین کپتانوں میں سے ایک کے طور پر پہچانا جاتا ہے مگر کوئی ان عوامل کو پیش نظر نہیں رکھتا جن کے باعث اس عرصے میں پاکستان کی کرکٹ زوال کا شکار ہوتی چلی گئی اور نہ ہی کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ عرصہ اس قدر ناقص اور غیر موثر کیوں رہا۔

کرکٹ کی خان فیملی سے تعلق رکھنے والے جاوید برکی کا شمار پاکستانی کرکٹ کے ان کرداروں میں ہوتا ہے جنہوں نے ہر دور میں کھیل کے لئے اپنا فرض نبھانے کی کوشش کی۔1960ء میں ٹیسٹ کرکٹ کا آغاز کرنے کے بعد انہوں نے دس سال کے عرصے میں پاکستان کی جانب سے 25 ٹیسٹ میچوں میں 30.47 کی اوسط سے تین سنچریوں سمیت 1341 رنز اسکور کئے۔ان کے اعداد وشمار کی کمزوری ان کی زیر نظر بات چیت کو پڑھنے پر واضح ہو جائے گی کہ اس کی اصل وجہ کیا تھی اور وہ کیوں اس مقام تک نہ پہنچ سکے جس کا ان کے کیریئر کے آغاز میں تعین کیا گیا تھا۔1962ء کے لارڈز ٹیسٹ میں سنچری کو اپنی بہترین کارکردگی قرار دینے والے جاوید برکی نے 1966ء میں سری لنکا کے خلاف کراچی میں بھی ڈبل سنچری اسکور کی گو کہ اس وقت سری لنکا کو ٹیسٹ کھیلنے کا حق حاصل نہ تھا۔ پاکستان کے سابق وکٹ کیپر بیٹسمین امتیاز احمد کو دیکھ کر کھیل کے میدان میں کامیابی کا خواب پورا کرنے والے جاوید برکی آج بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ان سے بہتر کھلاڑی نہیں دیکھا جو شارٹ پچ بالنگ پر بے جگری سے کھیل سکتا ہو۔

اپنے دل کی بات ماننے اور اپنے فیصلوں پر ڈٹے رہنے کے عادی سابق کھلاڑی کو اپنی اصول پسندی کے باعث پاکستان میں اکثر مشکلات کا سامنا رہا مگر انہوں نے اپنا مزاج تبدیل کئے بغیر ہر حیثیت سے کرکٹ کی بہتری کے لئے کام کیا مگر وہ چیف سلیکٹر کے طور پر تین سالہ دور کو اپنے کیریئر کا سب سے بڑا اطمینان قرار دیتے ہیں۔ان کے بچے اب پاکستان اور امریکا میں رہائش پذیر ہیں اور کسی نے بھی کرکٹ کے کھیل میں آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ خود جاوید برکی سال میں تین ماہ امریکا میں گزارتے ہیں اور اب اپنے پسندیدہ مشغلے گالف کا لطف اٹھا کر ماضی کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں۔ ان کی کرکٹ سے وابستہ بہت ساری یادیں ان صفحات کی نذر ہیں جن میں سابق پاکستانی کھلاڑی اور کپتان نے سچائی کے ساتھ بہت کچھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بات چیت کو پڑھ کر بہت سی ایسی باتوں کی وضاحت ہو جائے گی جن پر آج تک بات نہیں ہو سکی ہے۔

MAB

کھیلوں کا آپ کی زندگی میں کیا کردار رہا ہے ؟

اسپورٹس کی سرگرمیاں تو میرے خاندان کا ایک اہم حصہ رہی ہیں' کرکٹ کے علاوہ میں نے ہاکی اور ایتھلیٹکس میں بھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا' میری والدہ کے دو کزن پاکستان ہاکی ٹیم کے کپتان رہ چکے ہیں اور میں نے بھی اپنے وقتوں میں تینوں کھیلوں میں بھرپور حصہ لیا۔

آپ کے لئے سب سے بڑا پچھتاوا کیا رہا ؟

سب سے بڑا پچھتاوا یہی تھا کہ میں کل وقتی کرکٹر نہیں رہا جس کی وجہ سے میرے اعداد وشمار میری حقیقی صلاحیت کے عکاس نہیں ہیں۔ میرا ایک پاؤں کرکٹ میں تو دوسرا سول سروس میں رہا اور پھر 1962ء میں میری سول سروس کیریئر کا بوجھ اتنا بڑھ گیا کہ کرکٹ کا کھیل میری اولین ترجیح نہیں رہا اور میں نے ٹیسٹ کرکٹ کی ابتدا میں جو کارکردگی پیش کی تھی اس کے قریب کبھی نہیں پہنچ سکا۔

اپنے ابتدائی دور کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گی آپ؟

میرے والد ایک آرمی آفیسر تھے' جب میری عمر 9 برس تھی تو ہم بھارت سے ہجرت کر کے راولپنڈی کے کنٹونمنٹ ایریا میں آ کر بس گئے سینٹ میری اسکول میں میرے ریاضی کے استاد اے اے قریشی کرکٹ کے کھیل کے بڑے شوقین تھے' انہوں نے ایک ٹیم تشکیل دی جس میں صدر ایوب خان کا بیٹا اختر بھی شامل تھا جبکہ سابق آرمی چیف آصف نواز جنجوعہ اور مستقبل کے ٹیسٹ کھلاڑی اعجاز بٹ بھی اس ٹیم کا حصہ تھے۔ اسکول چیمپئن شپ میں ہماری حکمرانی تھی پھر اس کے بعد مجھے مقامی کرکٹ کی بہترین ٹیم پنڈی کلب کے لئے کھیلنے کا موقع ملا جس کی کپتانی صلاح الدین خان کر رہے تھے جو ہمارے رشتے دار بھی تھے اور شمالی بھارت میں رانجی ٹرافی کھیلنے کا تجربہ بھی رکھتے تھے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ میری ابتدائی کرکٹ پر قریشی صاحب اور صلاح الدین خان کے گہرے اثرات رہے۔ میری خاصیت یہ تھی کہ میں اپنے اندازوں کے مطابق فیصلے کرنے کا خود ہی عادی تھا اور کسی کا اثر اپنے اوپر قبول نہیں کرتا تھا۔

صحیح معنوں میں آپ کی کرکٹ کو پرواز کس جگہ سے ملی ؟

گورنمنٹ کالج لاہور سے جو پاکستان کا سب سے بہترین کالج کہا جاتا ہے۔ وہاں کھیلوں کا ماحول بڑا سازگار تھا اور کالج کی کرکٹ ٹیم میں مستقبل کے چند عمدہ ٹیسٹ کرکٹرز کے ساتھ ہی کچھ مستحکم کھلاڑی بھی شامل تھے اور میں نے نہ صرف کالج کی کرکٹ ٹیم کی کپتانی کی بلکہ پنجاب یونیورسٹی کی قیادت کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

پچاس کی دہائی میں پاکستان کی ٹیم کیسی تھی' کیا کہیں گے آپ اس بارے میں ؟

میرا خیال ہے کہ وہ ٹیم منظم رانجی ٹرافی ٹورنامنٹ کی پیداوار تھی جس نے بڑے عمدہ نتائج دیئے جبکہ اس کے بعد 60ء کی دہائی میں جو ٹیم سامنے آئی وہ ہمارے اپنے ناقص فرسٹ کلاس نظام کا سبب تھی جس میں مالی مشکلات کا بھی کافی حد تک کردار تھا۔ نارتھ کی ٹیم راولپنڈی بہ مشکل ہی کراچی جا کر کھیلنے کا انتظام کر پائی تھی۔70ء کے عشرے میں جا کر کہیں' قومی کرکٹ میں اتنا شعور آیا کہ کھلاڑی اس میں کھیل کر پالش ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کی قومی ٹیم کو مضبوطی عطا کی۔ ملک کا کرکٹ بورڈ جب مالی اعتبار سے مضبوط ہونے لگا تو ڈومیسٹک کرکٹ میں بھی پیسے کی آمد شروع ہوگئی اور ملک کے منظر پر ابھرنے والے کھلاڑیوں کو ادارتی ٹیموں نے نوکریاں فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا اور کھیل نے یہاں سے ایک ایسی بنیاد پکڑی جس پر آج تک ہماری کرکٹ قائم ہے۔

آپ کی کرکٹ میں ترقی کا عمل کب اور کیسے شروع ہوا ؟

میں نے صرف 18 سال کی عمر میں دورے پر آنے والی ٹیم ایم سی سی کے خلاف فرسٹ کلاس کیریئر شروع کیا مگر میری کارکردگی میں نکھار اس وقت آیا جب آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں نے 1958ء سے 1960ء کے درمیان تین یونیورسٹی میچز میں شرکت کی جہاں دو بھارتی مشہور کھلاڑی منصور علی خان پٹودی اور عباس علی بیگ میرے ساتھی تھے۔اس زمانے میں آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی ٹیمیں کاؤنٹیز کے خلاف سیزن کے ابتدائی عرصے میں 15 کے لگ بھگ میچز کھیلا کرتی تھیں اور ان فرسٹ کلاس میچوں میں کھیل کر اپنی کارکردگی میں بہتری کے مواقع مل جاتے تھے۔ میرے ٹیسٹ کیریئر کا آغاز بہت اچھا تھا اور ابتدائی دو سیریزوں میں میرے 650 رنز پچاس سے زائد کی اوسط سے بنے تھے مگر میں کبھی بھی اپنا ذہن نہیں بنا سکا کہ اس کھیل کو پروفیشن کے طور پر اپناؤں جس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہی تھی کہ اس زمانے میں یہ کوئی کیریئر نہیں تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی صلاحتیں' تعلیم او رسول سروس کی نذر ہوگئیں ؟

1960-61ء میں جب مجھے بھارت کے خلاف سیریز کے لئے طلب کیا گیا تو میں اس زمانے میں سول سروس کے امتحانات میں مشغول تھا اور سلیکٹرز نے یہ رعایت دیدی کہ میں امتحانات ختم ہونے کے بعد ٹیم جوائن کرلوں۔ ممبئی ٹیسٹ کے دوران جب میں ٹیم کو حصہ بنا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں تو سورج تلے کھڑا بھی نہیں ہوسکتا ہوں کیونکہ میں طویل عرصے سے گھر میں بیٹھ کر پڑھائی میں مصروف رہا تھا مگر ٹیم انتظامیہ کے اصرار پر میں نے وہ سیریز کھیلی۔ میرا پسندیدہ اسٹروک کٹ تھا جو کہ میں پوائنٹ کے پیچھے ہی نہیں بلکہ کورز میں بھی کھیل سکتا تھا اور آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں بال کو کٹ کرنے والا اسٹرانگ بیٹسمین تھا۔

آپ کا پسندیدہ گراؤنڈ کونسا تھا ؟

لارڈز ہمیشہ میرا پسندیدہ گراؤنڈ رہا ہے جو قدرے چھوٹا تھا اور شائقین اپنے پسندیدہ کھلاڑیوں کو زیادہ

قریب سے دیکھ سکتے تھے۔ میں نے وہاں پاکستان کی جانب سے ہی نہیں بلکہ آکسفورڈ یونیورسٹی کی جانب سے بھی سینچری بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔

1958ء میں آکسفورڈ بمقابلہ ایم سی سی مقابلہ بھی تو بڑا یادگار تھا ؟

میری آنکھ پر ایک گیند لگ جانے کے باعث شدید چوٹ آئی تھی مگر میرے کپتان جیک بیلے کا بھرپور اصرار تھا کہ میں یونیورسٹی کا وہ پروقار میچ ضرور کھیلوں جو ایم سی سی کے میچ کے فوری بعد تھا۔ جب میں کیمبرج یونیورسٹی کے خلاف میچ میں بیٹنگ کے لئے جانے لگا تو کپتان نے ایک ایسی ترکیب لڑائی کہ میرے آنکھ کھلی رہے مگر سوجن کی وجہ سے یہ چند اوورز کے بعد دوبارہ بند ہوگئی۔ کیمبرج کے کپتان ٹیڈ ڈیکسٹر کو اس بات کا علم تھا جنہوں نے اپنے بالرز سے کہا کہ وہ میری باڈی پر بالنگ کریں' مایوسی کے عالم میں' میں نے شاٹس کھیلنا شروع کردیئے اور اپنی وکٹ گنوادی' دونوں اننگز میں میری خراب بیٹنگ ہی ہماری شکست کا سبب بن گئی۔

اپنی پہلی ٹیسٹ سینچری تو آپ کو اچھی طرح یاد ہوگی ؟

میری پہلی ٹیسٹ سینچری لاہور میں تھی اور وہ میرے کیریئر کا سب سے یادگار لمحہ تھا' لاہور میں میری ساری کرکٹ رہی جہاں میں نے ہر سطح کی ٹیموں کے لئے کھیلا بلکہ میری زیادہ تر کرکٹ ہی لاہور میں تھی اور جب میں نے پہلی ٹیسٹ سینچری بنائی تو شائقین میں میرے کالج اور کلب کے لاتعداد ساتھی بھی موجود تھے۔ میں اپنے خاندان کا ایک سینئر کھلاڑی تھا مگر اپنی مصروفیات کے سبب اپنے کزن ماجد خان اور عمران خان کی نشوونما میں بہ مشکل ہی کوئی کردار ادا کرسکا۔

پھر آپ قومی ٹیم کی قیادت کے عہدے تک کس طرح پہنچے ؟

اگرچہ کہ پاکستان کو62-1961ء میں انگلینڈ کے خلاف شکست کا سامنا کرنا پڑا مگر امتیاز احمد نے ٹیم کی کپتانی عمدگی سے کی۔ جب1962ء میں انگلینڈ ٹور کے لئے کیمپ لگایا گیا تو کرکٹ بورڈ نے مجھے امتیاز احمد اور حنیف محمد کے ساتھ ایک میٹنگ میں طلب کیا۔ میں اس وقت حیران رہ گیا جب سلیکٹرز نے ہمیں اس بات سے مطلع کیا کہ سیریز کے لئے جاوید برکی کو کپتان بنایا جارہا ہے' میں اس کردار کو نبھانے اور عہدہ قبول کرنے میں ہچکچا رہا تھا لیکن مجھے اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی کیونکہ میں اس وقت ایک جونیئر سول سرونٹ تھا جبکہ سلیکشن کمیٹی کے اراکین میرے سینئرز تھے جن کا حکم میں ٹال نہیں سکتا تھا۔

پھر انگلینڈ کے اس دورے پر کچھ بھی اچھا نہیں ہوسکا؟

ہاں ...... پاکستان کے 50ء کے دور میں اُبھرنے والے اکثر ستارے یا تو دھندلا گئے یا اپنے کیریئر کے اختتام کو جا پہنچے۔ ٹیم میں آنے والے نئے لڑکے ان کا بہترین متبادل ثابت نہ ہوسکے جبکہ یہ حنیف محمد کی بھی بہت اچھی سیریز نہیں تھی۔ ان کا اعتماد بکھر چکا تھا اور وہ اننگ کا آغاز کرنے کو بھی تیار نہیں تھے۔ اس کے بعد ہی وہ تقریباً تمام میچوں میں مڈل آرڈر بیٹسمین کے طور پر ہی کھیلے۔ ایک اور اسٹار بیٹسمین سعید احمد کی گھومتی ہوئی گیندوں پر صلاحیت مشکوک ہوگئی اور وہ انگلینڈ میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ بالنگ کا معاملہ بھی قدرے مختلف نہ تھا کیونکہ تیز بالرز میں سب سے زیادہ تجربہ کار محمود حسین اور سب سے زیادہ تیز رفتار محمد فاروق فٹنس کی مشکلات کا شکار ہوگئے اور سیریز کے عین درمیان انہیں واپس پاکستان جانا پڑا۔ تو ر سلیکشن کمیٹی نے بشیر حیدر کو بلانا چاہا جو اس وقت پاکستان میں بہترین سیم بالر تھے لیکن ان کے بجائے فضل محمود کو بھیج دیا گیا۔ یہ ان کے ساتھ کوئی انصاف نہیں تھا کیونکہ اس وقت تک وہ ایک سلو میڈیم لیگ اسپنر ہی رہ گئے تھے جن کو بری طرح سے مار پڑی۔ 50ء اور 60ء کے عشرے میں حنیف محمد پاکستانی بیٹنگ لائن کے مرکزی کردار رہے جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ جب وہ آؤٹ ہوجائیں تو مجموعی اسکور میں 100 رنز جمع کرلئے جائیں جو پاکستان کا حتمی اسکور ہوگا!!

کیا عمران خان بھی آپ کی زیر قیادت کھیل چکے ہیں ؟

وہ میرے انڈر لاہور کی جانب سے کھیلا تھا' جب اس کا فرسٹ کلاس کیریئر شروع ہوا تھا' اس کی ہر گیند بیٹسمین کی طرف گھومتی تھی' ایک مرتبہ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے آؤٹ سوئنگ کرنا سکھادیں' میں نے اس کا جواب دیا کہ ''میں فاسٹ بالنگ کے بارے میں ایک چیز بھی نہیں جانتا ہوں' اگر میں نے تم کو کچھ سکھایا تو تمہارا حال اس سے بھی بدتر ہوجائے گا۔''

70ء کے عشرے میں جنم لینے والے کیری پیکر کرکٹ بحران کے بارے میں کچھ بتائیں ؟

جب کیری پیکر کرکٹ والا واقعہ ہوا تو اس وقت پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق تھے' انہوں نے لاہور میں ایک اجلاس بلایا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کیری پیکر کرکٹ میں شرکت کرنے والے کھلاڑیوں کو1978ء کے دورہ انگلینڈ کے لئے ٹیم میں سلیکٹ کیا جائے یا نہیں؟ میرا موقف یہ تھا کہ یہ پیشہ ور کھلاڑیوں کا حق ہے کہ وہ جس ٹیم کے لئے چاہیں کھیلیں اس کی نمائندگی کریں۔ 1954ء میں پاکستان کے اولین دورہ انگلینڈ پر فاسٹ بالر خان محمد کئی ٹیسٹ صرف اس لئے نہیں کھیل سکے کہ وہ لنکا شائر لیگ میں اپنی ذمہ داریاں پوری کررہے تھے۔ کیری پیکر تو پاکستانی کھلاڑیوں کو انگلینڈ کے ٹور کے لئے ریلیز کرنے پر تیار تھا مگر کرکٹ بورڈ کے صدر چوہدری محمد حسین اور عبدالحفیظ کاردار نے میری مخالفت کی اور پیکر سرکس سے منسلک ہونے والوں کو بھگوڑے قرار دیا۔ صدر پاکستان نے ان کی آرات کو آگے بڑھاتے ہوئے فیصلہ سنایا کہ ''ہمیں سرکس پلیئرز نہیں چاہئے''1978ء میں انگلینڈ جانے والی پاکستانی ٹیم کو بُری طرح مار پڑی تو جنرل ضیاء الحق بری طرح غصے میں آگئے اور انہوں نے دورے کے وسط میں ٹیم تبدیل کرنا چاہی مگر انہیں بتایا گیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا' لہٰذا انہوں نے کرکٹ بورڈ کے خاتمے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کے لئے انہیں ایک ایڈہاک کمیٹی کے سیٹ اپ کی ضرورت تھی جو نیا آئین تشکیل دیتی۔ میں بھی اس کمیٹی کا ایک رکن تھا' میں نے فوری طور پر پیکر بوائز کو واپس بلایا اور پاکستان نے79-1978ء میں بھارت کے خلاف ہوم سیریز میں یادگار کامیابیاں حاصل کیں۔

آپ عالمی کپ1979ء میں قومی ٹیم کے منیجر بن کر گئے تھے ؟

مجھے1979ء کے عالمی کپ میں یہ ذمہ داری دی گئی تو میں ایڈہاک کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے اس سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ پاکستانی ٹیم اس ٹورنامنٹ کی فیورٹ سمجھی جارہی تھی مگر سیمی فائنل میں ہمیں ہاٹ فیورٹ ویسٹ انڈیز کے خلاف سخت مقابلے کے بعد شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جب مجھے قومی ٹیم کی کپتانی دی گئی تو اس وقت بھی پاکستان کے پہلے کپتان عبدالحفیظ کاردار اس کے پیچھے اصل قوت تھے جو پہلے بھی اس بات کی نشاندہی کرچکے تھے۔ اس کے بعد آنے والے اکثر پاکستانی کپتان بہت زیادہ کامیاب نہ رہے اور چونکہ وہ خود آکسفورڈ کے تعلیم یافتہ تھے لہٰذا انہوں نے سوچا کہ میرا آکسفورڈ کا پس منظر ایک اچھی اہلیت ثابت ہوسکتا ہے۔ جب میں1989ء میں قومی سلیکشن کمیٹی کا چیئرمین منتخب ہوا تو اس وقت بھی میں نے یہ عہدہ ہچکچاہٹ کے ساتھ قبول کیا۔ میرے کزن زاہد علی اکبر اس وقت بورڈ کے سربراہ تھے جنہوں نے اصرار کیا تو مجھے ذمہ داری سنبھالنا پڑی مگر میں یہ بات واضح کردوں کہ مجھے اس ٹیم کا چیف سلیکٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس نے عالمی کپ1992ء میں ٹائٹل جیت کر قوم کو جشن منانے کا موقع دیا اور وہ ایک عظیم ترین لمحہ تھا۔

آپ جس عرصے میں چیف سلیکٹر رہے پاکستان کو چند نامور کرکٹرز ملے ؟

1989ء سے لے کر1993ء تک پاکستان کو انضمام الحق' وقار یونس' مشتاق احمد' سعید انور' معین خان اور زاہد فضل جیسے کھلاڑی ملے جنہوں نے اسی دور میں پہلی بار پاکستان انڈر19 یا بی ٹیم کے لئے کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ پاکستان کے کپتان عمران خان ہر دوسرے ہفتے انگلینڈ سے مجھے فون کرکے پوچھنے کے عادی تھے کہ کیا میں نے کوئی نئی صلاحیت تلاش کی ہے۔ جب وہ1990ء میں پاکستان آئے تو یہاں صلاحیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنی مرضی کی ٹیم تیار کریں مگر بعض اوقات میں ان کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا تھا۔ مثال کے طور پر عالمی کپ1992ء کے لئے وہ عامر سہیل کے حق میں نہ تھے جس نے اس وقت تک ٹیسٹ کیریئر شروع نہیں کیا تھا مگر عامر سہیل اس ٹورنامنٹ میں بہت زیادہ کامیاب رہا۔ جب میں نے چیف سلیکٹر کا عہدہ چھوڑا تو اس کے بعد1994ء کے اواخر میں ٹی وی پر خبریں دیکھتے ہوئے مجھے پتہ چلا کہ پی سی بی کو تحلیل کردیا گیا ہے اور میں ایڈہاک باڈی کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہوں۔

ٹی 20 فارمیٹ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

میرا خیال ہے کہ یہ ایک دلچسپ اور نیا فارمیٹ ہے' ہر کھیل کو نئے پن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور کسی نہ کسی طرح سے آپ کو ہر فارمیٹ کے لئے مختلف شائقین کی ضرورت بھی ہے۔ یہ کرکٹ کے کھیل کی خوبصورتی اور مضبوطی ہے کہ اس کے اتنے سارے فارمیٹ ہیں جو کہ دوسرے کئی کھیلوں میں نہیں ہیں۔

پاکستانی کرکٹ کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر وکٹ کو اُڑادوں گا! ذکاء اشرف

بحیثیت چیئرمین کرکٹ بورڈ ذکاء اشرف کی آمد پاکستان کرکٹ کے لئے ایک تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی ہیں اور اس کا ثبوت 2011ء میں پاکستان کرکٹ ٹیم کی ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں تسلسل کے ساتھ کامیابیاں بھی ہیں۔ ذکاء اشرف کی قیادت میں بورڈ اور ٹیم کے معاملات بہتری کی جانب گامزن ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ذکاء اشرف کی کراچی آمد کے موقع پر ان سے ایک انٹرویو بھی رکھا گیا جو کہ قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش ہے۔

بنگلہ دیش کی کرکٹ ٹیم کی پاکستان آمد کے بارے میں آپ کتنے پُر اُمید ہیں؟

ہم نے دورہ پاکستان کے حوالے سے بنگلہ دیش کے تمام تر تحفظات دور کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک نے فول پروف سیکورٹی کی ہمیں مکمل یقین دہانی کرائی ہے بلکہ ہم نے بم پروف گاڑیوں کے لئے اجازت نامہ این او سی بھی حاصل کرلیا ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ بنگلہ دیش کی ٹیم پاکستان کا ٹور ضرور کرے گی۔

پاک بھارت کرکٹ روابط بحالی کے حوالے سے کیا کوششیں کریں گے؟

ہم پڑوسی ملک کے ساتھ کرکٹ تعلقات کو برابری کی سطح پر بحال کرنا چاہتے ہیں میں نے دوطرفہ تعلقات کی بحالی کے لئے کوششیں کی ہیں کیونکہ دونوں ممالک کے کرکٹ شائقین حتیٰ کہ اسپانسرز بھی پاک بھارت کرکٹ کی بحالی چاہتے ہیں میں جانتا ہوں کہ ان تعلقات کی بحالی سے پاکستانی کرکٹ پر کتنے مثبت اثرات مرتب ہوں گے کیونکہ پاکستانی عوام کے لئے بھارت کے خلاف مقابلوں سے زیادہ اہم کچھ نہیں بھارت کرکٹ بورڈ نے تعلقات کی بحالی کے لئے ہماری تجاویز مسترد کردی ہیں پاک' بھارت کرکٹ کا معاملہ صرف کرکٹ انتظامیہ کی سطح پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں حکومتیں بھی ملوث ہوتی ہیں۔ بھارتی کرکٹ بورڈ نے ہمارے جواب میں کہا کہ انہوں نے دوطرفہ سیریز کی منصوبہ بندی کی اجازت کی خاطر متعلقہ وزارتوں کو خط لکھا ہے بالکل اسی طرح اس ضمن میں ہم نے بھی اپنی وزارت خارجہ سے گفتگو کی ہے مجھے امید ہے کہ اس ضمن میں مثبت پیش رفت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارتی بھی ہمارے ساتھ کرکٹ کھیلنا چاہتے ہیں بحیثیت چیئرمین کرکٹ بورڈ میں صرف بھارت ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام کرکٹ بورڈز کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہوں۔

نئے کوچ کی تقرری کے حوالے سے لابنگ کی گئی؟

میں قومی کرکٹ ٹیم میں لابنگ کرنے والے حلقوں کو نہیں جانتا اور نہ ہی انہیں روک سکتا ہوں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ میں جس لائن اور لینتھ پر بالنگ کررہا ہوں وہ پاکستان کرکٹ کو عروج کی جانب جانے سے روکنے والے ہر شخص کی وکٹ اڑا کر رکھ دے گی۔

اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں ملوث کھلاڑیوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟

کوئی کتنا باصلاحیت کیوں نہ ہو لیکن ملک کی بدنامی کرنے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ محمد عامر کی کرکٹ باقی ہو لیکن ان کی واپسی بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی شرائط سے مشروط ہوگی آئی سی سی کی جانب سے 5 سالہ پابندی بھگتنے کے بعد محمد عامر کو طویل مشاورت کی بھی ضرورت ہوگی۔ ماضی میں جو کچھ ہوا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں میں اب سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہوں کھلاڑیوں کو ہر قسم کی مراعات دی جائیں گی لیکن ڈسپلن پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا کھلاڑیوں کو واضح پیغام دیدیا گیا ہے کہ وہ کھیل کے میدان میں پاکستانی پرچم کو بلند رکھیں ان کو اگر کوئی مسئلہ ہے تو ان کے مفادات کا تحفظ کرکٹ بورڈ کرے گا۔

مصباح الحق کی عمر کافی ہوچکی ہے لیکن آپ نے ان کے نائب کی تقرری نہیں کی؟

مصباح الحق ذہین اور اعصاب والے کپتان ہیں وہ کبھی دباؤ میں نہیں آتے اگر ٹیم دباؤ میں بھی ہے تو مصباح الحق دباؤ میں نہیں آتے۔ وہ پوری ٹیم کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں ہمیں اندازہ ہے کہ ان کی عمر 38 سال ہونے والی ہے اس لئے انگلینڈ کی سیریز کے بعد پاکستانی ٹیم میں نائب کپتان کی تقرری بھی کی جائے گی۔ مستقل کوچ کی تقرری کے بعد مصباح الحق کے ساتھ ان کا نائب بھی رکھا جائے تاکہ مستقبل کے کپتان کی حیثیت سے کھلاڑی کو گروم کیا جاسکے۔ فی الحال مصباح الحق کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں میں ان کی کپتانی سے پوری طرح مطمئن ہوں۔

اعجاز بٹ نااہل ایڈمنسٹریٹر تھے آپ نے انہیں ہیرو کے انداز میں رخصت کیا؟

میں غلط روایتوں کو پروان چڑھنے نہیں دیتا اس بات کا فیصلہ میڈیا اور شائقین کریں گے کہ کون اہل ہے یا نااہل؟ میرے لئے بہت محترم ہیں' اگر کسی نے پاکستانی کرکٹ بورڈ کو نقصان پہنچایا ہے یا تنہا کردیا ہے تو اس کا محاسبہ عوام کریں گے۔ اعجاز بٹ کو الوداع کہہ کر میں نے مثبت روایات کو فروغ دیا ہے۔ پی سی بی کے تمام سربراہ میرے لئے محترم ہیں ہر ایک کی اپنی مصروفیت ہے تاہم پاکستان کرکٹ بورڈ کی بہتری کے لئے اگر مجھے ان سے تعاون ملا تو ان کی مدد ضرور حاصل کروں گا دراصل سب لوگوں کا مقصد یہی ہے کہ پاکستان کرکٹ کو بلندیوں کی طرف لے جایا جائے۔

کے سی سی اے کے ساتھ تعلقات سابقہ بورڈ کے اچھے نہیں رہے؟

کراچی سٹی کرکٹ ایسوسی ایشن ملک کی سب سے بڑی ایسوسی ایشن ہے ان کے ساتھ میں اپنے تعلقات مضبوط بنانا چاہتا ہوں' کے سی سی اے کے سیکریٹری اعجاز فاروقی نفیس انسان ہیں میری ان سے ملاقات ہوئی ہے ان کا کیس میرٹ پر حل کرکے یہ تنازعہ بھی ختم کردیا جائے گا میں زیادہ تنازعات کے حق میں نہیں ہوں ہر شخص کو انصاف ملے گا تاہم غلط کام کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

اندرون سندھ گراؤنڈز کی حالت ناگفتہ بہ ہے؟

بالکل آپ درست کہہ رہے ہیں میرا تعلق حیدرآباد سے ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں اس حوالے سے ریجنز کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی۔ جنرل توقیر ضیاء کے دور میں پی سی بی نے جو گراؤنڈ بنا کر دیئے تھے ان کے بارے میں بھی اطلاعات ہیں کہ وہ خراب حالت میں ہیں میں نے اس بار صرف کراچی اور حیدرآباد میں قیام کیا ہے سندھ کے دیگر گراؤنڈز پر تفصیلی رپورٹ تیار کرکے ان کی حالت بہتر بنائی جائے گی پی سی بی کثیر سرمائے سے اگر کسی کو گراؤنڈ بنا کر دیتی ہے تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان گراؤنڈز کی دیکھ بھال کرے۔ کرکٹ کا پیسہ کرکٹ پر خرچ ہوگا کسی کو پیسہ ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ریجن کو چاہئے کہ وہ گراؤنڈز کھیل کے لئے استعمال کرے۔ نیاز اسٹیڈیم حیدرآباد میں فلڈ لائٹس لگوانے کا فیصلہ کیا ہے نیشنل اسٹیڈیم کراچی کو بنگلہ دیش کے خلاف میچ سے قبل اصل حالت میں بحال کیا جائے گا۔

کرکٹ کھیلنے کا شوق بھی آپ کو رہا ہے؟

میں نے اسکول کے زمانے میں کرکٹ کھیلی ہے صادق پبلک اسکول بہاولپور میں کرکٹ کھیل کر شوق پورا کیا۔ فضل محمود اور خان محمد اپنے زمانے کے مانے ہوئے فاسٹ بالر تھے دونوں میرے ہیرو تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں خود بھی فاسٹ بالر تھا۔ خان محمد سے متاثر ہو کر میں نے اپنے بیٹے کا نام خان محمد رکھا۔ بیٹنگ میں ظہیر عباس میرے آئیڈیل تھے۔ میں نے اپنی شوگر مل میں مختلف کھیلوں کی ٹیمیں بنائی ہوئی ہیں زرعی ترقیاتی بینک میں بھی میں نے کھیلوں کو فروغ دیا۔

2015ء کا ورلڈ کپ کھیلنا ہدف ہے...... کائل ملز

کائل ڈیوڈ ملز کیویز ٹیم کے پیس اٹیک کا ایک اہم مہرہ ہے 32 سالہ کیل ملز کو ون ڈے انٹرنیشنل میچز میں زیادہ آزمایا گیا 130 ون ڈے میچز کی نسبت اسے محض 19 ٹیسٹ جبکہ 23 ٹی ٹوئنٹی میں کیویز کی نمائندگی کا موقع ملا۔ 2001ء میں ون ڈے انٹرنیشنل کیریئر کا آغاز کرنے والے فاسٹ بالر کو ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی صلاحیتیں منوانے کے لئے 3 سال کا عرصہ لگا' جبکہ 2004ء میں انگلینڈ کے خلاف اسے طویل طرز کی کرکٹ میں موقع دیا گیا۔ وہ ون ڈے انٹرنیشنل میں وکٹوں کی ڈبل سنچری سے محض 8 وکٹوں کی دوری پر رہا۔ جبکہ ٹیسٹ میں وکٹوں کی نصف سنچری بنانے کے لئے اسے مزید 6 شکار درکار تھے۔ مارچ 2009ء میں اسے اپنا آخری ٹیسٹ کھیلنے کا موقع ملا۔ کائل ملز کی بدقسمتی یہ رہی کہ اسے کیریئر کے اوائل میں انجریز کا شکار بننا پڑا اور اس دوران شین بانڈ' ائن بٹلر اور جیکب اورم نے اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ٹیم میں اپنی جگہ مستحکم کر لی۔ ٹیم میں مستقل اِن اور آؤٹ میں جتلا رہنے والے اس کیوی بالر سے کی گئی گفتگو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

ایک طویل عرصے تک اوڈی آئیز میں اسپیشلسٹ بالر سمجھا جاتا رہا ؟ کیا وجہ تھی ؟

بنیادی طور پر تو یہی وجہ تھی کہ میں ون ڈے انٹرنیشنل میں زیادہ اچھی کارکردگی دیتا رہا اور مجھے زیادہ تر محدود اوورز کی کرکٹ میں موقع دیا جاتا رہا جب مجھے ٹیسٹ کرکٹ میں موقع ملا تو میں اچھی خاصی تعداد میں ون ڈے انٹرنیشنل میچز کھیل چکا تھا۔ ون ڈے انٹرنیشنل میچز میں بھی اچھی پرفارمنس تسلسل سے دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اگر میں ایسا کر رہا تھا تو یہ میرے لئے قابل فخر بات تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آج بھی بہتری کے معیار کو قائم رکھا ہوا ہے۔

فاسٹ بالرز کی موجودگی کرکٹ میں بہت زیادہ انجریز کی کیا وجوہات ہیں ؟

سب سے اہم بات تو بہت زیادہ کرکٹ کھیلا جاتا ہے جو کہ فاسٹ بالرز کے لئے کافی مشکل کا سبب ہے فاسٹ بالنگ سب سے زیادہ غیر قدرتی امر ہے خاص طور پر اس مرحلے پر جبکہ انٹرنیشنل لیول کی کرکٹ کھیل رہے ہوں بہت زیادہ کرکٹ فاسٹ بالرز کو زیادہ جلدی تھکاتی ہے البتہ کرکٹ میں توازن رہنا چاہئے۔ آپ خود دیکھ لیں اب بیشتر کھلاڑی ٹیسٹ کرکٹ سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں جبکہ کچھ کھلاڑی صرف ٹیسٹ کھیل رہے ہیں کیریئر کے اختتام پر ہر کھلاڑی یہ دیکھتا ہے کہ اس کے لئے کون سے فارمیٹ کی کرکٹ اب بہتر رہے گی۔ اور شہرت قائم رکھنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے میں یہ نہیں دیکھتا کہ کون سا کھلاڑی کیا منتخب کر رہا ہے اور میں آگے بھی دیکھ رہا ہوں کہ بہت زیادہ کرکٹ ابھی مزید کئی کھلاڑیوں کو فٹنس مسائل سے دوچار کرتی رہے گی ایسی صورت میں ان کے پاس صرف ایک آپشن رہ جاتا ہے کہ وہ کسی ایک فارمیٹ کا انتخاب کر لیں۔

آپ ذاتی طور پر کس فارمیٹ کی کرکٹ پسند کرتے ہیں ؟

مجھے تو ٹیسٹ کرکٹ بہت زیادہ پسند ہے اور یہ اس کی اصل روح ہے ہر کھلاڑی کی صلاحیتوں' ٹمپرامنٹ اور فٹنس کا پتہ اس لیول کی کرکٹ سے چلتا ہے اگر یہاں کامیاب رہے تو پھر ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی دونوں میں کامیاب رہیں گے۔

دیگر بالرز کی طرح آپ کا بھی کیریئر کی ابتداء کرتے وقت کوئی آئیڈیل بالر رہا ؟

اس کا تو بہت آسان جواب ہے کیویز کی زمین سے ابھرنے والے ہر فاسٹ بالر کا آئیڈیل اب صرف رچرڈ ہیڈلی ہوتا ہے میں نے بھی سر رچرڈ ہیڈلی کی وڈیوز دیکھ کر بہت کچھ سیکھا میں انہیں نیوزی لینڈ کا سب سے بہترین فاسٹ بالر سمجھتا ہوں جو کہ نیوزی لینڈ سے اب تک کھیل چکے ہیں اور نئے آنے والے بالرز کو بھی انہیں دیکھ کر کچھ سیکھنا چاہئے۔

کس بیٹسمین کو گیند کراتے ہوئے فخر محسوس ہوا ؟

بلاشک و شبہ سچن ٹنڈولکر کو' ان کے ریکارڈز دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ کس قدر عظیم بیٹسمین ہیں مجھے انہیں گیند کراتے ہوئے کافی مشکلات کا سامنا رہا۔ صرف میرے لئے نہیں دنیا کے ہر بالر کے لئے وہ چیلنج بنے رہتے ہیں۔

پاکستانی کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے کیسا محسوس کرتے ہیں ؟

پاکستانی کھلاڑیوں کے ساتھ کھیل کر ہم بہت انجوائے کرتے ہیں وہ اچھے کھلاڑیوں کی ایک بہترین ٹیم ہے جن میں دو یا تین کھلاڑی تو ورلڈ کلاس کھلاڑی ہیں' خاص طور پر سعید اجمل کا ذکر کرنا چاہوں گا جب وہ مجھے ''دوسرا'' گیند کراتے تھے تو میں اس کو سمجھنے کی کوشش ہی کرتا رہ جاتا تھا صرف گراؤنڈ میں ہی نہیں گراؤنڈ سے باہر بھی میں پاکستانی کھلاڑیوں سے ملاقاتیں کرتا رہا اور ان سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن پاکستانی کھلاڑیوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کبھی وہ دیوار چین ثابت ہوتے ہیں تو کبھی ریت کا ڈھیر بن جاتے ہیں انہیں اس خامی پر قابو پانا ہوگا۔

2015ء کا ورلڈ کپ آپ کے ہوم گراؤنڈ پر ہے کیا اس میں شرکت کرنے کا عزم ہے ؟

میں یقینی طور پر 2015ء کا ورلڈ کپ کھیلنا چاہوں گا کیونکہ یہ میرے اپنے ہوم گراؤنڈ پر ہوگا لیکن اس کا تمام تر انحصار میرے جسم پر ہے وہ کس حد تک میرا ساتھ دیتا ہے۔ ہر سیزن کے بعد میں اپنی فٹنس کا جائزہ لیتا رہوں گا اور میرا ہدف تو 2015 کے ورلڈ کپ میں شرکت ہی ہے کیونکہ اتنے بڑے ایونٹ میں جو کہ آپ کے اپنے میدانوں میں ہو رہا ہو اپنی ٹیم کی نمائندگی ایک اعزاز ہوگا مجھے 1992ء کا ورلڈ کپ یاد ہے جو کہ ہمارے گراؤنڈز پر ہوا تھا ہماری ٹیم پورے ٹورنامنٹ میں اچھا کھیلی لیکن آخری میچ میں پاکستان نے ہمیں ناک آؤٹ کر دیا' انضمام الحق کی جارحانہ اننگز آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے اس وقت میں بہت کم عمر تھا لیکن میرے جذبات ورلڈ کپ کے حوالے سے بہت زیادہ تھے۔ دیکھتے ہیں اب قسمت ہمارا کہاں تک ساتھ دیتی ہے۔

> کیویز کی زمین سے اُبھرنے والے ہر فاسٹ بالر کا آئیڈیل اب صرف رچرڈ ہیڈلی ہوتا ہے میں نے بھی سر رچرڈ ہیڈلی کی وڈیوز دیکھ کر بہت کچھ سیکھا

کائل ملز

میں کھیل کے ہر لمحے سے انجوائے
کرتا ہوں...... مہندرا سنگھ دھونی
SAHARA

2004ء میں اپنے ون ڈے کیریئر کا آغاز کرنے والے مہندر اسنگھ دھونی نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ وہ 7 سال بعد اپنی ٹیم کو عالمی چیمپئن بنانے والا کپتان بھی ثابت ہوگا۔ جارحانہ مزاج رکھنے والا مہندر اسنگھ دھونی اس وقت بخوبی اپنی ٹیم کی قیادت کے فرائض سنبھالے ہوئے ہے۔ 66 ٹیسٹ' 196 ون ڈے انٹرنیشنل اور 28 ٹی ٹوئنٹی میچوں کا تجربہ رکھنے والا مہندر اسنگھ دھونی وکٹوں کے عقب میں محفوظ کھلاڑی تصور کیا جاتا ہے۔ سات سال قبل کولکتہ کی کلب کرکٹ کھیلنے والا یہ کھلاڑی جو کہ لمبی ہٹیں لگانے کا ماہر سمجھا جاتا تھا کسے پتہ تھا کہ دو ماہ کے اندر یہ بھارتی ٹیم کی نمائندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اپنے پانچویں میچ میں اس نے پاکستان کے خلاف 148 رنز کی باری کھیل کر یہ ثابت کردکھایا کہ اس پر اعتماد کرنا بے جا نہ تھا آسٹریلیا کے خلاف دوسرے ٹیسٹ کے اختتام تک وہ 36 ٹیسٹ میچوں میں قیادت کرتے ہوئے 17 فتوحات حاصل کرچکا تھا جو کہ سارو گنگولی کی 21 فتوحات کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں۔ وہ سب سے زیادہ ٹیسٹ میچوں میں قیادت کرنے والا بھارتی کپتان بھی ہے جبکہ تیسرا بھارتی کپتان ہے جسے 100 سے زائد میچوں میں قیادت کا اعزاز حاصل ہے' محمد اظہر الدین 174' سارو گنگولی 146 اور مہندر اسنگھ دھونی 112 میچوں میں قیادت کرچکا ہے۔ بھارتی ٹیم کے 31 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں سے 27 میں وہ قیادت کرچکا ہے اور 12 فتوحات حاصل کیں۔ 30 سالہ بھارتی کپتان ابھی مزید کامیابیوں کا منتظر ہے۔ دورہ آسٹریلیا میں بھارتی قائد سے کی گئی گفتگو کا احوال پیش ہے۔

تم نے کبھی سوچا تھا کہ 2011ء کا اختتام ورلڈ چیمپئن کپتان کی حیثیت میں کروگے ؟

ایک مشکل چیلنج تھا جو کہ ہم عبور کرچکے ہیں ورلڈ کپ کے آغاز سے قبل اکثریت کا خیال یہی تھا کہ ہم ورلڈ کپ جیت جائیں گے کیونکہ ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ہم اس کے میزبان تھے۔ لیکن اگر آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو کبھی بھی میزبان ملک اس ایونٹ کو جیتنے میں کامیاب نہ ہوسکا تھا ہم نے اس روایت کو توڑا۔ حالانکہ ایونٹ سے قبل کھلاڑیوں پر خاصا دباؤ تھا ہمیں زیادہ فکر کھلاڑیوں کی فٹنس کے متعلق بھی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ منتخب 15 کھلاڑی اگر اپنی پوری صلاحیتوں سے کھیلے تو پھر ہمیں ورلڈ کپ جیتنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن اس کے لئے دباؤ سے خود کو باہر نکالنا ضروری تھا۔ آسٹریلیا کے خلاف کوارٹر فائنل میچ شائقین اور ماہرین کے نزدیک ایونٹ کا سب سے بڑا مقابلہ تھا پھر اس کے بعد سیمی فائنل میں پاکستان کے خلاف ایک جنگ تھی مجھے یاد ہے کہ دوران سفر ہمیں یہ جملے بھی سننے کو ملے کہ پاکستان سے سیمی فائنل جیت جاؤ بے شک فائنل نہ جیتو ہمیں پرواہ بھی نہیں ہوگی۔ پھر جب ہم نے سیمی فائنل میں کامیابی حاصل کی تو کھلاڑی بہت زیادہ پُر اعتماد اور ہلکے ہوچکے تھے کہ اب فائنل میں ہار بھی گئے تو پریشانی کی بات نہیں ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دباؤ ہوتا ہے جو کھلاڑیوں کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ دوران میچ آپ کے چہرے پر کسی قسم کے دباؤ کے تاثرات دیکھنے میں نہیں ملتے کیا یہ یوگا وغیرہ کرنے کی وجہ سے ہے ؟

میں کھیل کے ہر لمحے سے انجوائے کرتا ہوں اکثر اوقات یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کیا چیز درست اور غلط سمت میں جارہی ہے ایسا صرف سیریز ہارنے کی صورت میں نہیں بلکہ جیتنے کی صورت میں بھی تجزیہ کرنا پڑتا ہے جب آپ یہ اندازہ کرلیں کہ ایسی کون سی جگہ ہے جہاں آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے تو آپ کامیابی کی طرف قدم بڑھانا شروع کرچکے ہیں۔ آپ انگلینڈ کے خلاف سیریز کو دیکھیں جہاں ہمیں بہت سے کھلاڑیوں سے انجری کے باعث محروم ہونا پڑا۔ پہلے ہی میچ میں ظہیر خان ان فٹ ہوئے پھر دوسرے ٹیسٹ میں ہربھجن سنگھ اور گوتم گمبھیر بھی پہلے میچ میں انجرڈ ہوگئے یہ تمام باتیں ٹیم کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

لیکن ورلڈ کپ میں فتح کے بعد پہلی دفعہ آپ کے چہرے پر جذباتی تاثرات دیکھنے کو ملے ؟

دیکھیں یہ ایک بہت بڑی فتح تھی جو کہ ہم نے بھارتی کرکٹ کے لئے حاصل کی ہم اس وقت اعلیٰ معیار کی کرکٹ کھیل رہے تھے ہم سب کی یہ تمنا تھی کہ ہم فاتح ورلڈ چیمپئن ٹیم کا حصہ بنیں کیونکہ ہم نے 28 سال قبل یہ اعزاز حاصل کیا تھا اور یہ بہت بڑا دورانیہ ہوتا ہے 28 سال بعد ہم ورلڈ چیمپئن بنے اور 2011 میں ہر ایک بھارتی کی یہی خواہش تھی کہ ورلڈ کپ ہمارے پاس ہو آپ اس سے اندازہ کرلیں کہ جب ورلڈ کپ ڈریسنگ روم میں آیا تو ہماری ٹیم کا ہر کھلاڑی حتیٰ کہ آفیشلز تک کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ہر ایک بس خوشی سے چلائے جارہا تھا کچھ پتہ نہیں تھا کون کیا کہہ رہا ہے۔

کیا آپ بھی خوشی سے چیخ رہے تھے ؟

بالکل میرے تاثرات ان سے علیحدہ نہیں تھے' اگر آپ اس کی وڈیو دیکھیں تو معلوم ہوجائے گا کہ اس وقت ہمارے لئے جذبات پر قابو پانا کتنا مشکل کام تھا میں نے خود پر جلدی قابو پایا میں تیزی سے ڈریسنگ روم تک رسائی چاہتا تھا میں نے دیکھا کہ دو کھلاڑی بھاگتے ہوئے میری طرف آرہے تھے اور رو رہے ہیں اچانک پتہ نہیں مجھے کیا ہوا کہ میں نے بھی چیخنا شروع کردیا۔ میں نے صرف یہ دیکھا کہ انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ یہ ایک فطری ردعمل تھا آپ وڈیو میں دیکھ سکتے ہیں کہ آنسو میری آنکھوں سے رواں تھے اور ہر کھلاڑی چیخ رہا تھا۔

آپ نے بے شمار ایوارڈز حاصل کئے کیا کبھی سوچا تھا کہ آپ ایک دن بھارت کا ایک معروف چہرہ بن جائیں گے ؟

میں اپنے مستقبل سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں جب میں اپنے اسکول کی ٹیم میں کھیلتا تھا تو میرا ایک ہی مقصد تھا کہ اپنے ڈسٹرکٹ کی انڈر 16 اور اس کے بعد انڈر 19 ٹیم میں سلیکٹ ہوجاؤں جب میں انڈر 16 میں سلیکٹ ہوا تو میری نگاہیں اگلے مرحلے پر مرکوز تھیں کہ اب میں اپنے ضلع کی ٹیم سے کھیلوں۔ میں سچ بتا رہا ہوں کہ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میں اپنے ملک کی نمائندگی کرسکوں گا اور آج میں اپنی قومی ٹیم کی قیادت کررہا ہوں۔ میں نے کبھی
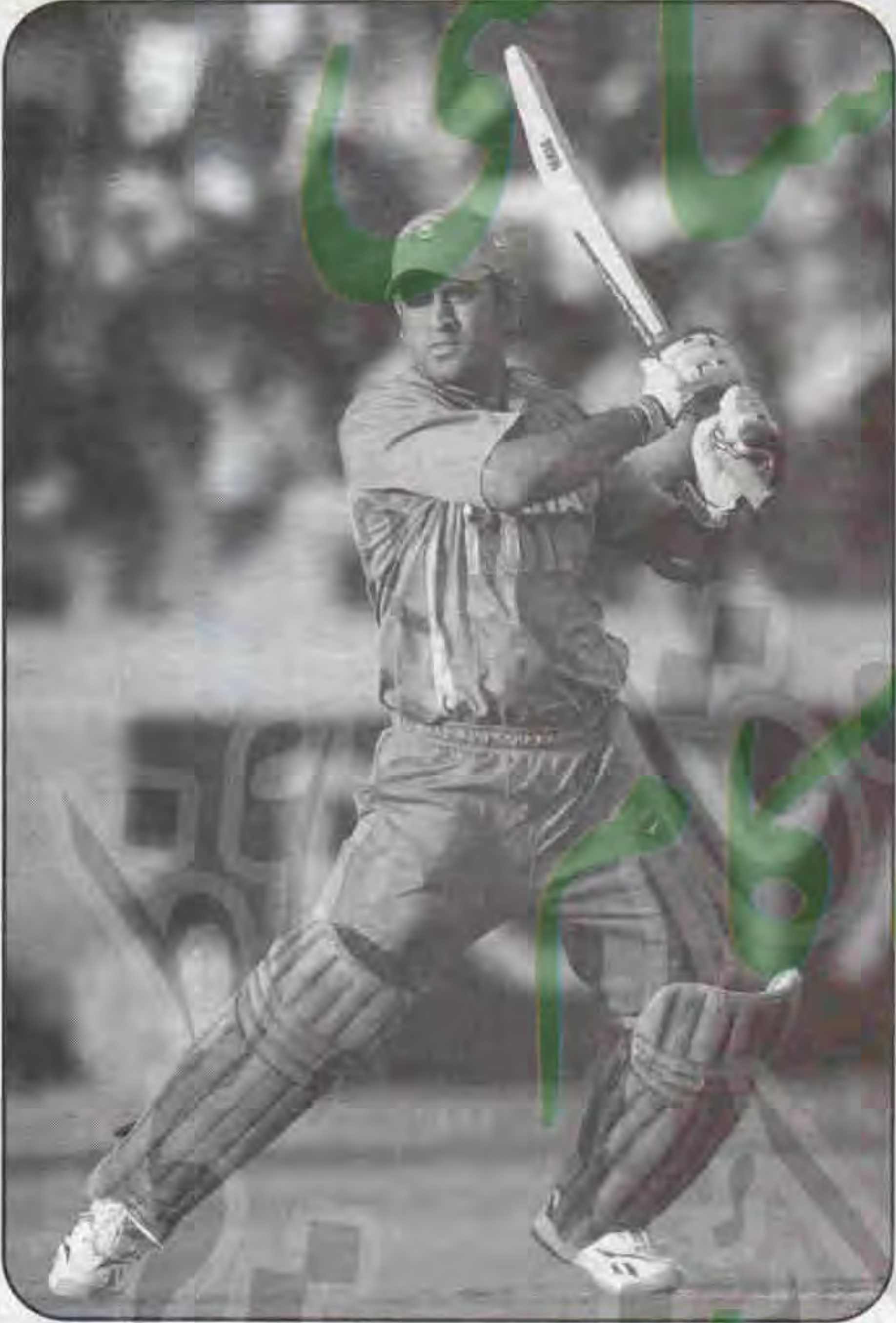
نہیں سوچا تھا کہ مجھے اتنی شہرت ملے گی میں ہمیشہ لمحات میں رہتا تھا لیکن بہت زیادہ محنت میرا شیوا تھی۔ مجھے یہ تک نہیں پتہ کہ ٹیم کی میٹنگ میں مجھے منتخب کرلیا گیا ہے میں سوچتا تھا کہ یہ مجھے سلیکٹ کریں گے تو یہ کیا چیز دیکھ کر منتخب کریں گے میں یہ نہیں کرسکتا تھا کہ سلیکٹرز کے پاس جاکر دباؤ ڈالوں کہ مجھے منتخب کرو۔ یہی وجہ تھی کہ جب مجھے بھارت اے کی جانب سے منتخب نہیں کیا گیا تو میں قطعاً افسردہ نہیں ہوا تھا۔

کیا سمجھتے ہو کون ایسا شخص ہے جس نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا ؟

بہت سارے لوگ ہیں کیونکہ ہر چھوٹی چیز کامیابی میں شمار کی جاتی ہے سب سے پہلے تو میرے والدین تھے جنہوں نے میرے کھیلنے پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہیں لگائی اس کے بعد انتظامیہ کا کردار اہم ہے میں گرمی ہو یا سردی چھ' چھ گھنٹے کرکٹ کھیلتا تھا اور میرے والدین نے کبھی مجھے نہیں روکا۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ تم نہیں کھیلو گے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ انجوائے کرو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حوصلہ افزائی بھی میرے کیریئر میں اہم ثابت ہوئی اس کے علاوہ میں ہر اس دوست اور شخص کا ممنون ہوں جس نے میرے کیریئر کے خراب ایام میں میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور میری حوصلہ افزائی کی۔

تم نے پچھلے سال ہی شادی کی اور اگلے سال ورلڈ کپ جیتا کیا چیز مشکل تھی ورلڈ کپ جیتنا یا شادی کرنا ؟

میں سمجھتا ہوں کہ دونوں اپنی جگہ بہت مشکل کام تھے' کیونکہ ایک دم سے کوئی آپ کی زندگی کے ساتھ منسلک

ہوجائے اور 24 گھنٹے میں سے اسے بھی آپ کے لئے ایڈجسٹ کرنا ہو جبکہ وہ آپ کی بھرپور توجہ چاہتی ہو بہت مشکل کام ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ابتدائی 6 ماہ میں تو ہم ایک دوسرے سے انڈراسٹینڈنگ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے شادی کے بعد ویسے بھی طرز زندگی تبدیل ہوجاتا ہے اس لئے یہ بھی ایک مشکل کام ہے۔

جب کرکٹ نہ کھیل رہے ہوں تو کیا کرکٹ سے متعلق سوچتے ہیں؟

جب میں کرکٹ نہ کھیل رہا ہوں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ کھیل سے منسلک رہا جائے کیونکہ یہ ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب آپ وقفے کے بعد دوبارہ کرکٹ کھیلنے میدان میں آتے ہیں اس لئے خود کو فارغ وقت میں بھی کرکٹ سے جڑے رہنا پڑتا ہے۔ ویسے بھی اگر ہمیں سات آٹھ دن گھر رہنا پڑے تو تیسرے یا چوتھے دن ہی ہمیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہم کچھ بور نہیں ہوگئے۔ کرکٹ ہماری زندگی کا ایک اہم عنصر بن جاتا ہے اس لئے اس سے علیحدہ ہوکر بھی ہم اس سے منسلک رہتے ہیں۔

جب گھر پر ہوتے ہیں تو کیا کام کرتے ہیں ؟

میں رانچی جانا زیادہ پسند کرتا ہوں وہاں میں نے 3 کتے پالے ہوئے ہیں ان کے ساتھ کچھ وقت گزارتا ہوں میں سیریز جیتوں یا ہاروں ان کا رویہ میرے ساتھ ایک جیسا ہوتا ہے اور ان کے ساتھ وقت گزار کر میں بہت ریلیکس ہوجاتا ہوں صبح دیر سے اٹھتا ہوں اور اٹھنے کے بعد اپنی موٹر بائیک کی صفائی کرتا ہوں' رانچی میں میری کئی موٹر سائیکل ہیں میں اپنی فیملی اور والدین کے ہمراہ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کرتا ہوں میرے والدین میرے بہت اچھے دوست بھی ہیں' میں موٹر سائیکل پر دوستوں کے ہمراہ سواری کرتا ہوں' جہاں میں لنچ اور ڈنر بھی اکثر ان کے ساتھ کرتا ہوں جو کہ عموماً سڑک کے کنارے بنے ہوٹلوں کا ہوتا ہے یہ میری وقت گزاری کے پسندیدہ مشاغل ہیں اور یہی مشاغل میری زندگی میں مسرت لاتے ہیں۔

ورلڈ کپ ایونٹ کے دوران کب احساس ہوا کہ اب آپ ٹیم کو ورلڈ چیمپئن بنواسکتے ہیں ؟

پورے ایونٹ میں ہماری ٹیم کی مثبت سوچ تھی کہ جس قسم کی محنت ہم کررہے ہیں کامیابی سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا ہم دو ڈھائی سال سے ون ڈے میں متاثر کن کارکردگی دے رہے تھے ہمارے لئے سب سے بڑی فکر انگیز بات یہ تھی کہ ہمارے دو اہم کھلاڑی انجری کا شکار تھے جس سے ہمیں تھوڑی بہت پریشان ہوئی اور اس وقت زیادہ پریشانی تھی جبکہ ورلڈ کپ ہم سے 2 میچوں کے فاصلے پر تھا ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے ان چیزوں کو معمولی لیا اور بہت جلدی ان پر قابو پالیا ورنہ 80 فیصد لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید اب ہم ورلڈ چیمپئن نہ بن سکیں۔

آپ کا ہر اسٹروک ویسے تو مختلف ہوتا ہے لیکن ایک اسٹروکس "ہیلی کاپٹر اسٹروک" کہلاتا ہے کیا خاص پریکٹس کی تھی ؟

دراصل میں ٹینس بال سے بہت زیادہ کھیلتا رہا ہوں' ہم 16 یا 18 گز کی پچ پر کھیلا کرتے تھے جہاں لان ٹینس کی گیند استعمال کرتے تھے جہاں بالر ہر وقت یارکر کرانے پر زیادہ توجہ رکھتا تھا اس مرحلے پر میرا ہیلی کاپٹر والا اسٹروک گیند کو چھکے کی صورت میں تبدیل کرتا تھا کیونکہ ٹینس بال پر آپ مڈل میں اسٹروکس نہیں کھیل سکتے۔ اسٹروکس کھیلنے میں اگر بیٹ کے اوپری حصے کا استعمال عمدگی سے کیا جائے تو آپ اچھا کھیل سکتے ہیں اور یہ اسٹروک زیادہ تر باؤنڈری سے باہر جاکر گرتا ہے۔

لیکن یارکر گیند کو چھکے میں تبدیل کرنا مشکل کام ہے آپ نے اس کی خاصی پریکٹس کی ہوگی!

نہیں میں نے کوئی پریکٹس نہیں کی شاید مجھ میں یہ قدرتی صلاحیت ہے میں اسے صرف گیم کے دوران استعمال کرتا ہوں اور اسے تاحال بھلا نہیں سکا۔ میں اس کی وجہ سے اپنے بائیں ٹخنے پر کافی گیندیں بھی کھا چکا ہوں' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں بہتری اور پختگی آتی گئی میں نے اب کچھ کھلاڑیوں کو دیکھا ہے جو کہ میرے اس اسٹائل کو کاپی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بائیں ٹخنے پر گیندیں کھاتے ہیں تب میں کہتا ہوں کہ "کوئی مسئلہ نہیں" لگے رہو میں بھی شروع میں ایسے ہی گیندیں کھاتا تھا۔

آپ وکٹ کیپر ہیں بیٹسمین ہیں کپتان ہیں کیا کبھی تھکے نہیں اور یہ نہیں سوچاکہ مجھے آرام دیا جائے میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایک ماہ کا وقت گزارنا چاہتا ہوں ؟
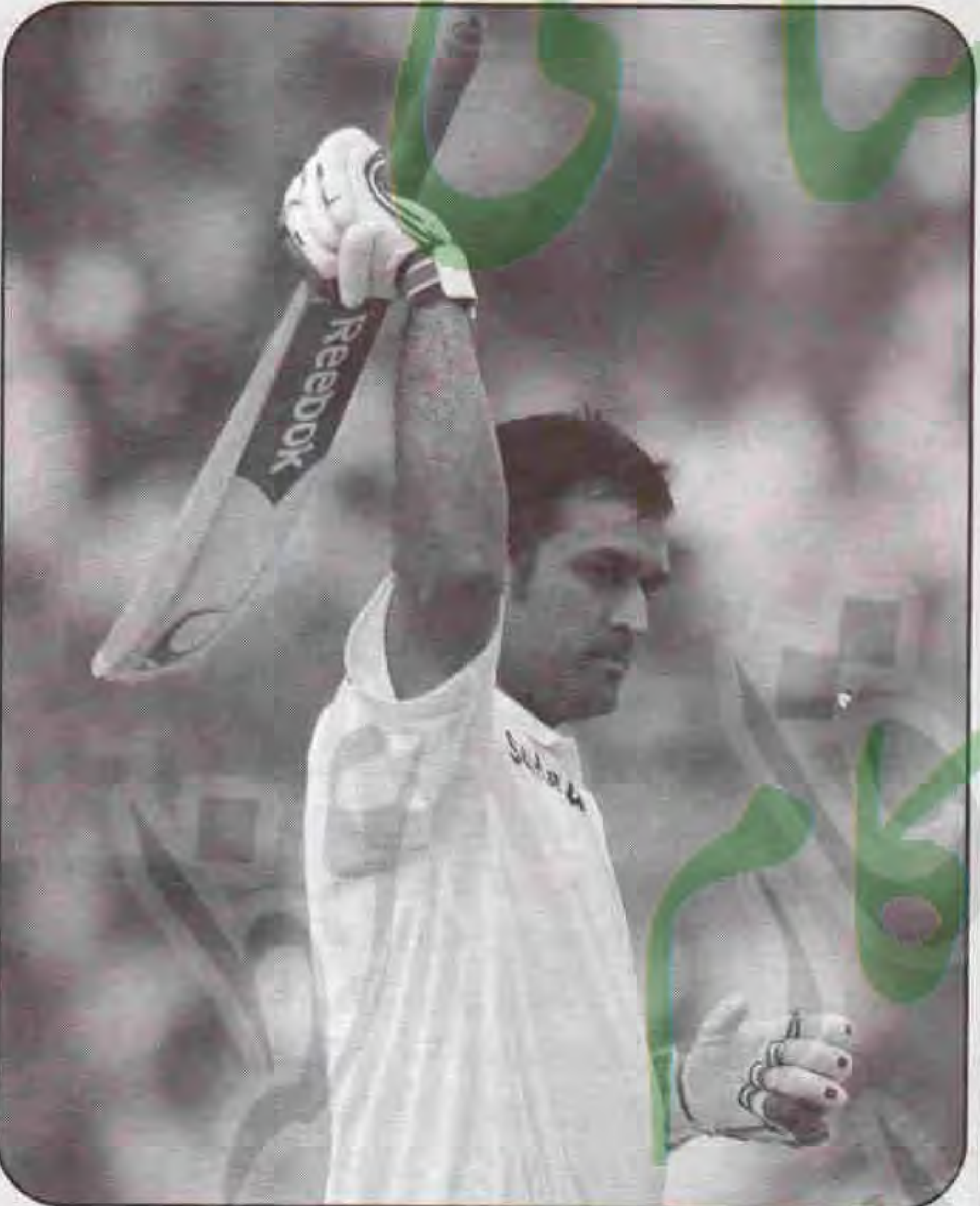
ہاں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ اب ہم تھک گئے ہیں اور اس وقت زیادہ اہم ہوتا ہے کہ اپنے جسم کو آرام دیا جائے تاکہ آپ ذہنی طور پر تھکاوٹ کا شکار نہ ہوسکیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ طویل وقفے کے لئے آرام دیا جائے البتہ جب ہم واقعی میں یہ دیکھیں کہ تھکاوٹ کا شکار ہیں تو پھر وقفہ کردیتے ہیں اور آرام کے لئے دوسروں کو موقع فراہم بھی کرتے ہیں کیونکہ سینئر کھلاڑیوں کی انجری نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ انہیں تواتر سے نہ کھلایا جائے بلکہ آرام کا موقع بھی دیا جائے جس سے ان کی کارکردگی بھی بہتر ہوسکتی ہے آپ دیکھ لیں اگر تواتر سے کسی سینئر کھلاڑی کو کھلایا جائے تو پھر وہ انجری کا شکار ہوکر دو سے تین سیریز کے لئے باہر ہوجاتا ہے تو یہ بہتر نہیں ہے کہ اسے دو سے 3 میچوں میں آرام کرایا جائے تاکہ وہ تازہ دم ہوکر ٹیم کے لئے اپنی خدمات بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔ خود میں یہ چاہوں گا کہ دو سے تین میچوں میں آرام کیا جائے۔

بہت سارے ٹائٹل آپ جیت چکے ہیں ٹی ٹوئنٹی چیمپئن شپ' ورلڈ کپ' آئی پی ایل' کیا اب بھی کوئی خواب پورا ہونے کی خواہش ہے ؟

یقیناً خواہشات تو کبھی ختم نہیں ہوتی ہیں اور میں دوبارہ ان اعزازات کو حاصل کرنا چاہوں گا آپ خود کو پیچھے کی طرف کیسے دھکیل سکتے ہیں۔ زیادہ اہم یہ ہے کہ ہر سیریز کے بعد اگلی سیریز کو فوکس کیا جائے۔

تو اب 2015ء کا ورلڈ کپ آپ کا ہدف ہے ؟

یہ تو سیریز بائی سیریز انحصار کرتا ہے ابھی تو 3 سال سے زائد عرصہ باقی ہے پتہ نہیں اس وقت ہماری ٹیم کہاں کھڑی ہوگی خواہش تو ہر کھلاڑی کی یہی ہوگی کہ وہ اچھا پرفارم کرے 2013ء کے اختتام پر ہم کچھ کہہ سکیں گے کہ اب ہماری ٹیم کی پوزیشن کیا ہے۔ میں 2015ء کا ورلڈ کپ صرف اس صورت میں کھیلنا چاہوں گا جبکہ میں 100 فیصد فٹ ہوں۔

جنوبی افریقہ اور سری لنکا کا ون ڈے میچ......کئی ریکارڈز بنا گیا

نو آموز ٹیموں کی ٹیسٹ اور ایک روزہ بین الاقوامی مقابلوں میں شرکت کو ناپسند کرنے والے حلقوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہی رہی ہے کہ یہ ٹیمیں اکثر و بیشتر حریف کے سامنے ڈھیر ہو جاتی ہیں اور ان کی اس دلیل کو ٹھوس بنیادیں بھی میسر ہیں کیونکہ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی سب سے بڑی فتوحات نو آموز ٹیموں کے خلاف ہی حاصل کی گئیں۔ البتہ گزشتہ روز سری لنکا کی جنوبی افریقہ کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست نے اک ایسی ٹیم کے زوال کو نمایاں کر دیا ہے جس نے چند ماہ قبل عالمی کپ کے فائنل تک رسائی حاصل کی تھی۔ جنوبی افریقہ کے خلاف ایک روزہ سیریز کے پہلے معرکے میں 258 رنز کے بھاری مارجن سے شکست سری لنکا کی بدترین ہار ہے جبکہ ایک روزہ کرکٹ کی تیسری بدترین شکست ہے۔

سب سے بڑے مارجن سے فتح کا ریکارڈ نیوزی لینڈ کے پاس ہے جس نے جولائی 2008ء میں آئرلینڈ کے خلاف ابرڈین میں کھیلے گئے میچ میں 290 رنز سے مقابلہ اپنے نام کیا تھا۔ مذکورہ مقابلے میں نیوزی لینڈ نے پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے ہمیش مارشل کے 161 اور برینڈن میک کولم کے 166 رنز کی بدولت 402 رنز کا ہمالیہ جیسا مجموعہ کھڑا کیا تھا اور جواب میں آئرلینڈ کو صرف 112 رنز پر تمام کر دیا۔ یہ میک کولم کے کیریئر کی پہلی سنچری تھی۔ بلیک کیپس کے تیز گیند بازوں ٹم ساؤتھی اور مائیکل میسن نے 3،3 وکٹیں حاصل کیں جبکہ جیکب اورم، جیتن پٹیل اور گرانٹ ایلیٹ کو 1،1 شکار ملا۔ گو کہ جنوبی افریقہ نے پارل میں سری لنکا کے خلاف ایک یادگار فتح حاصل کی لیکن یہ جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی جیت نہیں ہے۔ جنوبی افریقہ نے اکتوبر 2010ء میں بینونی میں کھیلے گئے ایک روزہ مقابلے میں زمبابوے کو ایسی ہی ذلت سے دوچار کیا جب اس نے تین مقابلوں کی سیریز کے آخری معرکے میں جین پال ڈومنی اور ابراہم ڈی ویلیئرز کی سنچریوں کی بدولت 399 رنز بنائے۔ زمبابوے جیسی کمزور ٹیم کو دباؤ میں لانے کے لیے 400 رنز کے ہدف کا نام ہی کافی تھا اور یہی وجہ ہے کہ پوری ٹیم محض 127 پر تمام ہو گئی۔ رسٹی تھیرون نے 3 جبکہ البے مورکل، وین پارنیل اور یوہان بوتھا نے 2،2 اور لونوابو سوٹسوبے نے ایک وکٹ حاصل کی۔

اس ذلت آمیز فہرست میں سری لنکا کا نام پہلی بار شامل ہوا ہے، کم از کم 1996ء میں ایک نئے روپ میں ابھرنے کے بعد تو یہ پہلا موقع ہی ہے کہ سری لنکا کو اتنی تذلیل کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ اس کے علاوہ سری لنکا کا اپنا ریکارڈ بڑا شاندار رہا ہے۔ اس فہرست میں بھاری مارجن سے بڑی فتوحات حاصل کرنے والوں میں سب سے زیادہ یعنی تین مرتبہ سری لنکا کا اپنا نام شامل ہے جس نے دیگر ٹیموں کی طرح کمزور حریفوں کو نہیں بلکہ ایک مرتبہ بھارت کو 245 اور ایک مرتبہ پاکستان کو 234 رنز کے بڑے مارجنز سے زیر کیا۔ اس لیے سری لنکا کی اس بدترین شکست کو 'خطرے کی گھنٹی' سمجھنا چاہیے کیونکہ انتہائی باصلاحیت کرکٹرز کے حامل اس ملک کی کرکٹ نامعلوم وجوہات کی بناء پر ختم ہوتی جا رہی ہے۔

ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے بڑے مارجن سے حاصل کردہ فتوحات کی فہرست پیش کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین محظوظ ہوں گے۔

سری لنکا، جی ہاں وہی ٹیم کہ جس نے سال گزشتہ میں عالمی کپ کا فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا اور اس میں شکست کے بعد اس کا شیرازہ ایسا بکھرا ہے کہ کئی ماہ گزرنے کے باوجود سنبھلنے میں نہیں آ رہا اور آج تو گویا حد ہو گئی۔ جنوبی افریقہ کے خلاف ایک روزہ سیریز کے پہلے مقابلے میں پوری ٹیم محض 43 رنز پر ڈھیر ہو گئی۔ یہ سری لنکا کی کرکٹ تاریخ کا کم ترین اسکور ہے۔ اس سے قبل سری لنکا کا کم ترین اسکور 55 تھا۔

پانچ میچوں کی سیریز کے پہلے مقابلے میں جنوبی افریقہ نے اوپنر ہاشم آملہ کی شاندار سنچری، جیک کیلس اور کپتان اے بی ڈیویلیئرز کی زبردست نصف سنچری اننگز کی بدولت 301 رنز کا پہاڑ جیسا اسکور مہمان ٹیم کے سامنے رکھ چھوڑا۔ جواب میں سری لنکن بلے باز مکمل طور پر آؤٹ کلاس نظر آئے کہ جب پروٹیز گیند باز یکے بعد دیگرے انہیں میدان بدر کرتے رہے۔ جنوبی افریقی گیند باز مورنی مورکل نے اپنے ابتدائی اسپیل میں صرف 7 رنز کے عوض تین اہم سری لنکن بلے بازوں کو پویلین کی راہ دکھائی۔ رہی سہی کسر ان کے ساتھی گیند باز تسوتسوبے نے اتنی ہی وکٹیں حاصل کر کے پوری کر دی۔ 13 کے مجموعی اسکور پر 6 کھلاڑیوں کے آؤٹ ہو جانے پر محسوس ہوتا تھا سب سے کم ترین اسکور بنانے کا ریکارڈ سری لنکا کے نام ہو جائے گا تاہم کوسالا کولاسکیرا نے 19 رنز بنا کر اپنی ٹیم کو کم از کم اس ہزیمت سے تو بچا لیا۔ ان کے علاوہ صفر پر آؤٹ ہونے والے چار بلے بازوں سمیت کوئی کھلاڑی انفرادی اسکور کو دہرے ہندسے میں نہ پہنچا سکا۔ یوں اس اہم میچ میں جنوبی افریقہ نے شاندار گیند بازی کے ذریعے 258 رنز کے بڑے فرق سے فتح حاصل کی جو ایک روزہ مقابلوں میں سب سے بڑے مارجن سے حاصل کردہ تیسری سب سے بڑی فتح ہے۔

ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ میں کم ترین مجموعہ اکٹھا کرنے کا ریکارڈ اس وقت زمبابوے کے پاس ہے جو اپریل 2004ء میں ہرارے میں کھیلے گئے میچ میں سری لنکا کے خلاف صرف 35 رنز بنا پایا۔ صرف 18 اوورز تک جاری رہنے والی اس اننگز میں زمبابوے کا کوئی بلے باز دہرے ہندسے میں داخل نہ ہو سکا۔ حیران کن طور پر سب سے زیادہ رنز ڈیون ابراہیم اور 'فاضل بھائی' نے بنائے یعنی 7،7۔ اس تباہی کی ذمہ دار سری لنکا کی تیز مثلث تھی۔ چمندا واس نے سب سے زیادہ 4، پرویز مہاروف نے 3 جبکہ دلہارا فرنانڈو نے 2 وکٹیں سمیٹیں۔ سری لنکا نے محض ایک وکٹ کے نقصان پر تاریخ کے اس معمولی ترین ہدف کا باآسانی تعاقب کر لیا اور 5 مقابلوں کی سیریز کے تیسرے معرکے میں 0-3 کی برتری حاصل کر کے سیریز جیت لی۔ حیران کن طور پر سرفہرست تینوں ٹیمیں سری لنکا کے خلاف کمترین اسکورز پر آؤٹ ہوئیں۔ سری لنکا نے عالمی کپ 2003ء کے دوران پارل کے اسی میدان پر کینیڈا کو 36 رنز پر ٹھکانے لگایا تھا اور مقابلہ باآسانی 9 وکٹوں سے جیتا تھا لیکن آج 'یہ تو وہی جگہ ہے' کے مصداق اسی جگہ سری لنکن ٹیم کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال، کینیڈا کے خلاف مذکورہ مقابلے میں بھی کوئی کینیڈین بلے باز دہرے ہندسے میں نہ پہنچ پایا۔ پاکستان کی کرکٹ ٹیم بھی کمترین اسکورز بنانے والی ٹیموں کی فہرست میں موجود ہے اور تاریخ کا پانچواں کم ترین اسکور پاکستان کے نام ہے۔ قومی ٹیم نے فروری 1993ء میں ایک سہ فریقی ٹورنامنٹ 'ٹوٹل انٹرنیشنل سیریز' میں اس وقت کی کالی آندھی ویسٹ انڈیز کے مقابلے میں ہزیمت اٹھائی تھی جب وہ کیپ ٹاؤن میں محض 43 پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اس وقت کے عالمی چیمپئن پاکستان کے لیے یہ انتہائی ہزیمت آمیز شکست تھی۔

بھارت اکتوبر 2000ء میں سری لنکا کے خلاف کمترین اسکور کا شکار ہوا تھا جب وہ محض 54 پر آل آؤٹ ہوا۔ یہ کوکا کولا چیمپئنز ٹرافی کا فائنل تھا جس میں کسی کو امید نہ تھی کہ 300 رنز کے تعاقب میں بھارت کی مشہور زمانہ بیٹنگ لائن اپ

ایک روزہ کرکٹ میں سب سے بڑے مارجن سے حاصل کردہ فتوحات

فاتح	مارجن	ہدف	حریف	بمقام	بتاریخ
نیوزی لینڈ	290 رنز	403	آئرلینڈ	ابرڈین	یکم جولائی 2008ء
جنوبی افریقہ	272 رنز	400	زمبابوے	بینونی	22 اکتوبر 2010ء
جنوبی افریقہ	258 رنز	302	سری لنکا	پارل	11 جنوری 2012ء
بھارت	257 رنز	414	برمودا	پورٹ آف اسپین	19 مارچ 2007ء
آسٹریلیا	256 رنز	302	نمیبیا	پوچفسٹروم	[illegible] فروری 2003ء
بھارت	256 رنز	375	ہانگ کانگ	کراچی	25 جون [illegible]
سری لنکا	245 رنز	300	بھارت	شارجہ	29 اکتوبر 2000ء
سری لنکا	243 رنز	322	برمودا	پورٹ آف اسپین	15 مارچ 2007ء
سری لنکا	234 رنز	310	پاکستان	لاہور	24 جنوری 2009ء
پاکستان	233 رنز	321	بنگلہ دیش	ڈھاکہ	2 جون 2000ء

قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم ایک روزہ بین الاقوامی کرکٹ کی تاریخ کے کمترین اسکور یہاں پیش کررہے ہیں۔امید ہے قارئین کی معلومات میں اضافے کا باعث بنیں گے۔

ٹیم	رنز	اوورز	بمقابلہ	بمقام	بتاریخ
زمبابوے	35	18.0	سری لنکا	ہرارے	25اپریل2004ء
کینیڈا	36	18.4	سری لنکا	پارل	19فروری2003ء
زمبابوے	38	15.4	سری لنکا	کولمبو	8دسمبر2001ء
سری لنکا	43	20.1	جنوبی افریقہ	پارل	11جنوری2012ء
پاکستان	43	19.5	ویسٹ انڈیز	کیپ ٹاؤن	25فروری1993ء
زمبابوے	44	24.5	بنگلہ دیش	چٹاگانگ	3نومبر2009ء
کینیڈا	45	40.3	انگلستان	مانچسٹر	13نومبر1979ء
نمیبیا	45	14.0	آسٹریلیا	پوچفسٹروم	27فروری2003ء
بھارت	54	26.3	سری لنکا	شارجہ	29اکتوبر2000ء
ویسٹ انڈیز	54	23.2	جنوبی افریقہ	کیپ ٹاؤن	25جنوری2004ء
سری لنکا	55	28.3	ویسٹ انڈیز	شارجہ	3دسمبر1986ء

اتنے کم اسکور پر ڈھیر ہوجائے گی۔صرف رابن سنگھ دہرے ہندسے میں داخل ہونے والے بلے باز بنے جنہوں نے 11رنز بنائے۔سارو گنگولی، یوراج سنگھ اور ونود کامبلی نے 3،3اور سچن ٹنڈولکر نے 5رنز بنائے تھے۔قبل ازیں سری لنکا نے سنتھ جے سوریا کی 189رنز کی ریکارڈ ساز اننگز کی بدولت 299رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا تھا۔جے سوریا کی یہ اننگز محض 161 گیندوں پر 4چھکوں اور 21چوکوں سے مزین تھی۔اس وقت سب سے طویل انفرادی اننگز یعنی 194رنز کا ریکارڈ پاکستان کے سعید انور کے پاس تھا اور یہ ریکارڈ بالکل جے سوریا کی پہنچ میں دکھائی دیتا تھا لیکن وہ 49ویں اوور کی پہلی گیند پر بھارتی کپتان سارو گنگولی کی گیند پر اسٹمپ ہوگئے اور اس عالمی ریکارڈ سے محروم ہوگئے۔

ٹیسٹ میں سب سے زیادہ بولڈ ہونے والے بیٹسمین

دورہ آسٹریلیا میں بحیثیت ٹیم ذلت آمیز شکستیں کھانے کے علاوہ بھارت کے چند کھلاڑیوں نے انفرادی طور پر بھی چند شرمناک سنگ میل عبور کیے ہیں جن میں راہول ڈریوڈ کا ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ مرتبہ کلین بولڈ ہونے کا نیا ریکارڈ بھی شامل ہے۔راہول ڈریوڈ واکا، پرتھ میں ہونے والے بارڈر۔گواسکر ٹرافی کے تیسرے ٹیسٹ کی دونوں اننگز میں بولڈ ہوکر ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ یعنی 54مرتبہ بولڈ ہونے والے نیا عالمی ریکارڈ قائم کردیا۔اس سے قبل آسٹریلیا کے سابق کپتان ایلن بارڈر کو سب سے زیادہ یعنی 53مرتبہ بولڈ ہونے کا 'اعزاز' حاصل تھا۔163ٹیسٹ میچز میں 13ہزار سے زائد رنز بنانے والے راہول ڈریوڈ اپنے کیریئر کے اختتامی لمحات گزار رہے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ دورہ آسٹریلیا میں بدترین کارکردگی کے بعد جن کھلاڑیوں کو ٹیم سے باہر کیا جائے ان میں 39سالہ ڈریوڈ کا نام بھی شامل ہو۔سب سے زیادہ بولڈ ہونے والے کھلاڑیوں میں ڈریوڈ کے ہم وطن سچن ٹنڈولکر اور وی وی ایس لکشمن بھی شامل ہیں۔187 ٹیسٹ کھیلنے والے سچن ٹنڈولکر کیریئر میں 48مرتبہ حریف گیند باز کے ہاتھوں اپنی گلیاں گنوا چکے ہیں جبکہ وی وی ایس لکشمن، جو اس وقت اپنے کیریئر کے بدترین دور سے گزر رہے ہیں،39مرتبہ باؤلر کی گیند کو براہ راست اپنی وکٹوں پر سہہ چکے ہیں۔اس فہرست میں ماضی کے عظیم بھارتی کھلاڑی گنڈاپا وشواناتھ کا نام بھی ہے جنہوں نے 91ٹیسٹ میچز میں حصہ لیا اور اس میں 41مرتبہ کلین بولڈ ہوئے۔جنوبی افریقہ کے دو موجودہ کھلاڑی جیک کیلس اور مارک باؤچر بھی اس فہرست میں شامل ہیں جو بالترتیب 45اور 39مرتبہ اپنی وکٹیں بچانے میں ناکام رہے۔

ٹیسٹ میں سب سے زیادہ بولڈ ہونے والے بیٹسمین

نام	ملک	بولڈ
راہول ڈریوڈ	بھارت	54
ایلن بارڈر	آسٹریلیا	53
سچن ٹنڈولکر	بھارت	48
ژاک کیلس	جنوبی افریقہ	45
جان ریڈ	نیوزی لینڈ	44
گنڈاپا وشواناتھ	بھارت	41
ایلک اسٹیورٹ	انگلستان	40
مارک باؤچر	جنوبی افریقہ	39
وی وی ایس لکشمن	بھارت	39
اسٹیو واہ	آسٹریلیا	39
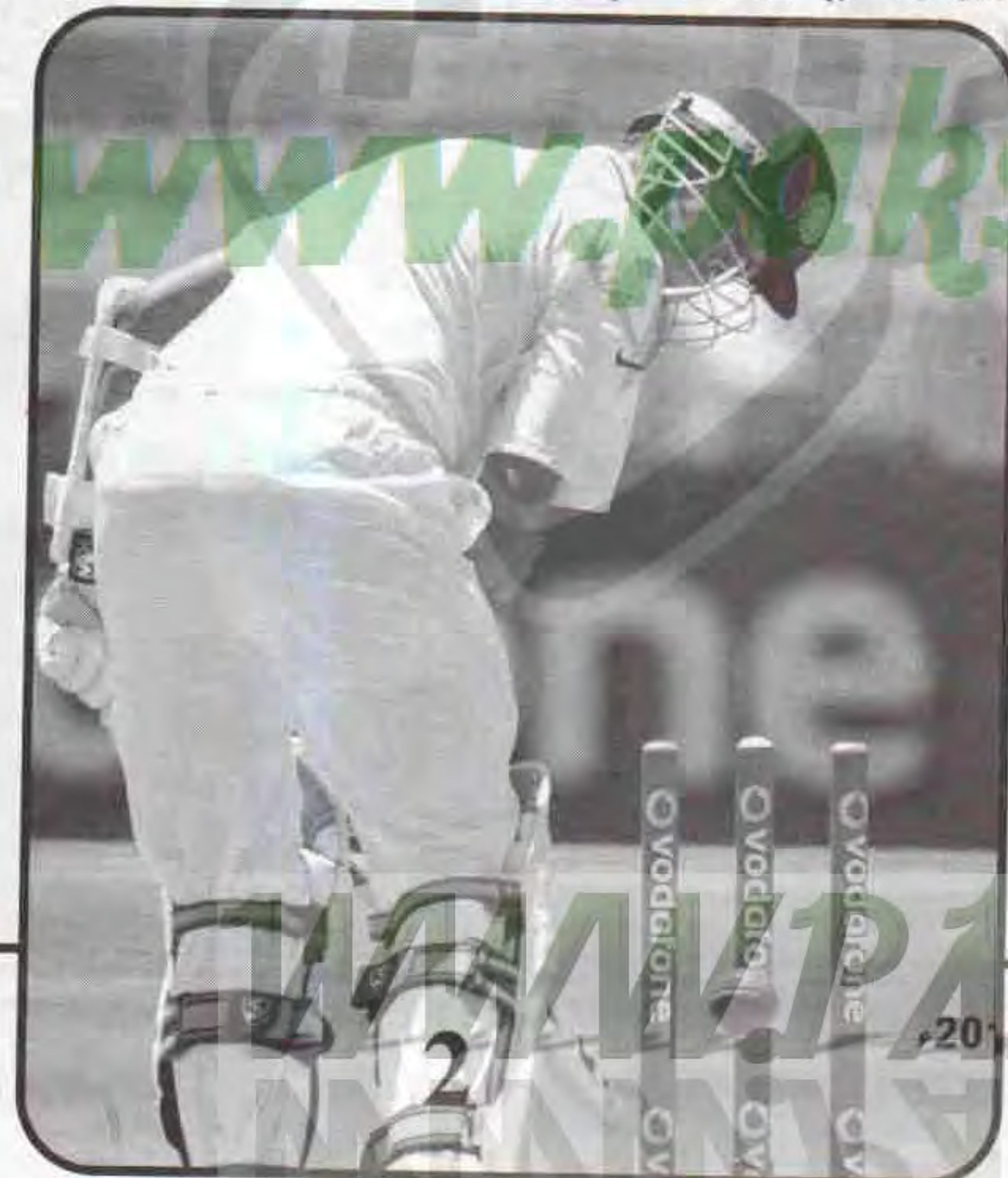
شعیب اختر کی سوانح عمری سے اقتباسات

راولپنڈی ایکسپریس کی کتاب ''کنٹروورشلی یورز'' نے کرکٹ کی دنیا میں تنازع کا طوفان برپا کردیا' زیر نظر مضمون میں ہم شعیب اختر کی آپ بیتی سے کچھ اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کررہے ہیں

ایک لاکھ+ گیارہ اور سچن کا آؤٹ

مقابلہ چاہے دنیا کے کسی بھی میدان پر ہو لیکن پاک۔بھارت میچ ہمیشہ تماشائیوں کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔اور اگر یہ میدان کولکتہ کا ایڈن گارڈنز ہو، تو کسی بھی حریف ٹیم کو، خصوصاً اگر وہ پاکستان کی ہو تو، گیارہ کھلاڑیوں اور مزید ایک لاکھ حریفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور اگر آپ ایک نوجوان اور غیر معروف پاکستانی باؤلر ہوں جس نے ابھی دنیا کے بہترین بلے باز راہول ڈریوڈ کی وکٹ حاصل کی ہو، تو وہ خود پر بھی ایک لاکھ نگاہوں اور اپنے ہیرو سچن ٹنڈولکر کو میدان میں آتا دیکھ کر ایک لاکھ لوگوں کے فلک شگاف نعروں کو محسوس کرسکتا ہے۔لیکن اگر وہ پہلی ہی گیند پر اس کی گلی اُڑا دے تو اسے یکدم موت کے سے سناٹے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے یہ کر دکھایا، اور میری جبین سجدہ شکر کے لیے جھک گئی۔شعیب اختر کی آپ بیتی "Controversially Yours" کا ابتدائی پیرا جس میں انہوں نے اپنے کیریئر کے بہترین لمحے کو قارئین کی نذر کیا ہے۔

سفرِ لاہور اور عزیز خان تانگے والا

ایک روز میرے دوست اعجاز ارشد نے بتایا کہ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز (پی آئی اے) اپنی کراچی ڈویژن کی ٹیم کے لیے لاہور میں ٹرائلز کرا رہی ہے۔یہ میرے مسائل کا ایک زبردست حل تھا۔ملازمت وہ بھی ایسے کام کے ساتھ جو میں کرنا چاہتا ہوں۔میں نے اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔تھیلا پکڑا، اعجاز کو ساتھ چلنے پر راضی کیا، اور دونوں بذریعہ بس لاہور کے لیے نکل پڑے۔ہم ٹکٹ خرید کر نہیں جارہے تھے، کیونکہ ہم دونوں کے پاس اتنی رقم نہیں تھی۔اس لیے بس کے اسٹارٹ ہونے کا انتظار کیا، پیچھے سے بھاگتے ہوئے آئے اور چھت پر چڑھ گئے۔ بس کا کنڈکٹر اِن حرکتوں سے اچھی طرح واقف تھا اور بار بار چھت پر نظریں دوڑاتا رہا کہ کوئی اس کی ''کمپنی کے خرچے' پر تو سفر نہیں کررہا۔سات گھنٹے کا یہ پورا سفر اُس کو دھوکے دینے میں گزرا، وہ ایک طرف سے اپنا سر اوپر کرتا تو ہم دوسری طرف لٹک جاتے۔ہم ہر اسٹاپ پر چھلانگ مار کر اُتر جاتے اور جب بس چلنے لگتی تو اُس کے رفتار پکڑنے سے قبل بھاگتے ہوئے پیچھے سے سوار ہوتے اور دوبارہ چھت پر۔ مجھے یہ سفر اچھی طرح یاد ہے کیونکہ یہ کنڈیکٹر کے کرایہ وصول کرنے اور ہمارے کرایہ نہ دینے کے عزم کا مقابلہ تھا۔اس چوری، اور اگر میں کہوں تو مہم جویانہ سفر، کے بعد ہم شام کو لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ہماری تاخیر سے آمد نے ایک اور مسئلہ کھڑا کردیا۔ٹرائلز اگلی صبح منعقد ہونا تھے، اس لیے ہمیں رات کو رہنے کا انتظام کرنا تھا۔میری جیب میں 12 اور اعجاز کی جیب میں 13 روپے کی ''بڑی رقم'' تھی، جو کل ملا کر کسی سستے ہوٹل میں رات کے قیام کے برابر رقم بنتی تھی۔لیکن ہم اگر یہ پیسے رہائش کے لیے دے دیتے، تو ہمیں رات کے کھانے سے ہاتھ دھونا پڑتے، جو ہم دونوں کے لیے کہیں زیادہ پریشان کن بات تھی۔اعجاز کچھ پریشان تھا لیکن میں ہرگز نہیں۔میں نے اسے سمجھایا کہ ہمیں رات بسر کرنے کے لیے ایک محفوظ مقام مل جائے گا۔یعنی تانگے والا۔میں نے ایک نئے اور چمچماتے تانگے کا انتخاب کیا، اس کے مالک کے پاس گیا اور بولا' سلام! میں آج رات کو آپ کو اچھا کھانا کھلاؤں گا۔'' اس نے میری طرف دیکھا اور بولا، ''تو ہے کون؟' میں نے جواب دیا کہ میں پنڈی کا ایک کرکٹر ہوں۔اس نے فوراً کہا'' کیا تو پاکستان کے لیے کھیلتا ہے؟'' میں نے جواب دیا'' اللہ کرے، یہ بھی ہوگا، لیکن اس وقت تو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔'' مجھے اس کی مسکراہٹ اور یہ سوال آج تک یاد ہے کہ وہ مجھ پر احسان کیوں کرے۔میں نے کہا کیونکہ جب میں پاکستانی ٹیم میں چلا جاؤں گا تو میں اُس سے ملنے کے لیے واپس آؤں گا۔اس نے پوچھا'' کیا تمہیں یقین ہے کہ تم قومی ٹیم میں پہنچ جاؤ گے؟' اور میں بولا' ہاں، میری آنکھوں میں دیکھو، تمہیں اُس میں نظر آئے گا۔'' چلو پھر بات پکی'، وہ بولا۔اس طرح میں نے عزیز خان، تانگے والے، کو قائل کیا کہ وہ اپنے بستر اور آرام کی جگہ میں ہمیں حصہ دے اور اس رات ہم نے لاہور کے ایک فٹ پاتھ پر ایک پرسکون نیند لی۔اگلی صبح عزیز خان نے کمال فیاضی سے ہمیں ماڈل ٹاؤن کے گراؤنڈ تک چھوڑا جہاں ٹرائلز منعقد ہونا تھے۔تانگوں کو صرف مال روڈ تک جانے کی اجازت تھی اور جب میں اُترا، تو میں نے اپنا وعدہ یاد دلایا کہ میں پاکستانی ٹیم میں شامل ہونے کے بعد اُس سے ملنے واپس آؤں گا، اور اگر اسے کبھی بھی یہ سننے کو ملے کہ ایک کرکٹر اسے ڈھونڈ رہا تھا، تو سمجھ جائے کہ وہ میں تھا۔'' نام یاد رکھنا'' میں نے کہا۔

شعیب! پہلے سائیکلوں میں ہوا بھرو

ایک روز جب پنڈی کلب گراؤنڈز کی روشنیاں جلائی گئیں تو ہم نے دیکھا پاکستانی کرکٹ ٹیم وہاں مشق کررہی ہے۔مجھے یاد ہے کہ میں اور میرے دوست دور جنگلے کے ساتھ کھڑے تھے، اور عمران خان، وسیم اکرم اور وقار یونس ہماری نظروں کے عین سامنے پریکٹس کررہے تھے۔میں نے انہیں کچھ دیر تک دیکھا، اور پھر اپنے دوستوں کا رخ کرتے ہوئے بولا' اِس دن کو یاد رکھنا۔اگلے چند سالوں میں میں کرکٹ کی اِن عظیم ہستیوں کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔' دوست ہنس ہنس کے بے حال ہوگئے اور پھر مجھے قمیض سے پکڑ کر جنگلے سے دور لے گئے اور کہا کہ ٹھیک ہے، ابھی تو تم سائیکلوں میں ہوا بھرو، یہ بعد میں دیکھنا کہ تمہارا مستقبل کیا ہے۔

فسادزدہ کراچی میں شعیب کے دن

کراچی میں قیام کے دن میرے ذہن میں انتہائی تکلیف وغم کے دنوں کی حیثیت سے محفوظ ہیں۔90ء کی دہائی کے اوائل میں شہر میں مختلف نسلی گروہوں کے درمیان سیاسی تناؤ میں اضافہ ہوا اور شہر زبردست فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف نے افواج کو طلب کرلیا تاکہ وہ آپریشن کلین اپ کا آغاز کرے؛ جس میں فوج کو حالات کو قابو میں کرنے کے لیے کھلا ہاتھ دیا گیا۔یہ کراچی کی تاریخ کے خونریز ترین ایام میں سے تھے، جن میں فسادات کے دوران ہزاروں افراد مارے گئے یا غائب کردیئے گئے۔میں اپنے ماموں کے علاوہ شہر میں کسی کو نہیں جانتا تھا، لیکن میری آمد سے چند ہفتے قبل ہی وہ شہر سے منتقل ہوگئے تھے اس لیے مجھے اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا تھا۔ پھر مجھے اپنی انتہائی معمولی تنخواہ کی مشکلات کا بھی اندازہ ہوا، یعنی 500 روپے ماہانہ۔اس پر طرہ یہ کہ پی آئی اے شاذ و نادر ہی یہ تنخواہ وقت پر دیتا تھا۔میرے علاوہ لاہور کے دو یا تین لڑکے اور تھے جنہوں نے خود کو ایسے حالات میں پایا۔ شہر میں ہمہ وقت کرفیو لگا رہتا، لیکن پی آئی اے کو ہماری حفاظت کا خیال تھا یا نہ ہی اس نے کبھی پریشانی کا اظہار کیا تھا کہ ہم اس صورتحال میں کیسے جی رہے ہیں؟ ہم ایسے شہر میں سفر یا رہنے کے لیے مکان کیسے حاصل کرتے جس میں ہم کسی کو نہیں جانتے تھے؟ اتنی کم تنخواہ پر ہم کیسے زندہ رہتے؟ یہ تمام معاملات ہم کیسے نمٹاتے، جبکہ ہم ابھی بچے تھے! ممکن ہو کہ ہم چند لڑکوں کے حوالے سے یہ سخت گیر رویہ اس لیے ہو کیونکہ ہم غریب گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔اپنے ادارے کی جانب سے کوئی مدد نہ ملنے پر میں نے رہنے کی جگہ کی تلاش شروع کیا، ایسی رہائش جس کی میری جیب اجازت دے سکے، اسی وجہ سے میرے آپشنز بہت کم رہ گئے۔جن علاقوں میں میں رہائش گاہ کی گنجائش رکھتا تھا۔

الکرم، لالوکھیت، دس نمبر، شرف آباد۔ وہ اُس وقت گڑ بڑ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ یہاں ہر جگہ گلیوں کوچوں میں فسادات تھے۔ جس میں فائرنگ اور ہنگامے بھی شامل تھے، اور مجھے مجبوراً اُسی میں رہنا تھا، اجنبیوں کے درمیان ڈرتے اور سہمتے ہوئے۔ لیکن یہ یہی اجنبی تھے جنہوں نے بالآخر میرا خیال رکھا۔ میں ایسے علاقے میں ایک کمرہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں کے بیشتر رہنے والے شمالی علاقہ جات کے علاقے چترال سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ کراچی میں ایک برادری کی صورت میں رہتے تھے۔ خوش قسمتی سے میں اُردو اچھی بولتا تھا اور با آسانی دوست بنا تا تھا۔ مالی طور پر میں مسائل کا شکار تھا؛ کرائے کی ادائیگی اور کرکٹ میدان تک سفر کے اخراجات کے بعد میرے پاس کھانے کے لیے بمشکل ہی پیسہ بچتا تھا۔ جیب میں پچاس روپے، بس۔ امن وامان کی بدترین صورتحال کو سمجھتے ہوئے پی آئی اے کو اپنے نوجوان کھلاڑیوں کا خیال رکھنا چاہیے تھا اور اُن کے لیے محفوظ مقام کا انتظام کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے کوئی پروا نہیں کی، نہ ہی ہمارے حوالے سے کسی ذمہ داری کا احساس کیا۔ میں نے اپنے دوست ثقلین مشتاق کو قائل کیا کہ وہ پی آئی اے میں جگہ بنانے کی کوشش کرے اور جب وہ آیا، تو سیدھا میرے پاس چلا آیا۔ ثقلین میں دونوں راولپنڈی کے کرکٹ حلقوں سے اُٹھے تھے۔ ہم نے انڈر 19 ٹیم میں بھی ایک ساتھ کھیلا، اس لیے یہ ہمارے لیے فطری تھا کہ ہم نئے شہر میں ایک ساتھ رہتے۔ لیکن میں اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود پر محسوس کرتا تھا، کیونکہ میں نے ہی اُسے کراچی منتقل ہونے پر قائل کیا تھا۔ اس کی خوش قسمتی کہ وہ چند ماہ ہی میرے پاس رہا اور پھر اپنے دوست حسنین کاظم کی طرف منتقل ہوگیا۔ میرے پاس ایسے کوئی آپشن نہیں تھا، اس لیے ڈیڑھ سال تک میں سنگ مرمر کے فرش پر صرف ایک تکیے اور چادر کے ساتھ راتیں گزارتا رہا۔ فرش کے ٹکڑے میرے جسم میں گھستے، اور میں نے وہاں اپنے قیام کے دوران کبھی رات سکون کی نیند نہیں لی۔ یہ پی آئی اے کا اسپورٹس بورڈ نہیں بلکہ چترال سے تعلق رکھنے والے دوست تھے جنہوں نے میرا خیال رکھا۔ وہ اس بات کا اہتمام کرتے کہ مجھے کھانے کے لیے گرم خوراک ملے اور وہ اپنے گھروں پر مجھے بلانے کے لیے آپس میں باریاں طے کرتے۔ وہ اور چند دیگر افراد۔ جن میں سے کچھ تو ہنگاموں میں کافی حد تک ملوث بھی تھے۔ مجھے فسادزدہ علاقوں سے نکالنے میں مدد دیتے۔ میں ان دلخراش ایام میں اپنا خیال رکھنے پر اُن کا ہمیشہ شکرگزار رہا ہوں۔ انہوں نے اپنے بل بوتے پر میرا خیال رکھا، مجھے بھوک سے بچایا اور یقینی بنایا کہ میں اردگرد ہونے والی دہشت گردی سے بچوں۔ فوج کو دیکھ کر ہی گولی مار دینے کے احکامات جاری ہو گئے، اور میں ایک متربہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا اور خود پر چلائی گئی گولیوں سے بال بال بچا۔ میں نے لوگوں کو راکٹ لانچرز سے اُڑتے ہوئے دیکھا۔ جب کرفیو لگتا تھا یا ہڑتال ہوتی، تو آپ کسی پرندے کو بھی باہر پر مارتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں مستقل خوف ودہشت کی حالت میں رہا۔ میں ابھی اوائل عمری میں تھا اور اس میں بھی سڑکوں کے کناروں پر اپنی کئی راتیں بتا چکا تھا؛ اور ہنگاموں اور گولیوں کی زد میں آکر لوگوں کو اپنے سامنے مرتا دیکھ چکا تھا۔ دل سے کہوں تو میں کرکٹ کھیلنے کے لیے کچھ بھی کر گزرا۔

پہلا ٹیسٹ اور پہلا بڑا تنازع

اپنے پہلے ٹیسٹ میچ کے بارے میں کیا بتاؤں! ایک ایسا لمحہ جس کے لیے میں نے پوری زندگی تیاری کی تھی۔ وسیم اکرم ٹیم کے کپتان تھے اور انہوں نے بورڈ کو کہا کہ اگر شعیب کو کھلایا گیا تو وہ نہیں کھیلیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے سے موجود ٹیم کے ساتھ کھیلنا چاہتے ہوں جس کی کارکردگی سے مطمئن تھے یا ہوسکتا ہے کہ وہ ایک نئے تیز باؤلر کی آمد کی حوصلہ افزائی نہ کرنا چاہتے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کراچی میں میرے غصے سے پھٹ پڑنے کی یادوں نے اُنہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہو۔ وجہ کوئی بھی ہو، وسیم اکرم پہلے ٹیسٹ سے مجھے باہر رکھنے میں کامیاب ہو گئے لیکن بورڈ نے زور دیا کہ نئے کھلاڑیوں کو بھی موقع دینا ہے؛ خصوصاً بورڈ چاہتا تھا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میں ٹیم میں ایک نامناسب علامت بن کر رہ گیا، وسیم اور سلیکٹرز کے درمیان وجہ نزاع۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے اعلان کیا کہ میں کھیلوں گا اور ٹیم کے کپتان نے جواب دیا کہ اگر میں کھیلا تو وہ استعفیٰ دے دیں گے۔ لیکن بورڈ اُڑا رہا۔ تو وسیم نے معاملے کو مزید آگے بڑھایا اور کہا کہ اگر شعیب کو کھلایا گیا تو ٹیم کے پانچ دیگر اراکین نے بھی نہ کھیلنے کی دھمکی دی ہے۔ میچ کے آغاز سے قبل ٹیم تقسیم کا شکار ہو چکی تھی، ایک اور تنازع جنم لے چکا تھا اور میں نادانستہ طور پر بھی اس تنازع کا حصہ تھا۔ ایک طرف میں تھا، ایک معمولی سا نوجوان، اور دوسری طرف سینئر کھلاڑی، جو سب بغاوت کے موڈ میں تھے۔ میں ڈریسنگ روم کے عقب میں خاموشی کے ساتھ بیٹھا تھا، اور واقعات کے اُلٹ پھیر پر خوفزدہ تھا۔ میں کسی کی نظر میں آکر معاملات کو مزید گمبھیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ماجد خان نے سلیم الطاف کو فون کیا، جو اُس وقت چیف سلیکٹر تھے، اور کہا کہ وسیم کو کہو کہ وہ بورڈ کے فیصلوں کو برداشت کرے یا پھر میں بطور کپتان وسیم اکرم کا استعفیٰ قبول کر کے متبادل کھلاڑیوں کو بھیجوں؟۔ اس دھمکی پر وسیم نے ہتھیار ڈال دیئے لیکن فیصلے پر بہت زیادہ غضبناک تھے اور چیختے چنگھاڑتے ڈریسنگ روم میں واپس آئے۔ اُن کے غصے واشتعال کا بوجھ مجھے اُٹھانا تھا۔ میں سوال کرنا چاہتا تھا کہ ''کوئی مجھے سمجھائے کہ اس پورے معاملے میں میری غلطی کیا ہے؟'' لیکن میں خاموش رہا۔ یہ میرا پہلا ٹیسٹ تھا، تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میں شدید اعصابی تناؤ کا شکار تھا! جب وسیم غضبناک رویے کے ساتھ ٹاس کے لیے میدان میں اترے تب مجھے یقین آیا کہ میں کھیلنے جا رہا ہوں۔

عزیز خان تانگے والے سے دوسری ملاقات

پھر میں نے ریلوے اسٹیشن کا رُخ کیا تا کہ عزیز خان کو ڈھونڈ سکوں، وہ تانگے والا جس نے مجھے اُس وقت رہنے کی جگہ دی تھی جب میں پی آئی اے کی ٹیم میں شامل ہونا چاہ رہا تھا۔ اُسے ڈھونڈنے میں مجھے کچھ وقت ضرور لگا لیکن بالآخر محنت رنگ لائی۔ میں نے اُسے سڑک کے کنارے ایک جگہ سوتے ہوئے پالیا۔ وہ چونکتے ہوئے اٹھا اور چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ میں بولا 'میں کیا سی کہ میں آواں گا (میں نے کہا تھا کہ میں آؤں گا)۔' اُس نے فوراً مجھے گلے لگا لیا اور اُس کے لبوں پر دعائیں جاری ہو گئیں۔ کافی دیر تک وہ یہی دہراتا رہا کہ اُسے یقین نہیں آرہا کہ یہ میں ہوں۔ کچھ دیر بعد ہم ایک قریبی چائے والے کے پاس گئے اور چائے پی۔ اس پورے وقت وہ اللہ کی مہربانیوں پر حیران ہوتا رہا۔ 'مجھے یقین نہیں کہ یہ سب ہو چکا ہے۔ معجزات اب بھی رونما ہوتے ہیں اور تم میرے لیے اُنہی معجزوں میں سے ایک ہو۔' اس نے کہا کہ میرے لیے یہ بات، بہت حیرتناک ہے کہ ایک شخص جو میرے ساتھ فٹ پاتھ پر سویا تھا اب ایک شخصیت بن چکا ہے جو ہر دلعزیز ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر ہم نے خوب گپیں لگائیں۔ اس وقت تک اردگرد کے ہجوم کو معلوم ہونے لگا تھا کہ میں یہاں موجود ہوں اور پورا اسٹیشن مجھے دیکھنے کے لیے اُمنڈ آیا۔ عزیز خان نے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ 'دیکھو کتنے لوگ تمہیں جانتے ہیں اور تمہیں اپنے گھر لے جانے کے لیے بے تاب ہیں۔' میں نے کہا 'ہاں، لیکن تم نے مجھے اُس وقت جگہ دی جب مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، اس لیے اب میں صرف تمہیں پہچانتا ہوں اور تمہی سے ملنے آیا ہوں۔' میں کافی دیر تک اس کی جیب میں کچھ رقم ڈالنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس نے میری کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ عزیز خان دنیا کی نظروں میں ایک غریب آدمی تھا، لیکن میرے لیے وہ عزت نفس اور وقار میں امیر تھا۔ بعدازاں رات کو ہم نے ایک مرتبہ پھر کھانا کھایا اور اس نے کھانے کے پیسے لینے سے بھی انکار کر دیا۔ بولا کہ 'اُس دن بھی میں نے تجھے کھانا کھلایا تھا، آج بھی میں ہی کھلاؤں گا۔ اُس دن بھی تُو میرے لیے شعیب تھا، اور میں چاہتا ہوں کہ تُو ہمیشہ شعیب ہی رہے، یاد رکھو کبھی نہ بدلنا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں تانگے کی سواری کرنا چاہوں گا؟ میں نے کہا 'ضرور!۔' تو ہم نے چھ سال قبل ہی کے سفر کو تازہ کیا جب میں پی آئی اے میں ملازمت کی کوشش کر رہا تھا۔ سفر کے اختتام پر میں نے اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو دیکھے۔ عزیز خان اور میں اس کے بعد بھی کافی عرصہ رابطے میں رہے حتیٰ کہ چار سال قبل اس کا انتقال ہوگیا۔

''جانتے نہیں تو جان جاؤ گے''، سچن۔ شعیب پہلا مکالمہ

یہ ایک عظیم دورہ تھا جس میں میدان میں ایک لاکھ تماشائی اور باہر اس سے کہیں زیادہ ہم پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے۔ پورا ہندوستان و پاکستان ہمیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن چلیے ماحول کی بات نہیں کرتے، آیئے خود پر موجود دباؤ کے بارے میں کرتے ہیں۔ اس موقع پر مجھ پر اعصابی تناؤ کا شدید حملہ ہوا اور میں لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ میدان میں

اترا۔ مجھے تناؤ سے نکلنا تھا اور میں اپنے آزمودہ طریقے سے ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوا۔ بھارتی بلے باز مقابلے سے قبل وارم اپ ہو رہے تھے، اور بلے لیے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ میں سچن ٹنڈولکر کی جانب بڑھا اور پوچھا، 'کیا تم مجھے جانتے ہو؟' اس نے اوپر دیکھا اور بولا 'نہیں۔' میں نے کہا 'جان جاؤ گے، جلد ہی۔' میں نے اُسے پہلی ہی گیند پر میدان بدر کر دیا اور بعدازاں اُس نے مجھے کہا کہ 'اب میں تمہیں یاد رکھوں گا۔' چند سالوں بعد میں نے سچن سے پوچھا کہ تمہیں وہ واقعہ یاد ہے، لیکن اُس کا جواب نفی میں تھا۔

زندگی کا بدترین دن، 99ء کے عالمی کپ کا فائنل

1999ء ورلڈ کپ کا سال۔ میں انتہائی مثبت ذہن اور رویے کے ساتھ انگلستان پہنچا۔ میری فارم اپنے عروج پر تھی اور مجھے یاد ہے کہ میں ٹیم میں اپنے ساتھیوں کو یہ کہتا تھا کہ دیکھنا! یہ ٹورنامنٹ میرا ہوگا۔ وہ اسے میرے غرور و تکبر کی علامت سمجھتے لیکن میں اسے اپنے آپ پر بھروسہ اور خود اعتمادی سمجھتا تھا۔ رفتار اور چابکدستی میرے لیے اللہ کی دین
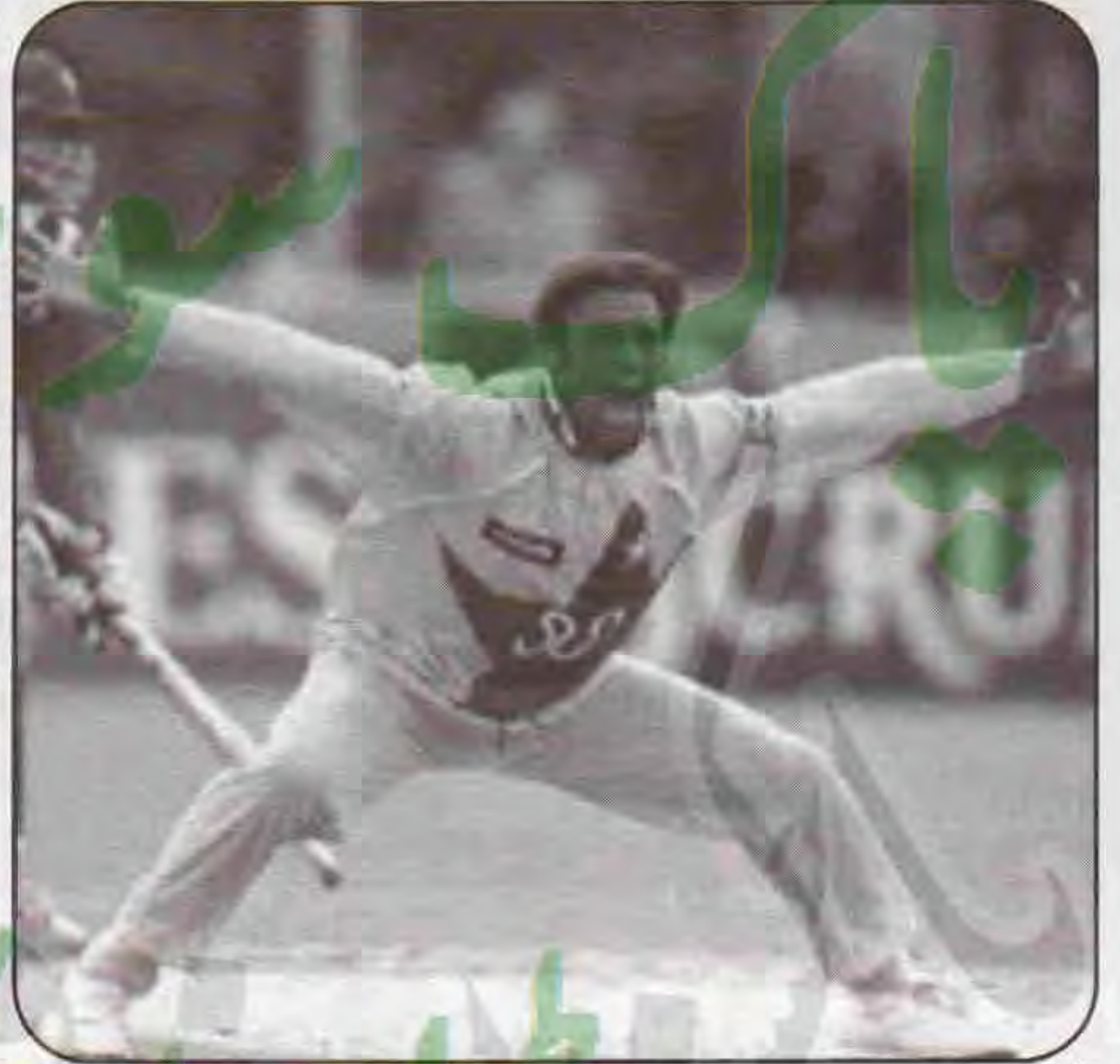
تھی۔ میں صرف ایک تیز گیند باز نہیں تھا، بلکہ انتہائی ذہین بھی تھا۔ میں اپنے دماغ کو استعمال کرتا اور یوں بلے باز کو با آسانی رنز نہ بنانے دیتا۔ جب ٹیم میں موجود میرے ساتھی مذاق اُڑاتے ہوئے پوچھتے کہ یہ ٹورنامنٹ کس طرح تمہارا ہوگا، میں بتاتا کہ میری پھینکی گئی پہلی گیند ہی اتنی برق رفتار ہوگی کہ دنیا کہے گی کہ کرکٹ کی تاریخ ترین باؤلر میدان میں آ چکا ہے۔ حسب معمول اُن کا جواب تمسخرانہ ہی ہوتا 'واقعی؟'' ہاں، واقعی!' میں کہتا۔ برسٹل میں ویسٹ انڈیز کے خلاف ہمارے اولین مقابلے میں میری پھینکی گئی پہلی گیند پر کیمبل لڑکھڑائے اور بمشکل گیند کی زد سے ہٹے۔ گیند نے اُن کے بلے کا کنارہ لیا اور وکٹ کیپر کے سر سے ہوتی ہوئی میدان سے باہر جا گری۔ کیمبل میرا اچھا دوست ہے اور اُس نے حواس باختہ ہوتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ میں نے اُس سے کہا 'دوست، تم مصیبت میں پھنس گئے ہو'۔ میں انتہائی بے تاب اور گرمجوش تھا، اور ہر میچ میں زبردست کارکردگی کے ساتھ بہت تیز گیند بازی کر رہا تھا۔ اس سے قبل ہر کوئی ایلن ڈونلڈ کو تیز ترین باؤلر سمجھتا۔ وہ بلاشبہ بہت عظیم گیند اور کھیل کے مہان سفیر تھے۔ اس بارے میں ہمارے ڈریسنگ روم میں بھی کوئی دورائے نہیں تھی۔ وہ بے شک بہت اچھے تھے۔ لیکن اب ہر کوئی میری رفتار کے بارے میں بھی بات کر رہا تھا اور پھر ٹونی گریگ نے مجھے 'راولپنڈی ایکسپریس' کا نام دیا۔ اس عالمی کپ میں گیند کی رفتار ناپنے والی 'اسپیڈ گن' کا پہلی بار باضابطہ استعمال کیا گیا۔ میں نے 97، پھر 98 اور پھر 99 میل فی گھنٹہ کی رفتار کو جا لیا۔ وہ ایک خوابناک سفر تھا۔ میں نے سولہ وکٹیں حاصل کیں۔ بطور ٹیم بھی ہم اچھی کارکردگی پیش کر رہے تھے اور ہمارے باؤلر ہمارے لیے باعث فخر تھے۔ وسیم اکرم پندرہ، ثقلین سترہ، اظہر اور رزاق تیرہ، تیرہ وکٹیں لے چکے تھے۔ لیکن یہ میری رفتار اور صلاحیتیں تھیں جنہوں نے ہر کسی کی نظر میں مقام بنایا۔ شائقین قطاروں اور ہجوم کی صورت میں ہمارے پیچھے تھے۔ اور ہر طرف لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ میں بہترین کارکردگی دکھانے والا باؤلر تھا، تو آپ تصور کر سکتے ہیں اُن میں سے کتنی لڑکیوں نے مجھے گھیرا ہوگا۔ یہ موٹروے پر ہمارا پیچھا کرتیں اور جس ہوٹل میں ہمارا قیام ہوتا ادھر ہجوم کی صورت میں جمع ہو جاتیں، اور بغیر رکے میرے نام کے نعرے لگاتیں۔ اُف! مجھے اپنے گرد اتنی توجہ بہت پسند تھی لیکن اُس وقت میرے ذہن میں عالمی کپ ایک مرتبہ پھر پاکستان لے جانے کا سودا سمایا ہوا تھا۔ اس لیے میں نے اپنی توجہ اس مقصد پر مرکوز رکھی اور اپنے کمرے تک محدود رہا۔ یہ ایک اچھا فیصلہ تھا کیونکہ میرے دروازے سے باہر ہی لڑکیوں کی نہ ختم ہونے والی قطاریں تھیں جو میری ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھیں۔ مجھے اس عالمی کپ کے دوران ایک بھی دن ایسا یاد نہیں ہے جب، خصوصاً مانچسٹر اور برمنگھم میں، ہمارے ہوٹل کے باہر سو سے کم لڑکیوں کا ہجوم نہ موجود ہو۔ اگر میں اپنے کمرے سے باہر جاتا، تو مجھے شبہ تھا کہ میں واپس نہ آ پاتا۔ میرے حوالے سے اُن کا رویہ کافی حد تک جارحانہ قسم کا تھا اس لیے مجھے ہر وقت اپنا دروازہ مقفل رکھنا پڑتا۔ باہر موجود شور میرے لیے بہت پریشان کن تھا اس لیے میں سونے کے لیے نیند کی گولیاں استعمال کرتا تا کہ میں صبح تک اچھی طرح آرام کر سکوں۔ یہ موسم گرما کے شاندار ایام تھے۔ 'راولپنڈی ایکسپریس' نے سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی اور پاکستان اپنے تمام اہم مقابلے جیتتے ہوئے فائنل میں پہنچ چکا تھا۔ میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے والے باؤلرز میں سے ایک تھا اور ذرائع ابلاغ نے تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا کہ یہ ٹورنامنٹ میرا ہے۔ فائنل سے قبل کی رات میں آنے والی صبح کے بارے میں سوچتا ہوا بستر پر لیٹا۔ میں نے فتح کی سرمستی کا تصور کیا، جیت کے بعد میدان کا چکر لگانے کے خیالات دماغ میں لایا۔ میں جیت کے بارے میں سوچ کر اس سے لطف اٹھاتا رہا۔ لیکن جو کچھ اگلے روز ہوا اگر اسے الفاظ میں سمویا جائے تو وہ دل شکستہ و افسوسناک تھا۔

ابتداء ہی سے تمام چیزیں ہمارے خلاف گئیں۔ وسیم نے ٹاس جیتا اور پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا۔ بعد میں باؤلنگ کرنا ایسا فیصلہ تھا جس کے بارے میں سوچا ہی نہیں گیا تھا۔ ہمیں وکٹ کو اور زیادہ سمجھنے کی ضرورت تھی اور پہلے گیند بازی کا فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔ پاکستان کی بیٹنگ یکدم زوال کا شکار ہو جانے کے باعث جانی جاتی ہے اور اس مقابلے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ہم 132 پر آل آؤٹ ہو گئے۔ ایک حقیر سا اسکور جس کا دفاع کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ ہمیں آسٹریلیا کو روکنے کے لیے اسکور بورڈ پر 200 سے 230 رنز کی ضرورت تھی۔ یہ ایک تباہ کن شکست تھی اور ہم آزردہ و بے حال ڈریسنگ روم میں واپس لوٹے۔ جہاں اتنی خاموشی تھی کہ ہماری سانسوں کی آواز بھی ایک دوسرے کو آ رہی تھی۔ زیادہ تر کھلاڑیوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ڈریسنگ روم میں ماحول بہت غمزدہ و جذباتی تھا۔ میرا دل ٹوٹ چکا تھا۔ ہم موقع گنوا چکے تھے اور پاکستان میں عالمی کپ واپس لانے کا میرا خواب چکنا چور ہو چکا تھا۔ میرے لیے سانس لینا بھی محال تھا۔ پورے ٹورنامنٹ میں عمدہ کارکردگی دکھانے کے بعد منزل سے محض ایک قدم کے فاصلے پر یعنی فائنل میں شکست کھانا میرے اور دیگر جونیئر کھلاڑیوں کے لیے تو برداشت سے باہر تھا۔ آپ جیتتے بھی ہیں اور ہارتے بھی ہیں، یہی کھیل کا حصہ ہے، لیکن ایسے موقع پر عالمی کپ ہارنا ہمارے لیے دنیا ختم ہونے کے برابر تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اس بارے میں سوچتا رہا کہ ایسا کیا غلط ہوا؟ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ کوئی بھی ڈریسنگ روم سے باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ کس منہ سے باہر جائیں؟ ہم محسوس کر رہے تھے کہ ہم پورے پاکستان کو مایوس کرنے کا سبب بنے ہیں۔ ہم صرف 132 پر ڈھیر ہو گئے۔ اگر ہم کچھ اور رنز بنا لیتے، تو کم از کم کچھ جدوجہد تو کر لیتے لیکن ہماری بلے بازی کی کارکردگی نے ہمارا سر شرم سے جھکا دیا۔ ہم نے ایک دھماکے کے ساتھ ٹورنامنٹ کا آغاز کیا اور روتے بسورتے ہوئے باہر ہو گئے۔ ہم ڈریسنگ روم میں ہی موجود رہے اور باہر سے بھی کوئی ہمیں پوچھنے نہیں آیا، شاید انہیں بھی اندازہ تھا کہ یہ ہمارے لیے کتنا سخت مرحلہ تھا۔ یہ میری زندگی کے بدترین دنوں میں سے ایک تھا۔

اور میں نے بال ٹمپرنگ کی

مجھے یاد ہے کہ ڈمبولا میں موسم بہت گرم اور نمی سے بھرپور تھا اور برصغیر کی پچوں کی روایات کے عین مطابق یہاں

بھی ایک انتہائی سست پچ تھی۔ ہم نیوزی لینڈ کے خلاف کھیل رہے تھے اور ہمیں وکٹوں کی ضرورت تھی۔ انتہائی مایوسی کے بعد میں نے گیند کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ جی ہاں، جاننے کے خواہشمند افراد کے لیے، کہ میں نے میچ کے دوران گیند کے ساتھ چھیڑ چھاڑ (بال ٹمپرنگ) کی۔ اور ہاں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ قاعدے قانون کے خلاف ہے اور کوئی ایسا عمل نہیں ہے، جس پر فخر کیا جائے۔ اس لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ دمبولا ہی ایک مثال تھا۔ مجھے ایک میچ کے لیے معطل کر دیا گیا اور میچ فیس کا 75 فیصد جرمانہ عائد کیا گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ بڑا ہنگامہ برپا کر دے گا لیکن، میں اس بارے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تقریباً تمام ہی پاکستانی باؤلرز گیند کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر چکے ہیں۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ میں اس کا اعتراف کرنے والا پہلا فرد ہوں، لیکن کرتا ہر کوئی ہے۔ میں نام نہیں لوں گا، لیکن ایک پاکستانی کرکٹر نے امپائر کی جیب سے گیند نکال کر اُس کی جگہ ایسی گیند رکھ دی جو دیوانہ وار سوئنگ ہوئی! امپائر عموماً گیند اپنے کوٹ کی جیب میں رکھتے تھے اور کھانے کے وقفے کے دوران اُسے لٹکا دیتے تھے۔ یہ کارروائی ممکنہ طور پر وہیں ہوئی تھی۔ اس واقعے کے بعد امپائرز اپنے کوٹ مقفل کمرے میں رکھنے لگے۔ اگر ایمانداری سے کہوں تو دنیا کی ہر ٹیم گیند کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی ہے۔ ممکنہ طور پر شروعات ہم نے کی، لیکن آج کوئی ٹیم دودھ کی دھلی نہیں ہے۔ کوئی ٹیم معصوم نہیں ہے، اور تقریباً ہر تیز باؤلر یہ حرکتیں کرتا ہے۔ سست وکٹوں پر بچاؤ کا واحد راستہ یہی ہے۔ سالوں تک باؤنسر پھینکنے کی اجازت نہ ہونے کے بعد 2001ء میں آئی سی سی نے اوور میں صرف ایک باؤنسر پھینکنے کی اجازت دی۔ پچیں مردہ اور سست ہوتی ہیں اور انہیں بیٹنگ کے لحاظ ہی سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ باؤلرز ہوتے ہیں جنہیں جھکایا جاتا ہے۔ یہ بلے بازوں کو میچ پریکٹس کرانے جیسا معاملہ ہے: ہماری گیندوں کو میدان کے چاروں طرف اٹھا اٹھا کر پھینکا جاتا ہے۔

ادھر پاکستان میں، باؤلرز کے پاس بہت کم آپشنز ہوتے ہیں سوائے اس کے کہ 'گیند کا خیال رکھنا' کیسے سیکھا جائے۔ اگر، اتفاقاً، کوئی وکٹ ایسی بن جائے جو تیز باؤلرز کی مدد کرتی ہو، تو سب احتجاج کرتے ہیں۔ جب ایسی پچیں آتی ہیں تب آپ کو بیٹنگ کا فن نہیں آتا کیا؟ اس رونے دھونے اور بلے بازوں کی شکایتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تیار ہونے والی بیشتر پچیں انہی کے لیے بنائی جاتی ہیں، اور باؤلرز کے لیے مصیبت! ہم نے کبھی شکایت نہیں کی۔ کیا ہم نے بلے بازوں کے حق میں بنائی گئی پچوں پر اپنی بہترین کارکردگی نہیں دکھائی؟ یہی وجہ ہے کہ میں 1970ء کی دہائی میں کھیلنے والے بلے بازوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، جنہوں نے بغیر ڈھکی پچوں پر کھیلا۔ کرکٹ شائقین تیز گیند بازوں سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان کے ہیروز کو اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کر کے آزادی کے ساتھ کارکردگی پیش نہیں کرنے دیا جاتا۔ جب ایک بلے باز رنز بنا کر ریکارڈ قائم کرتا ہے، تو گیند باز کو وکٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ٹیم کو جیتنے کے لیے بھی وکٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے گیند بازوں کو اپنے معاملے کو سیدھا کرنے کے لیے گیند کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ گیند کے ساتھ کھیلنے کے بہت سارے طریقے ہوتے ہیں: معاملہ صرف اسے کھرچنے تک محدود نہیں۔ میں نے اپنے جوتوں کی کیلوں اور اپنی پچھلی جیب کی زپ کا استعمال کیا۔ کئی باؤلرز گیند پر ویزلین یا گم ملتے ہیں۔ آئی سی سی کے لیے اسے روکنے کا واحد طریقہ اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ کم از کم کچھ پچوں کو گیند بازوں کے لیے مددگار بنایا جائے۔ یہ اقدام کھیل کو کم یکطرفہ اور زیادہ متوازن بنائے گی۔ کھیل، خصوصاً اس وقت، بہت زیادہ غیر متوازن ہو چکا ہے اور صرف بلے بازوں کی مدد کر رہا ہے۔ اگر آپ نے نو بال کی، تو بلے باز کو ایک فری ہٹ ملتی ہے؛ باؤنسر کو مختصر کر دیا گیا ہے؛ اور باؤلر بیچارہ تو گیند اٹھانے سے قبل اپنے بالوں کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ انہوں نے ہمیں انتہائی بے رحمانہ انداز سے محدود کیا ہے حتیٰ کہ میرے لیے بال ٹمپرنگ کے ضمن میں خود کو مجرم سمجھنا اور محسوس کرنا بھی مشکل دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ ہم بال ٹمپرنگ کو ہونے سے نہیں روک سکتے، اس لیے اسے قانونی حیثیت دینا اور اس کے لیے قاعدے قوانین مرتب کرنا کوئی برا خیال نہیں ہوگا۔ آخر کار، گیند کا استعمال بھی ایک آرٹ تو ہے نا۔ آپ کو رفتار اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ شاید گیند کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ جیسا کہ اپنے ناخنوں سے کھرچنے کی قانونی طور پر اجازت دی جا سکتی ہے۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ یہ سب کچھ کہنے پر میں کس قدر مردود ٹھیرایا جاؤں گا۔

100 میل فی گھنٹہ

وہ عالمی کپ 2003ء میں 22 فروری کا دن تھا جب وہ لمحہ آن پہنچا جس کا مجھے مدتوں سے انتظار تھا۔ پاکستان نیولینڈز، کیپ ٹاؤن میں انگلستان کے مدمقابل ہوا تھا اور میچ کی ابتدائی لمحات ہی میں مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے بیٹنگ کریز پر موجود بلے باز نک نائٹ کو غیر معمولی طور پر تیز گیند پھینکی ہے۔ تو میں نے اپنی رفتار کا مشاہدہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ 90 کے وسط میں تھی۔ میں نے مزید محنت کی، اور اسپیڈ گن۔ جی ہاں باضابطہ یعنی آفیشل والی۔ نے 94 سے 97 میل فی گھنٹہ کی رفتار دینا شروع کر دی۔ پھر میں نے 99 میل فی گھنٹہ کو جالیا، اب میں خود سے گویا ہوا، یہی موقع ہے، تم کر سکتے ہو، اپنی تمام تر قوت کے ساتھ دوڑو۔۔۔ اور ریکارڈ بنا ڈالو۔ وہ لمحہ، جس کا میں منتظر تھا، میرے دماغ میں

جھماکا کیسے ساتھ آیا، میں کچھ دھیما ہوا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ کہیں میں کچھ غلط تو نہیں کر رہا اور میں نے اپنے رن اپ پر توجہ مرکوز کی۔ قدم کہاں رکھا، زقند کس طرح بھری۔ میں نے اندازہ لگایا کہ مسئلہ آخری چند گزوں میں ہے۔ میں نے مکمل توجہ کے ساتھ آخر تک اپنی رفتار برقرار رکھنے کی کوشش کی، چھلانگ ماری اور ہاتھ گھماتے ہوئے گیند کو چھوڑا اور 161.3 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گیند پھینکی: میں 100 میل فی گھنٹے کی رکاوٹ عبور کر چکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر! میں نے پویلین کی طرف دیکھا اور وہاں بیٹھے لوگوں کی طرف اشارہ کیا، دیکھو، میں نے یہ دوبارہ کر ڈالا۔ اللہ کا واسطہ ہے اب اسے تسلیم کرو۔ اور انہوں نے ایسا کیا۔

پاکستان میں سب کچھ ہے، لیکن قدر نہیں!

میرے ملک کو دیکھیے۔ پاکستان کے پاس کیا کچھ نہیں ہے؟ کس چیز کی کمی ہے؟ ہمارا چاول بڑا ہے؛ اپنی فصلوں کو کاشت کرنے کے لیے ہمیں میٹھا پانی میسر ہے۔ ہماری پچھتر فیصد زمین زراعت کے قابل ہے اور ہمارے تمام لوگوں کے لیے خوراک کا بندوبست کر سکتی ہے۔ پاکستان صرف اپنا اعلیٰ معیار کا کوئلہ فروخت کر کے قرضوں سے آزاد ہو سکتا ہے ہمارے پاس تیل، کوئلہ، دریا، سمندر اور قدرتی بندرگاہیں ہیں۔ ہمارے کھانے لذیذ، ہمارے آم میٹھے اور ہمارے لوگ باصلاحیت ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہیے؟ اگر مجھ سے پوچھیں تو میں کہوں گا کہ پاکستان کے پاس سب کچھ ہے سوائے قدر کے۔ اللہ نے ہمیں رحمتوں اور زحمتوں دونوں سے نوازا ہے، زحمت یہ کہ ہم کبھی بھی اپنی قدر نہ کریں، چاہے سیاست ہو یا کھیل۔ بے نظیر کو قتل کر دیا گیا۔ جو کوئی قوم کے لیے اچھا کرنا چاہتا ہے ختم کر دیا جاتا ہے۔ ہم نے اسکواش اور ہاکی میں غیر معمولی کھلاڑی پیدا کیے اور تواتر کے ساتھ کرکٹ کے بہترین کھلاڑی دنیا کو دیے۔ ہماری اسی فیصد آبادی، یعنی سڑک پر موجود عام آدمی، ہمیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے لیکن اختیار و طاقت رکھنے والے بیس فیصد افراد کو کوئی پروا نہیں ہے۔ میں نے ملکی تاریخ کے دس بہترین کرکٹرز کے بارے میں پڑھا اور معلوم ہوا کہ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے کسی نہ کسی تنازع میں نہ گھسیٹا گیا ہو۔ یونس خان نے 2009ء میں ہمیں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ جتایا اور اس کا خمیازہ اُنہیں جبری مقدمات کو بھگتنے کی صورت میں ملا۔ حتیٰ کہ عمران خان بھی۔ ان کے پائے کی شخصیت کسی بھی ملک کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔ انہوں نے ایک جامعہ بنائی، شوکت خانم ہسپتال بنایا؛ انہوں نے پاکستان کے عوام کے لیے بہت کچھ کیا۔ اس کے جواب میں لوگوں نے دل کی گہرائیوں سے انہیں محبت دی، میں نے لوگوں کو دعائیں کرتے سنا ہے کہ 'اے اللہ، عمران پر رحمت برسا اور ان کے تمام گناہوں کو بخش دے، اگر ان سے کوئی غلطی ہوئی بھی ہے تو اسے معاف فرما، کیونکہ انہوں نے بہت اچھے کام بھی کیے ہیں۔' انہوں نے ایک ایجوکیشن سٹی بنایا اور کئی غریب افراد کو ملازمت اور صحت عامہ کی سہولیات اُنہی کی وجہ سے مل رہی ہے، لیکن اُن کے ساتھ لاپرواہ طبقے کی جانب سے کیا برتاؤ کیا گیا؟ 2007ء میں جامعہ پنجاب کے سیاسی بدمعاش عناصر نے انہیں مارا۔ بچوں کو اُنہیں مارنے پر اکسایا گیا۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ایسا کوئی واقعہ سرحد کے اُس پار پیش آئے، اُس مقام سے محض تیس منٹ کی ڈرائیو کے فاصلے پر جہاں عمران سے ایسا سنگ دلانہ برتاؤ کیا گیا؟ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ بھارت میں سچن ٹنڈولکر کے ساتھ ایسا کچھ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سچن ٹنڈولکر یا راہول ڈریوڈ نے کبھی کوئی غلطی نہ کی ہو؟ لیکن اُن کی حفاظت کی جاتی ہے کیونکہ وہ قومی ورثہ ہیں جو ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جس کے لیے یہ کھلاڑی قومی فخر کا احساس ہیں۔ بھارت کا چہرہ ایشوریا رائے، سچن ٹنڈولکر، امیتابھ بچن ہیں۔ پاکستان کا چہرہ تنازعات ہیں۔ اس معاملے میں ہم انوکھے ہیں۔

ENGLAND
4
TROTT
شعیب اختر کے کیریئر کے یادگار لمحات
ENGLAND
14
STRAUSS

جیمز پیٹینسن

جیمز پیٹنسن...... آسٹریلوی باؤلنگ کا مستقبل

اس نے ابھی محض دو ٹیسٹ میچز کھیلے ہیں اور کیویز کی خلاف دسمبر 2011 سے شروع ہونے والے ٹیسٹ کیریئر میں کامیاب ترین ڈیبیو میں جب اس نے اپنی خام رفتار اور سوئنگ کے ہتھیار کے ساتھ مخالف ٹیم کی بیٹنگ لائن کو 5/27 کی کارکردگی کے ساتھ زمین بوس کردیا تو اس وقت سے مبصرین اور کھیل کے ماہرین کو آسٹریلوی آسمان کرکٹ پر ایک اور ستارے کے چمکنے کا پتہ چل چکا تھا۔ کینگروز کے 424 ویں ٹیسٹ کھلاڑی نے 3 مئی 90ء کو ملبورن میں جنم لیا اور مکمل نام جیمز پیٹنسن ہے۔ انٹرنیشنل کرکٹ میں داخلے کے وقت اسے بہت کم لوگ ہی جانتے تھے اور 6 فٹ 3 انچ قد کے مالک اس فاسٹ بالر نے 22 اگست 2011ء کو سری لنکا کے خلاف ایک دن کے کھیل میں بھی اپنا آغاز کردیا ہے' کینگروز کے 188 ویں ون ڈے کھلاڑی اور 52 ویں ٹی 20 کھلاڑی نے جو کہ ایک دن کے کھیل میں 44 نمبر کی قمیض پہنتا ہے گو کہ ابھی اس سطح پر کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا ہے' لیکن بہرحال اپنے پہلے دو ٹیسٹ میچز میں کیویز کے خلاف 5/27 کی بہترین کارکردگی کے ساتھ 14 وکٹیں لے کر دنیائے کرکٹ کو بتا دیا کہ آسٹریلوی فاسٹ باؤلنگ کے جتھے کو ایک اور مرکزی کردار مل گیا ہے' جس کے کاندھوں پر کینگروز کی فاسٹ بالنگ کا بوجھ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔ جبکہ قومی سلیکٹرز اور کپتان بھی اس کے بے پناہ ٹیلنٹ کو بہت زیادہ قابل بھروسہ سمجھتے ہیں اور شاید یہی وجہ تھی کہ 2011ء میں سینٹرل کنٹریکٹ سے نواز دیا گیا بلکہ آسٹریلیا کے دورہ سری لنکا کے لئے بھی اس کا انتخاب کرلیا۔ حالانکہ اس وقت اس نے صرف 6 فرسٹ کلاس میچ کھیلے تھے' لیکن یہ 10-2009ء کا آسٹریلوی ون ڈے سیزن تھا جب اس نے پہلی بار نیو ساؤتھ ویلز کے خلاف متاثر کن انداز سے سوئنگ باؤلنگ کا مظاہرہ کیا اور 6/48 کی شاندار کارکردگی دکھائی' یہ کسی بھی وکٹورین باؤلر کا ڈومیسٹک ون ڈے میں نیا ریکارڈ بھی تھا جس نے گریم واٹسن کا 40 سالہ ریکارڈ بھی توڑ ڈالا۔ ڈیرن پیٹنسن کے چھوٹے بھائی جو کہ انگلینڈ کی طرف سے 2008ء میں ٹیسٹ کھیل چکا ہے کے برعکس وکٹوریہ اور آسٹریلیا میں اپنا مستقبل بنانے کی کوشش کررہا ہے۔

اپنے لمبے قد کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے جب وہ گیند کو دونوں طرف سوئنگ کررہا ہوتا ہے تو کریز پر بلے بازوں کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے اور ان کے لئے اپنی وکٹ کی حفاظت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوجاتا ہے اور اگر بھارتی بیٹسمینوں کے لئے اسے سب سے بڑا امتحان کہا گیا تو ایسا [illegible] بھی نہیں تھا کیونکہ 26 دسمبر کو جب وہ اپنے ہوم میلبورن پر بھارتی بلے بازوں کو گیندیں کرا رہا تھا تو دراصل اس کی بے پایاں صلاحیتوں کا پہلا بڑا امتحان تھا جبکہ یہاں کامیابی کیش کرکے وہ اپنے کیریئر کو آگے بہت آگے بھی لے جاسکتا ہے اور جبکہ انگلینڈ کے خلاف ایشز سیریز کے لئے بھی بہت بڑا سہارا ثابت ہوگا۔ صرف 11 میچز فرسٹ کلاس اور 22 کے قریب ڈومیسٹک مقابلوں میں شرکت کے بعد ہی اگر اس کو کینگروز کے پیس اٹیک کا مرکزی کردار بنا دیا گیا ہے اور آسٹریلوی ٹیم خصوصاً ٹیسٹ میچز میں فتوحات کے لئے اس کی کارکردگی کی مرہون منت ہوگئی ہے تو یہ دو ٹیسٹ میچز کے مختصر کیریئر میں 14 وکٹیں حاصل کرنے والے اس وکٹورین بالر جو کہ اپنی 6 فٹ 3 انچ قد کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے عمدہ سیم باؤلنگ کرنے والے جیمز پیٹنسن کی صلاحیتوں کا برملا اعتراف ہے۔

25 سالہ آسٹریلوی فاسٹ بالر کے پاس وہ سب کچھ ہے' جس کے بل بوتے پر آنے والے دنوں پر کینگروز کے فاسٹ باؤلنگ جتھے کا مرکزی کردار بن کر ابھرے گا' اور 150' 140 کلومیٹرفی گھنٹہ کی رفتار سے وکٹ کے دونوں اطراف میں سوئنگ کروانے کی صلاحیت اسے کامیابی کی سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے انتہائی سازگار رہوگی جبکہ وہ ماضی کی شاندار آسٹریلوی فاسٹ بالنگ کی روایات کو بھی برقرار رکھنے کی کوشش کررہا ہے اس کے پاس محنت وصلاحیت دونوں چیزوں کی بھی قطعی طور پر کوئی کمی نہیں ہے۔

26 دسمبر سے بھارت ٹیم کے خلاف اپنے ہوم گراؤنڈ میلبورن میں شروع ہونے والے سیزن میں کینگروز دستہ بالخصوص طویل دورانیے کی کرکٹ میں کامیابیوں کے لئے اگر اس فاسٹ بالر کی کارکردگی کا مرہون منت تھا تو ایسا کچھ غلط بھی نہیں تھا کیونکہ کیویز کے خلاف اپنے پہلے دو ٹیسٹ میچز میں 14 وکٹیں حاصل کرکے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے میں کامیاب رہا تھا کہ آسٹریلوی آسمان کرکٹ پر ایک اور ستارے کا ظہور ہوچکا ہے جو کہ آنے والے دنوں میں عالمی کرکٹ کے بلے بازوں کے لئے مستقل دردسر اور بڑا چیلنج ہوگا۔ آسٹریلوی سلیکٹرز اور کپتان کو اس کو انتہائی احتیاط سے استعمال کرنا ہوگا اور اس پر غیر ضروری دباؤ ڈالنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ بہرحال اگر وہ اپنے کیریئر کا خاتمہ عظمت کی بلندیوں پر بھی نہ کرسکا تو اتنا کچھ ضرور کرجائے گا کہ جس پر وہ اطمینان بخش زندگی گزار سکے گا جبکہ نئے آنے والوں کے لئے بھی مشعل راہ کا کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس کے لئے اس کو بس اعتماد' مسلسل مواقع اور ٹیم میں جگہ چاہئے جبکہ مجھے پوری امید ہے کہ وہ اپنے سلیکٹرز' کپتان اور ٹیم کے اعتماد پر پورا اترے گا اور کسی کو بھی مایوس نہیں کرے گا۔ اسٹریس فریکچر نے اسے بھارت کے خلاف مزید دو ٹیسٹ کھیلنے سے محروم کردیا 4 ٹیسٹ 25 وکٹیں اس کی صلاحیتوں کا بخوبی اظہار کررہی ہیں جس میں 2 مرتبہ چار اور اتنی ہی مرتبہ وہ 5 وکٹیں اننگز میں حاصل کرنے میں کامیاب رہا تاہم اسٹریس فریکچر کے بعد بھارت کے خلاف بقیہ سیریز سے محرومی اس طرف اشارہ کررہی ہے کہ اس نے اپنی تمام تر قوت کا استعمال بے دریغ کرکے خود کو انجری کا شکار بنایا سلیکٹرز بھی اسے اب احتیاط سے استعمال کریں تو وہ یقینی طور پر آسٹریلوی بالنگ اسکواڈ میں اچھا اضافہ ثابت ہوگا۔

جیمز پیٹنسن نے 4 ٹیسٹ کی 5 اننگز میں 2 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 88 رنز 29.33 کی اوسط سے بنائے 37 ناٹ آؤٹ بہترین اسکور رہا اور اس مجموعے میں 11 چوکے شامل تھے تاہم ابھی وہ اپنے ٹیسٹ کیریئر میں کوئی کیچ تھامنے میں ناکام رہا ہے۔ جبکہ 815 گیندوں میں 453 رنز کے عوض 25 وکٹیں 18.12 کی اوسط سے حاصل کیں 5/27 بہترین بالنگ رہی' دو ون ڈے انٹرنیشنل میں اسے موقع ملا جہاں وہ فی الحال اپنا کھاتہ بیٹنگ میں نہیں کھول سکا تاہم ایک کیچ ضرور ہاتھوں میں تھاما' بالنگ میں 102 گیندوں میں 80 رنز کے عوض 3 وکٹیں 26.66 کی اوسط سے حاصل کیں 2/41 بہترین بالنگ تھی۔ 2 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں 5 رنز بنائے' 2 کیچ تھامے جبکہ 48 گیندوں میں 49 رنز کے عوض 3 وکٹیں 16.33 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 2/17 بہترین بالنگ رہی۔ 13 فرسٹ کلاس میچوں میں 180 رنز اور 57 وکٹیں اس کے کھاتے میں جمع ہوچکی ہیں۔

انعام الحق

اس ماہ جنم لینے والے کھلاڑی نارمن اونیل

جنگِ عظیم دوئم کے بعد 50ء کے عشرے میں آسٹریلوی بیٹنگ سرڈان بریڈمین کے گرد گھومتی رہی جن کی غیر معمولی کارکردگی نے لوگوں کی توقعات کا لیول اس حد تک بلند کردیا کہ آنے والوں کو اس کے شدید تر دباؤ میں جینا پڑا جو بعض حالات میں عمدہ کارکردگی کے باوجود بھی ڈان کی عظمت اور کارکردگی کے تسلسل کے سامنے ماند پڑ گئے اور انہیں وہ حیثیت یا مرتبہ نہیں مل سکا جس کے وہ دراصل حقدار تھے اور ایسے ہی کرداروں میں ایک نمایاں نام نارمن اونیل کا بھی ہے جو بریڈمین کی کھیل سے رخصتی کے بعد میدانوں کی زینت بنے مگر اس سحر سے نہ نکل سکے جو کہ بریڈمین نے قائم کردیا تھا۔ اونیل کی ابتدا سے ہی شاندار کارکردگی نے انہیں "سرڈان" کا دوسرا جنم قرار دے کر ان پر بے جا توقعات کا بوجھ لاد دیا اور ظاہر ہے کہ وہ بریڈمین کا دوسرا جنم تو نہ بن سکے لیکن جتنے عرصے تک آسٹریلیا کے لئے کھیلے ان کی خدمات مثالی رہیں اور انہیں آسانی کے ساتھ نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ مثالی کارکردگی کے دباؤ تلے نامساعد حالات میں وہ آسٹریلوی بیٹنگ لائن کا سہارا بنے رہے اور کم کھیلنے کے باوجود بہترین اور باکمال کہلائے۔

نارمن اونیل 19 فروری 1937ء کو سڈنی کے ایک علاقے کارلٹن میں پیدا ہوئے اور یہاں ابتدائی تعلیم کے حصول کے دوران ہی انہوں نے کھیل سے ناطہ جوڑ لیا کیونکہ ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے بریڈمین کی لافانی کارکردگی کے قصے سننا شروع کردیئے تھے۔ ظاہری بات ہے کہ ان میں بھی اپنے ہیرو کے نقش قدم پر چلنے کا جنون سوار ہوگیا اور اسکول کرکٹ کے علاوہ کلب اور پھر گریڈ کرکٹ تک رسائی نے انہیں کسی جگہ ٹھہرنے نہیں دیا اور 17 برس کی کم عمری میں نیو ساؤتھ ویلز کولٹس جوائن کرنے والے کھلاڑی نے اگرچہ مشکلات کا سامنا بھی کیا اور بڑی اننگز کھیلنے میں ناکامیوں کا سامنا رہا اور یہ جدوجہد تین برس تک جاری رہی جس کے سبب مضبوط ریاستی ٹیم نیو ساؤتھ ویلز میں بھی ان کی جگہ نہ بن سکی تاہم بعد میں وہ بھرپور انداز سے اُبھرے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

1955-56ء میں نیو ساؤتھ ویلز کولٹس کے اُبھرتے ہوئے بیٹسمین نارمن اونیل نے کوئنز لینڈ کولٹس کے خلاف 28 اور 10* رنز اسکور کرنے کے بعد اسی سال ریاستی ٹیم کی فرسٹ الیون میں جگہ بنائی اور 18 برس اور 301 دن کی عمر میں ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف اپنے فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کرنے میں کامیاب ہوگئے لیکن صفر کی خفت کے ساتھ ہی 18/صفر کی بالنگ کارکردگی نے انہیں مزید مواقع سے محروم کردیا البتہ اسی عرصے میں انہوں نے سڈنی میٹروپولیٹن کی جانب سے نیو ساؤتھ ویلز کنٹری کے خلاف 50* رنز اور 2/52 کی کارکردگی دکھا کر سلیکٹرز کو امید دلائی کہ انہیں فراموش نہ کیا جائے اور جب 1956-57ء میں وہ ایک مرتبہ پھر فرسٹ کلاس کرکٹ میں واپس آئے تو ان کو نظرانداز کرنے کوئی سوچ بھی نہیں سکا کیونکہ 20/صفر کی بالنگ کارکردگی کے ساتھ 9 میچوں کی 15 اننگز میں 43.61 کی اوسط سے بنائے گئے 567 رنز اونیل کی مہارت کے آئینہ دار تھے جس میں ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف 127 رنز کی صورت اولین فرسٹ کلاس سنچری کے علاوہ کوئنز لینڈ کے خلاف 63 اور 60*، ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف 63، وکٹوریہ کے خلاف 69، ہاروے الیون کے خلاف 43 اور 23* اور ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف شاندار 62 رنز کی عمدہ اننگز بھی شامل تھیں جو اونیل کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر ایک درست سمت کی طرف لے گئیں اور اسطرح یہاں سے ان کی کامیابیوں کا وہ سفر شروع ہوا جو انہیں مزید آگے اور مزید اوپر لے گیا اور وہ جلد ہی اس مضبوط مقام پر نظر آئے جہاں انہیں بلاشبہ آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

1956-57ء میں ہی ایک آسٹریلین ٹیم نیوزی لینڈ کے فرسٹ کلاس ٹور پر گئی تو نارمن اونیل کو فراموش نہیں کیا جاسکا جو قومی سیزن میں اپنی معیاری کارکردگی کی بدولت اس اسکواڈ میں موجود تھے اور پھر یہاں بھی انہوں نے اوٹاگو کے خلاف 21، آکلینڈ کے خلاف 32، سینٹرل ڈسٹرکٹ کے خلاف 63 اور نیوزی لینڈ کے خلاف 102* رنز کی دلکش اننگز کھیل کر دوسرے 4 میچوں کی 4 اننگز میں 72.66 کی اوسط سے 218 رنز جوڑ کر ایک اہم پرفارمنس رجسٹر کرائی او رثابت کردیا کہ وہ ایک معیاری بیٹسمین ہیں جو آسٹریلین بیٹنگ کا مستقبل کہے جاسکتے ہیں جبکہ اس دلیل کا اگلا ثبوت جلد ہی 1957-58ء کے آسٹریلین سیزن میں بھی مل گیا جہاں نارمن اونیل کی تسلسل کے ساتھ معیاری کارکردگی نے دیکھنے والوں کے دل جیت لئے اور یہاں نہ صرف لوگوں کو ان کی بیٹنگ میں عظیم بریڈمین کی جھلک نظر آئی بلکہ ان کے اعداد و شمار بھی انہی کی طرح متاثر کن رہے یوں اس سال اونیل نے محض 8 میچوں کی 14 اننگز میں 83.75 کی بھاری اوسط سے 1005 رنز (بمقابلہ کوئنز لینڈ 74/3 اور 74 اور 49 رنز اور 4/40 بمقابلہ ویسٹرن آسٹریلیا 43 اور 48 رنز اور 2/3 اور 3/48 اور 233 رنز) بنا کر قومی سیزن کا پورا میلہ لوٹ لیا جس میں نہ صرف ان کی چار دلکش سنچریاں شامل تھیں بلکہ اپنی معیاری لیگ اسپن بالنگ کے ذریعے انہوں نے 20.42 کی اوسط سے 26 وکٹیں بھی حاصل کیں جو یقینی طور پر ان کی واضح کامیابی کا نتیجہ کہی جاسکتی تھیں اس طرح نہ صرف انہیں دلکش پرفارمنس کی بدولت اونیل نے اس سیزن پر اپنی کامیابی کی واضح مہر لگائی بلکہ آسٹریلین سلیکٹرز کی توجہ بھی حاصل کرلی جو ان کی اسی پوری محنت کا اصل صلہ بھی کہا جاسکتا تھا اور وہ اس پر پوری طرح خوش بھی نظر آرہے تھے۔

1958-59ء میں آسٹریلین سیزن کا آغاز ہوا تو نارمن اونیل نے یہاں اپنی معیاری کارکردگی کا سلسلہ گزشتہ سال سے جوڑ دیا خاص طور پر مہمان برطانوی ٹیم کے خلاف پہلے ہی سائیڈ میچ میں دلکش سنچری نے ان کے کیریئر کو ایک نیا موڑ دیا اور سلیکٹرز یہاں انہیں ٹیسٹ کیپ دینے پر مجبور ہوگئے یوں انگلینڈ کے خلاف برسبین میں کھیلے گئے پہلے ٹیسٹ میں 21 سال اور 290 دن کی عمر میں نارمن اونیل کو آسٹریلین ٹیسٹ کیپ بھی مل گئی جس کی انہوں نے واضح طور پر لاج رکھی اور اپنے اولین ٹیسٹ میں 34 اور 71 رنز کی اہم اننگز کھیل کر خود کو ایک معیاری اور متاثر کن بیٹسمین ثابت کر دکھایا اس طرح انہیں ان کی جگہ سے پوری سیریز میں کوئی ہلا نہیں سکا اور اونیل نے یہاں 5 ٹیسٹوں میں 56.40 کی عمدہ اوسط سے 282 رنز (بمقام برسبین 134، اور 71* رنز ٹاپ اسکورر بورک کے ہمراہ 89 رنز کی شراکت، بمقام میلبورن 37 رنز، ہاروے کے ہمراہ 118 رنز کی شراکت، بمقام سڈنی 7* اور 77 رنز کی ٹاپ اسکورر فیول کے ہمراہ 110 رنز کی شراکت، بمقام ایڈیلیڈ 56 رنز اور 8/صفر مکڈانلڈ کے ہمراہ 110 رنز کی شراکت) بنا کر اپنی پوزیشن مزید مستحکم کرلی جو بلاشبہ پہلی ہی معرکہ آرائی میں ان کی واضح کامیابی کہی جاسکتی تھی جس پر نہ صرف انہیں سراہا جاسکتا تھا بلکہ مستقبل کا ہیرو بھی کہا جاسکتا تھا جس کی مزید جھلک قومی سیزن کے دوران بھی دیکھنے کو ملی جہاں ایم سی سی کے خلاف 104 اور 84 ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف 85 اور 128 اور وکٹوریہ کے خلاف 40 اور 155 کی متاثر کن اننگز نے انہیں سیزن کے 15 میچوں کی 21 اننگز میں 54.55 کی اوسط سے 982 رنز کا مالک بنا دیا تھا۔ جبکہ محض 18 رنز کی وجہ سے ایک ہزار رنز کے حدف میں ناکامی کا بدلا انہوں نے بالنگ میں 37.50 کی اوسط سے 8 وکٹیں لے کرلیا تھا اور مسلسل دوسرے سال سیزن پر اپنی کامیابی کی وہ مہر لگائی تھی جو یقینا گہری اور اتنی واضح کہی جاسکتی تھی جسے آسانی سے کوئی بھی نظرانداز نہیں کرسکتا تھا اور یہی باصلاحیت اونیل کا خاصا تھا جس نے انہیں طویل جدوجہد کے بعد بلاشبہ مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچادیا تھا۔

1959-60ء میں نارمن اونیل آسٹریلین ٹیم کے ساتھ مصروفیت کی وجہ سے قومی سیزن کے دوران محض 2 ہی میچز کھیل سکے تاہم لنڈوال الیون کے خلاف 51 اور ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف دلکش 175 رنز کی باریاں کھیل کر انہوں نے دو میچوں کی 4 باریوں میں 1/172 کی بالنگ پرفارمنس سمیت 118.50 کی اوسط سے 237 رنز جوڑ کر خود کو یہاں بھی پوری طرح منوایا جو یقینا اونیل کا ہی خاصا تھا جبکہ اس کامیابی کے بعد وہ اس سیزن میں پاکستان کے مہمان بنے تو یہاں بھی انہوں نے اپنا واضح اثر دکھایا اور ٹیسٹ سیریز میں 1/41 کی بالنگ پرفارمنس سمیت 72.66 کی اوسط سے 218 رنز (بمقام ڈھاکہ 2 اور 26* رنز، بمقام لاہور 134 اور 43* رنز دونوں اننگز میں ٹاپ اسکورر فیول کے ہمراہ 99 رنز کی شراکت اور 1/37، بمقام کراچی 6 اور 7* رنز اور 4/صفر) بنا کر نمایاں رہے جس میں ان کی ایک دلکش سنچری بھی شامل تھی جبکہ صدارتی الیون کے خلاف نان فرسٹ کلاس میچ میں 57 اور فرسٹ کلاس میچ میں 52 رنز بنانے والے اس متاثر کن بیٹسمین نے مجموعی طور پر اس پورے دورے پر 4 میچوں کی 8 اننگز میں 70.25 کی اوسط سے 281 رنز جوڑے اور 72 رنز کے عوض 2 وکٹیں حاصل کیں جو یقینا ایک بہتر اور معیاری کارکردگی کہی جاسکتی تھی جس نے انہیں آسٹریلین ٹیم کا ایک اہم اور لازمی رکن بنادیا اور یہی ان کی اصل کامیابی بھی تھی جس پر وہ بلاشبہ قابل تعریف اور قابل فخر بھی کہے جاسکتے تھے۔

1959-60ء میں ہی نارمن اونیل نے بھارتی دورے پر بھی اہم کامیابیاں سمیٹیں اور خود کو ایک معیاری اور مستند بیٹسمین ثابت کرتے ہوئے 5 ٹیسٹوں میں 51/صفر کی بالنگ پرفارمنس سمیت 62.66 کی عمدہ اوسط سے 376 (بمقام دہلی 39 رنز ہاروے کے ہمراہ، 79 رنز کی شراکت اور 4/صفر اور 19/صفر، بمقام کانپور 116 رنز اور 5 رنز اور 12/صفر، بمقام بمبئی 163 رنز ٹاپ اسکورر ہاروے کے ہمراہ 207 رنز کی شراکت اور 17/صفر، بمقام مدراس 40 رنز، بمقام کلکتہ 113 رنز ٹاپ اسکورر برگ کے ہمراہ 150 رنز کی شراکت) بنا کر ایک اہم پرفارمنس رجسٹر کرائی جس میں ان کی دو دلکش سنچریاں بھی شامل تھیں جبکہ انڈین صدارتی الیون کے خلاف سائیڈ میچ میں 284 رنز کی طوفانی اور کیریئر بیسٹ اننگ کی بدولت وہ اس پورے دورے پر 6 میچوں کی 7 اننگز میں 94.28 کی بھاری اوسط سے 660 رنز بنا کر ٹاپ پر رہے جس میں 1/106 کی بالنگ پرفارمنس بھی شامل تھی اور یقینا اس تمام کارکردگی کو ہر لحاظ سے بہتر اور

معیاری بھی کہا جاسکتا تھا۔

1960-61ء میں نارمن اونیل کامیابی کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے جنوبی افریقہ پہنچے جہاں انہوں نے انٹرنیشنل کوالیرز الیون کی نمائندگی کرتے ہوئے 29/ صفر کی بالنگ پرفارمنس سمیت 4 میچوں کی 6 اننگز میں 22.16 کی اوسط سے 133 رنز جوڑی جس میں ٹرانسوال کے خلاف ان کی 66 اور نٹال کے خلاف 56 رنز کی عمدہ اننگز بھی شامل تھیں لیکن اس اوسط درجے کی کارکردگی کے مقابلے میں وہ اسی سال ہوم سیزن کے دوران بھرپور انداز سے ابھر کر سامنے آئے اور نیو ساؤتھ ویلز کی طرف سے کھیلتے ہوئے انہوں نے نہ صرف مہمان ویسٹ انڈین ٹیم کے خلاف دو دلکش سنچریاں اسکور کیں بلکہ ٹیسٹ سیریز کے دوران بھی وہ 52.20 کی عمدہ اوسط سے 522 رنز (بمقام برسبین 26 اور 181 رنز ٹاپ اسکورر اور 2/ صفر بمقام میلبورن 40 اور صفر رن اور 1/10 بمقام سڈنی 71 اور 70 رنز ٹاپ اسکورر ہاروے کے ہمراہ 108 رنز کی شراکت بمقام ایڈیلیڈ 11 اور 65 رنز ٹاپ اسکورر برگ کے ہمراہ 82 رنز کی شراکت بمقام میلبورن 10 اور 48 رنز سمسن کے ہمراہ 79 رنز کی شراکت) بنا کر سرفہرست رہے جس میں 181 رنز کی ٹاپ اننگ کے ساتھ ہی انہوں نے ٹیسٹ کرکٹ میں اپنے ایک ہزار رنز بھی مکمل کرلئے جو صرف 14 ٹیسٹوں کی 20 اننگز کی جدوجہد کا نتیجہ تھے اور یقیناً یہ ایک عمدہ اور متاثر کن کارکردگی کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا تھا جس نے باصلاحیت اونیل کو بھی ایک بلند مقام عطا کیا تھا اور اکثر لوگ ان میں عظیم بریڈمین کی جھلک محسوس کررہے تھے جو بلاشبہ اس مایہ ناز بیٹسمین کے لئے ایک بڑا اعزاز بھی کہا جاسکتا تھا۔

1960-61ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف ٹاپ پرفارمنس کے علاوہ نارمن اونیل نے اسی سال قومی سیزن کے دوران بھی اپنی دلکش کارکردگی کا سلسلہ پوری شان سے جاری رکھا اور اس سال پانچ خوبصورت سنچریاں اسکور کرنے کے علاوہ دوسری بار آسٹریلین سیزن میں ایک ہزار سے زائد رنز بنانے کا اہم اعزاز بھی حاصل کیا جبکہ مجموعی طور پر وہ اس سال 38.16 کی اوسط سے 6 وکٹیں لینے کے بعد 16 میچوں کی 27 اننگز میں 53.66 کی عمدہ اوسط سے 1288 رنز (بمقابلہ ویسٹ انڈیز 56* رنز اور 114 رنز بمقابلہ کوئنز لینڈ، 49 رنز بمقابلہ تسمانیہ، کمبائنڈ الیون 112 اور 43 رنز، بمقابلہ تسمانیہ 123 رنز، بمقابلہ وکٹوریہ 48 رنز) بنا کر پوری طرح نمایاں رہے اس کے علاوہ آسٹریلین پرائم منسٹر الیون کی طرف سے بھی ویسٹ انڈیز کے خلاف کھیلتے ہوئے ایک نان فرسٹ کلاس میچ میں وہ 78 رنز اور 4/35 کی جاندار پرفارمنس رجسٹر کرانے میں کامیاب رہے جبکہ دوسری طرف انہی دنوں وہ سری لنکا کے خلاف بھی ایک نان فرسٹ کلاس میچ کے لئے میدان میں اترے تو 70 رنز اور 1/17 کی کارکردگی نے انہیں اسکرین سے باہر نہ رہنے دیا اور بلاشبہ یہی ان کی اصل اور اہم کامیابی بھی کہی جاسکتی تھی۔

1961ء میں نارمن اونیل آسٹریلین ٹیم کے ہمراہ برطانوی دورے پر گئے تو اہم کامیابیوں کے حصول سے انہیں یہاں بھی کوئی نہ روک سکا حالانکہ بریڈمین کے عکس نظر آنے والے اونیل پر اب بڑی پرفارمنس کا بہت دباؤ تھا تاہم انہوں نے یہاں خود کو بڑی حد تک سنبھالا اور سیریز کے 5 ٹیسٹوں میں 40.50 کی اوسط سے 324 رنز (بمقام ایجبسٹن 82 رنز، ہاروے کے ہمراہ 146 رنز کی شراکت، بمقام لارڈز 1 اور صفر رن، بمقام لیڈز 27 اور 19 رنز، ہاروے کے ہمراہ 74 اور 50 رنز کی شراکتیں، بمقام مانچسٹر 11 اور 67 رنز، بمقام اوول 117 رنز، برگ کے ہمراہ 123 رنز کی شراکت اور 13/ صفر) بنا کر ایک بہتر پرفارمنس رجسٹر کرائی اور پھر جو خامی رہ گئی تھی وہ انہوں نے ٹور کے سائیڈ میچوں میں دور کر ڈالی اور یہاں ٹاپ پرفارمنس کا مظاہرہ کرتے ہوئے 44.83 کی اوسط سے 6 وکٹیں لینے کے علاوہ 24 میچوں کی 37 اننگز میں 60.03 کی اوسط سے 1981 رنز (بمقابلہ وروسٹر شائر 45 اور 27 رنز، بمقابلہ یارکشائر 100 رنز، بمقابلہ لنکا شائر 74 رنز، بمقابلہ گلمورگن 124 رنز، بمقابلہ گلوسٹر شائر 142 رنز، بمقابلہ گلمورگن 63 رنز، بمقابلہ یارکشائر 74 اور 64 رنز، بمقابلہ ایکس 85 رنز بمقابل جنٹلمین آف انگلینڈ 75 رنز بمقابلہ کلکین الیون 81 رنز بمقابلہ پیرس الیون 63 اور 39 رنز) بنا کر خود کو منوانے میں پوری طرح کامیاب رہے جس میں ان کی 7 دلکش سنچریاں اور 11 نصف سنچریاں بھی شامل تھیں حالانکہ وہ صرف 19 رنز کی کمی کی وجہ سے دو ہزار رنز کے اہم سنگ میل کے حصول سے محروم رہ گئے تاہم مائنر کاؤنٹی کے خلاف 138 رنز اور آئرلینڈ کے خلاف نان فرسٹ کلاس میچز میں 88 رنز کی عمدہ اننگز نے اس کمی کے احساس کو بھی دور کردیا جو بلاشبہ اونیل کو ہی کامیابی کی تھی اور اس پر انہیں یقیناً پوری طرح سراہا بھی جاسکتا تھا اور بہترین بھی کہا جاسکتا تھا۔

1961-62ء میں آسٹریلیا نے کوئی ٹیسٹ سیریز نہیں کھیلی یوں ان دنوں نارمل اونیل ل ۔عد مصروفیت قومی سیزن رہا لیکن بدقسمتی سے اس سال وہ بجھے بجھے سے نظر آئے اور بڑی اننگز نہیں کھیل سکے جب یہ سیزن ختم ہوا تو اونیل، یہاں 80/ صفر کی بالنگ پرفارمنس کے ساتھ 9 میچوں کی 17 اننگز میں محض 25.13 کی اوسط سے 377 رنز ہی جوڑ سکے تھے جس میں وکٹوریہ کے خلاف ان کی 27 اور 43 کوئنز لینڈ کے خلاف 78 ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف 62 اور 43 اور نیوزی لینڈ کے خلاف 25 اور 46 رنز کی باریاں یقیناً اہم رہی تھیں تاہم بڑی اننگز کی تشکیل میں ناکامی یہاں بہرحال محسوس کی جاسکتی تھی اور اسی کا احساس بلاشبہ اونیل کو بھی تھا جنہوں نے اگلے سیزن میں لوگوں کے یہ گلے شکوے دور کردیئے اور وہ شاندار اور معیاری پرفارمنس پیش کی جس کے لئے وہ عالمی سطح پر مشہور تھے اور جو یقینی طور پر ان کی پہچان تھی۔

1962-63ء میں برطانوی کرکٹ ٹیم آسٹریلیا کی مہمان بنی تو نارمن اونیل نے یہاں پہلے ہی سائیڈ میچ میں دلکش سنچری اسکور کرکے اپنے خطرناک ارادوں کا اظہار کر ڈالا اور پھر ٹیسٹ سیریز میں اگرچہ وہ کچھ مشکلات کا شکار رہے تاہم سیریز کے اختتام پر 34.44 کی تسلی بخش اوسط سے 310 رنز (بمقام برسبین 19 اور 56 رنز، بل لاری کے ہمراہ 80 رنز کی شراکت اور 5/ صفر اور صفر رصفر بمقام میلبورن 19 اور صفر اور 19/ صفر بمقام سڈنی 3 رنز اور 1/7 بمقام ایڈیلیڈ 23 اور 100 رنز ہاروے کے ہمراہ 194 رنز کی شراکت اور 49/ صفر بمقام سڈنی، 17 اور 73 رنز برگ کے ہمراہ 109 رنز کی شراکت اور 1/38) بنا کر وہ ایک بہتر مجموعہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے تھے جس میں 2/118 کی بالنگ پرفارمنس کے علاوہ دو ہزار رنز کے سنگل میل کا اہم اعزاز بھی شامل تھا جو 28 ٹیسٹوں کی 45 باریوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھا اور یقیناً اسے اونیل کے لئے ایک اہم اور بڑا کارنامہ بھی کہا جاسکتا تھا جس نے انہیں نیا حوصلہ اور نئی امید بھی دلائی تھی جبکہ انہی دنوں دوسری طرف قومی سیزن کے دوران بھی انہوں نے ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف شاندار 131، ایم سی سی کے خلاف 143 اور وکٹوریہ کے خلاف 93 رنز کی عمدہ اننگز کھیل کر خود کو نمایاں رکھا اور یہاں 35.90 کی اوسط سے 10 وکٹوں پر قبضے کے ساتھ 13 میچوں کی 21 اننگز میں 36.38 کی اوسط سے 764 رنز جوڑ کر خود کو منوانے میں کامیاب رہے جو بلاشبہ انہی کی کامیابی تھی اور اس مشکل گھڑی میں اسی بہتر اور معیاری کارکردگی پر یقینی طور پر انہیں سراہا بھی جاسکتا تھا۔

1962-63ء میں ہی نارمن اونیل نے انٹرنیشنل کوالیرز الیون کی طرف سے بھارت کا دورہ کیا لیکن وہاں وہ صدارتی الیون کے خلاف واحد میچ میں صفر اور 25 رنز اور 1/50 کی کارکردگی ہی دکھا سکے تاہم اس سیزن میں جب وہ اسی ٹیم کے ساتھ جنوبی افریقہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اپنا اصل رنگ دکھایا اور ٹرانسوال کے خلاف 53 ویسٹرن پروانس کے خلاف 145 ایسٹرن پراونس کے خلاف 73، نٹال کے خلاف 51، رہوڈیشیا کے خلاف 96 اور ٹرانسوال کے خلاف ناقابل شکست 158* رنز کی عمدہ اننگز کھیلنے میں کامیاب رہے جس نے انہیں 62.00 کی اوسط سے 5 وکٹوں کے حصول کے علاوہ 5 میچوں کی 10 اننگز میں 51.55 کی عمدہ اوسط سے 464 رنز کا مالک بنادیا اور یقیناً یہ ایک معیاری کارکردگی کہی جاسکتی تھی جس نے انہیں 1963-64ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف ہوم سیریز میں بھی ایک بہتر اور باعزت مقام دلایا اور وہ یہاں 32.33 کی اوسط سے تین وکٹیں لینے کے علاوہ چار ٹیسٹوں کے دوران 40.71 کی اوسط سے 285 رنز (بمقام برسبین 82 اور 19* رنز بوتھا کے ہمراہ 180 اور لاری کے ہمراہ 61 رنز کی شراکتیں اور 1/20 بمقام سڈنی 3 اور 88 رن لاری کے ہمراہ 140 رنز کی شراکت اور 16/ صفر اور 1/59 بمقام ایڈیلیڈ صفر اور 66 رنز بمقام سڈنی 21 اور 6 رنز اور 1/2) بنا کر نمایاں رہے جس میں ان کی 3 قیمتی نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔

1963-64ء کے قومی سیزن میں ہی جنوبی افریقہ کے خلاف ایک بہتر ٹیسٹ سیریز میں شرکت اور معیاری پرفارمنس کے ساتھ نارمن اونیل نے سائیڈ میچوں میں بھی عمدہ کھیل پیش کیا اور یہاں 192 اور 32 اور 30 اور 63 رنز کی قابل تعریف باریاں کھیلیں جبکہ دوسری طرف شیلڈ کرکٹ میں بھی ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف 43 اور 135 اور وکٹوریہ کے خلاف 36 اور 61* رنز کی اننگز اہم ہیں پھر آسٹریلین کیپٹل کے خلاف بھی وہ نان فرسٹ کلاس میچ کے دوران 122 رنز کی جاندار باری کے ساتھ نمایاں رہے یوں اس پورے سیزن میں مجموعی طور پر اونیل نے اہم کامیابیاں سمیٹیں اور 42.85 کی اوسط سے 7 وکٹیں لینے کے علاوہ 12 میچوں کی 22 اننگز میں 41.15 کی اوسط سے 823 رنز جوڑنے میں کامیاب رہے جو بلاشبہ ایک بہتر اور معیاری کارکردگی کا نتیجہ کہا جاسکتا تھا جس نے نہ صرف اونیل کو حوصلہ دیا تھا بلکہ ان میں پہلے سے زیادہ آگے بڑھنے کا جذبہ بھی پیدا کردیا تھا۔

1964ء میں نارمن اونیل نے سری لنکا کے خلاف اکلوتے نان فرسٹ کلاس میچ میں 45 رنز کی باری کھیلنے کے بعد اسی سال برطانیہ کا دورہ کیا لیکن یہاں وہ بدقسمتی سے بڑی اننگز کھیلنے میں بری طرح ناکام رہے اور سائیڈ میچوں میں چار سنچریاں اسکور کرنے کے باوجود وہ ٹیسٹ سیریز میں ایک نصف سنچری تک نہ بنا سکے جو یقیناً ان کی ناکامی تھی یوں سیریز کے پانچ میں سے چار ٹیسٹوں میں شریک اونیل یہاں 37/ صفر کی بالنگ پرفارمنس کے ساتھ 31.20 کی اوسط سے محض 156 رنز (بمقام ٹرینٹ برج 26 اور 24* رنز ٹاپ اسکورر بمقام لارڈز 26 اور 22 رنز بمقام مانچسٹر 47 رنز سمسن کے ہمراہ 85 رنز کی شراکت اور 37/ صفر بمقام اوول 11 رنز) ہی جوڑ سکے جس نے انہیں چاروں طرف سے تنقید کا نشانہ بنادیا اور وہ پوری طرح دباؤ کا شکار ہوگئے حالانکہ اس سیریز میں ان کی ہلکی پرفارمنس نے ان کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا اور وہ یہاں 59.33 کی اوسط سے 6 وکٹیں لینے کے علاوہ 20 میچوں کی 34 اننگز میں 45.63 کی اوسط سے 1369 رنز بنا کر بھی ناکام ہی کہلائے جو یقیناً ان کی بدقسمتی ہی کہی جاسکتی تھی جبکہ اسی دورے پر نان فرسٹ کلاس میچز کے دوران بھی وہ نارفولک الیون کے خلاف 61، ہالینڈ کے خلاف 87 اور اسکاٹ لینڈ کے خلاف 64 اور 52 رنز کی شاندار اننگز کھیلنے میں کامیاب رہے تھے تاہم یہ تمام کارکردگی ان کے بارے میں لوگوں کی رائے نہ بدل سکی اور بہت کچھ کرکے بھی اس دورے پر جو مہر لگی وہ ناکامی کی تھی جبکہ اسی ٹور پر انہوں نے 27 برس کی عمر میں اپنے قومی ون ڈے کیریئر کا آغاز بھی کیا تاہم صفر کی خفت نے یہاں بھی انہیں سر نہ اٹھانے دیا اور اسی کے ساتھ ہی

یہ دورہ بھی اختتام کو پہنچ گیا جو یقیناً اونیل کے لئے ایک تلخ یاد بن گیا تھا۔

65-1964ء میں نارمن اونیل آسٹریلین ٹیم کے ہمراہ بھارتی دورے پر پہنچے تو بدقسمتی نے یہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور مدراس کے پہلے ٹیسٹ میں صفر اور 40 رنز اور 19/صفر اور 1/41 کی کارکردگی دکھانے کے بعد وہ ممبئی ٹیسٹ کے دوران معدے کی تکلیف کے ایسے شکار ہوئے کہ نہ صرف وہ یہاں بیٹنگ نہ کر سکے بلکہ اگلے ٹیسٹ سے بھی انہیں ہاتھ دھونا پڑا یوں بھارتی دورے میں دو میچوں کے دوران 1/60 کی بالنگ پرفارمنس کے ساتھ 20.00 کی اوسط سے 40 رنز جوڑنے والے اونیل انہی دنوں پاکستان کے خلاف بھی کراچی ٹیسٹ کے دوران غیر حاضر رہے پھر اسی سیزن میں پاکستانی ٹیم آسٹریلیا کی مہمان بنی تو اس بار بھی میزبانوں میں نارمن اونیل شامل نہیں تھے حالانکہ انہی دنوں قومی سیزن کے دوران انہوں نے 51/صفر کی بالنگ پرفارمنس کے ساتھ 5 میچوں کی 7 اننگز میں 57.83 کی عمدہ اوسط سے 347 رنز بنا کر قومی سطح پر اپنی واپسی اور موجودگی کا واضح احساس دلا دیا تھا جس میں پاکستان کے خلاف 26 وکٹوریہ کے خلاف 59 کوئنز لینڈ کے خلاف 96 اور ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف 133 رنز کی معیاری اننگز بھی شامل تھیں لیکن بدقسمتی سے وہ ٹیم میں اپنی جگہ نہیں بنا سکے تاہم اسی سیزن میں جب آسٹریلین ٹیم نے دورہ ویسٹ انڈیز کے لئے رخصت سفر باندھا تو یہاں اونیل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکا اور اس طرح کافی مشکل کے بعد انہیں ان کی محنت کا حصہ مل گیا۔

65-1964ء کے ویسٹ انڈین ٹور پر نارمن اونیل نے اپنی معیاری آل راؤنڈ پرفارمنس سے خود کو نمایاں رکھنے کی پوری کوشش کی حالانکہ ٹرینیڈاڈ ٹیسٹ میں گیند سر پر لگنے کی وجہ سے وہ زخمی بھی ہوئے تاہم انہوں نے اپنے حوصلے بلند رکھے اور نہ صرف اس بار وہ 44.33 کی اوسط سے 266 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے بلکہ انہوں نے 25.55 کی اوسط سے 9 قیمتی وکٹیں (بمقام جمیکا 40 اور 22 رنز اور 1/34، بمقام ٹرینیڈاڈ 36 رنز 4/41 اور 1/65، بمقام گیانا 27 اور 16 رنز 2/26 اور 4/صفر، بمقام بارباڈوز 51 اور 74* رنز ٹاپ اسکورر، بل لاری کے ہمراہ 147 رنز کی شراکت اور 1/60) بھی حاصل کیں جو یقینی طور پر عمدہ کارکردگی تھی لیکن کمر کی ایک تکلیف نے انہیں نئی مشکلات میں مبتلا کر دیا جس کے سبب انہیں سیریز کا آخری ٹیسٹ چھوڑنا پڑا بلکہ آنے والے عرصے میں بھی مواقع کے لحاظ سے مشکلات کا شکار رہے جو ان کے کیریئر کا ایک المیہ ہی تھا کیونکہ ویسٹ انڈیز کا یہ دورہ آسٹریلوی ٹیم کے ساتھ ان کا آخری سفر ثابت ہوا جہاں انہوں نے 24.46 کی اوسط سے 13 وکٹیں حاصل کرنے کے بعد سات میچوں کی دس اننگز میں 68.55 کی اوسط سے 617 رنز بھی سمیٹے جس میں جمیکا کے خلاف 125 رنز اور 3/52، ٹرینیڈاڈ کے خلاف 125 رنز اور پھر بارباڈوز کے خلاف 101 رنز کی شاندار باریاں بھی شامل تھیں۔ اس کے علاوہ دیگر سائیڈ گیمز میں گیانا کولٹس کے خلاف 110 اور جمیکا کولٹس کے خلاف 63 رنز اور 2/16 کی کارکردگی علیحدہ تھی جسے دیکھ کر اونیل کے کیریئر کی تباہی کا سوچنا بھی محال تھا مگر فٹنس کی مشکل اور سلیکٹرز کی بے حسی نے انہیں قبل از وقت گھر لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

66-1965ء میں نارمن اونیل نے قومی سیزن کے دوران معیاری کارکردگی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے 182 رنز کے عوض دو وکٹیں لینے کے ساتھ ہی سات میچوں کی 12 اننگز میں 39.41 کی اوسط سے 473 رنز اسکور کئے جس میں ساؤتھ آسٹریلیا کے خلاف 80، وکٹوریہ کے خلاف 108، ویسٹرن آسٹریلیا کے خلاف 140 اور 34 اور ایم سی سی کے خلاف 36 رنز کی باریاں اہمیت کی حامل تھیں لیکن انہیں آسٹریلوی ٹیم میں واپس نہ لا سکیں۔ پھر 67-1966ء میں بھی ان کی ہوم سیزن میں کارکردگی نمایاں رہی اور 36.50 کی اوسط سے چار وکٹیں لینے والے بیٹسمین نے سات میچوں کی 13 اننگز میں 67.91 کی مثالی اوسط سے 815 رنز، بمقابلہ ساؤتھ آسٹریلیا 160 اور 80 رنز) بنا کر خود کو منوانے میں کامیاب رہے لیکن افسوس کہ کسی کو ان کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ کیریئر کے اس آخری مرحلے میں انہیں آسٹریلیا کی اے ٹیم کی طرف سے ایک موقع ملا تو نیوزی لینڈ کے اس دورے پر وہ اس کو کارآمد نہ بنا سکے کہ کوئی بھی مقابلہ بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ نہ تھا۔ دورے کے 6 میچوں کی دس اننگز میں 37.66 کی اوسط سے 339 رنز میں انہوں نے کینٹربری کے خلاف 28، ویلنگٹن کے خلاف 101 اور 58*، نیوزی لینڈ کے خلاف 28 اور 34 جبکہ آکلینڈ کے خلاف 82 اور 74 رنز کی باریاں تخلیق کیں اور مزید مواقع کے لئے حوصلہ پا گئے لیکن سلیکٹرز نے اس کارکردگی کو یکسر نظر انداز کر دیا اور اونیل اپنے کیریئر کے خاتمے پر غور و فکر کرنے لگے۔

68-1967ء میں نارمن اونیل نے دورہ بھارت پر انڈین پرائم منسٹرز الیون کے لئے بمبئی صدارتی الیون کے خلاف اپنا آخری فرسٹ کلاس میچ کھیلا تو ان کی عمر صرف 31 برس تھی اور 84/صفر کی بالنگ کارکردگی کے علاوہ 46 اور 8 رنز بنانے والا کھلاڑی بدقسمتی کا شکار ہو کر اس کھیل سے دور ہو گیا جس میں ابھی وہ کچھ عرصے مزید کامیابی کی شاہراہ پر دوڑ سکتا تھا۔ گھٹنے کی تکلیف سے دوچار اونیل کے مداحوں کے لئے یہ خبر حیران کن تھی کہ وہ کھیل کو چھوڑ گئے مگر ایک ٹوبیکو کمپنی سے وابستہ کھلاڑی نے آسٹریلین براڈ کاسٹنگ کارپوریشن میں کرکٹ سمرائزر کے طور پر خدمات کی انجام دہی کرتے ہوئے اپنے بیٹے مارک اونیل کی تربیت میں بھی ہاتھ بٹایا لیکن فرسٹ کلاس کرکٹ تک رسائی میں کامیاب یہ باصلاحیت آل راؤنڈر بھی اپنے والد کی طرح خوش قسمت نہ رہا جسے 80ء کے عشرے میں دو ریاستی ٹیموں کی نمائندگی بھی نہ اُبھار سکی حالانکہ اس کا ریکارڈ خاصا بہتر تھا۔ اپنی زندگی کو کھیل کے لئے وقف کر دینے والے نارمن اونیل 3 مارچ 2008ء کو 71 برس اور 13 دن کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ البتہ وہ اپنے پیچھے کھیل کی خوشگوار یادوں کا وہ خزانہ چھوڑ گئے ہیں جسے آسانی سے بھلانا ممکن نہیں ہے۔

نارمن اونیل عمدہ اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک بیٹسمین تھے جنہوں نے صرف 14 ٹیسٹ میچوں میں ایک ہزار اور پھر 28 میچوں میں دو ہزار رنز کا سنگِ میل پار کر کے اس دعوے کی بھرپور لاج رکھی کہ وہ آسٹریلوی سرزمین پر جنم لینے والے دوسرے بریڈمین ہیں لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ سرعت کے ساتھ رنز سمیٹنے کا اعزاز ہی ان کے لئے کڑے دباؤ کا باعث بن گیا اور آخری 14 ٹیسٹ میچوں میں 700 کے لگ بھگ رنز اس کی وضاحت کے لئے کافی ہیں جس میں فٹنس کی مشکلات کو شامل کر لیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ وہ کیوں اس عمر میں بین الاقوامی کرکٹ چھوڑ گئے جس میں دورِ حاضر کے آسٹریلوی کھلاڑی اپنا کیریئر شروع کرتے ہیں۔ چوڑے شانوں کے مالک نارمن اونیل بیک فٹ پر اسٹائلش اسٹروکس کھیلنے میں ملکہ رکھتے تھے جن کو اننگ کی ابتدا میں دقت پیش آئی اور وہ سیٹ ہونے میں کچھ وقت لیتے مگر قدم جمانے کے بعد ان کا کھیل قابلِ دید ہوتا تھا ان کی یہ خامی آخری دنوں تک برقرار رہی اور وہ خود کو بدلنے میں کامیاب نہ ہو سکے جب اننگ کے شروع میں کوئی جذباتی کوشش انہیں بڑی یا کامیاب اننگ سے محروم کر گئی لیکن کریز پر قیام کے بعد ان کے قدم اکھاڑنا بڑے بالرز کے لئے بھی آسان نہیں ہوتا تھا۔ ٹیسٹ کرکٹ کے اولین ''ٹائی'' ٹیسٹ میں اپنی کیریئر بیسٹ اننگ تخلیق کرتے ہوئے انہوں نے بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور بھرپور انداز سے خود کو منوایا۔ کسی بھی طرح کے اسٹروکس کھیلنے میں مہارت کے حامل اونیل عام طور پر دوسرے کھلاڑیوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر انداز سے اپنے شاٹس کھیل سکتے تھے اور اسی اہلیت کے باعث انہیں ''کرشمہ ساز'' اور ''ڈائنامائٹ'' جیسے القابات سے نوازا گیا۔

مستند بیٹسمین کے علاوہ نارمن اونیل ایک معیاری لیگ اسپنر بھی تھے جن پر عالمی کرکٹ میں ذرا کم ہی بھروسہ کیا گیا۔ لیکن جب بھی وہ ایکشن میں نظر آئے تو انہوں نے مایوس نہیں کیا اور قیمتی وکٹیں حاصل کیں جبکہ فیلڈنگ کے شعبے میں بھی ان کی اہلیت کم نہ تھی۔ وہ مشکل کیچز کو بڑی آسانی سے قابو کرنے کے علاوہ اپنی گلوری کی سی رفتار کے ساتھ کی جانے والی تھرو کے باعث خاصی شہرت رکھتے تھے کیونکہ اسی اہلیت کے سبب امریکن بیس بال اسکاؤٹس کی توجہ بھی ان کی طرف مبذول ہوئی لیکن ان کی حقیقی پہچان ظاہر ہے کہ ان کی باکمال بیٹنگ ہی رہی اور کرکٹ آسٹریلیا کے چیئرمین سمیت بہت سارے نامور مبصرین کا بھی خیال رہا کہ اونیل کو بیٹنگ کرتے ہوئے دیکھنا ہمیشہ باعث لطف رہا صرف اپنی عمدہ بیٹنگ سے ہی لوگوں کے دل جیت لیتے تھے اور انہیں بدقسمتی کا سامنا نہ رہتا تو ان کا شمار کھیل کے عظیم کرداروں میں سے ایک کے طور پر کیا جاتا۔

نارمن کلفورڈ لوئس اونیل نے 59-1958ء سے لے کر 65-1964ء تک سات برسوں کی بین الاقوامی کرکٹ میں آسٹریلیا کے لئے 42 ٹیسٹ میچز کھیلے اور 69 اننگز میں 8 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 45.55 کی عمدہ اوسط سے 2779 رنز اسکور کئے جس میں 181 رنز کی بہترین اننگ سمیت ان کی 6 سنچریاں اور 15 نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ فیلڈر کے طور پر 21 کیچز کرنے والے کھلاڑی نے بالنگ کے دوران 4/41 کی عمدہ کارکردگی سمیت 39.23 کی اوسط سے 17 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ 13 برس پر مشتمل فرسٹ کلاس کیریئر میں آسٹریلیا اور نیو ساؤتھ ویلز کے لئے اونیل نے 56-1955ء سے لے کر 68-1967ء تک 188 میچوں میں شرکت کی اور 306 اننگز میں 34 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 50.95 کی اوسط سے 13859 رنز بنائے جس میں 284 رنز کی کیریئر بیسٹ اننگ سمیت ان کی 45 سنچریاں اور 64 نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ فیلڈر کی حیثیت سے 104 کیچز کرنے والے کھلاڑی نے 41.09 کی اوسط سے 99 وکٹیں بھی حاصل کیں جس میں 4/40 کی عمدہ کارکردگی شامل تھی۔ چار مرتبہ سیزن میں ایک ہزار یا زائد رنز کا کارنامہ انجام دینے والے بیٹسمین نے دو مرتبہ یہ اعزاز آسٹریلیا سے باہر حاصل کیا جبکہ 1964ء میں انہوں نے برطانوی دورے پر اپنے اکلوتے ون ڈے میچ میں صفر کی ہزیمت سے دوچار ہونے کے بعد دو کیچز کیے۔ انہوں نے اپنی اس کارکردگی کے باعث ایک قابل احترام کھلاڑی کا درجہ پایا اور 1962ء میں وزڈن کے سال کے پانچ بہترین کھلاڑیوں میں سے ایک کے طور پر بھی سامنے آئے لیکن بریڈمین کا عکس ان کی ذات کے لئے اتنا بوجھل رہا کہ وہ اس کے دباؤ میں مبتلا ہو کر ڈوبتے اور ابھرتے رہے اور اس مقام کو حاصل نہیں کر پائے جہاں تک رسائی کی ان میں اہلیت تھی اور جو ان کو عالمی سطح پر کھیل کا لافانی کردار بنا سکتا تھا۔ 3 مارچ 2008ء کو نیو ساؤتھ ویلز میں یہ لافانی کرکٹر اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

MAB

بھارت اور 2011ء: عالمی چیمپئن بنا لیکن ٹیسٹ نمبر ون نہ رہ سکا

سال 2011ء تمام تر نشیب و فراز کو ماضی میں تبدیل کرتا ہوا اختتامی مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ شائقین کرکٹ خاص کر کرکٹ کے ایشیائی دیوانوں کے لئے یہ سال خصوصاً بہت اہمیت کا حامل رہا، کیونکہ اسی سال دنیا بھر کی ٹیمیں دنیائے کرکٹ پر آسٹریلیا کی ایک دہائی طویل اجارہ داری کے خاتمے کے لئے ایشیائی سرزمین پر اکھٹی ہوئی تھیں۔ 1999ء، 2003ء اور 2007ء میں عالمی کپ ٹورنامنٹس جیت کر ہیٹ ٹرک کرنے والا آسٹریلیا رواں سال مسلسل چوتھی مرتبہ یہ اعزاز جیتنے کے لیے سرگرداں تھا لیکن برصغیر سے تعلق رکھنے والی ٹیموں نے اس کی خواہشوں کو دفن کر دیا۔ بھارتی کرکٹ شائقین کا جوش و خروش بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا کیونکہ مہندر سنگھ دھونی کی قیادت میں 'ٹیم انڈیا' اپنے بہترین دور سے گزر رہی تھی اور اس عالمی کپ میں بھارتی شیروں کو مخالفین کو اپنی ہی کچھار میں زیر کر کے 28 برسوں کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا تھا۔ لیکن سال 2011ء کی پہلی ہی ایک روزہ سیریز میں بھارتی کرکٹ ٹیم کو جنوبی افریقہ کے ہاتھوں 3-2 کی شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ سال کا آغاز اِس لحاظ سے بھی بھارتی مداحوں کے لئے بہت مایوس کن رہا کیونکہ سیریز کے پہلے ایک روزہ میں ہی جنوبی افریقہ نے 135 رنوں کی ذلت آمیز شکست دے کر بھارت کے ہوش اڑا دیے تھے۔ اِس سنسنی خیز سیریز کا اختتام بھی بھارتی کرکٹ ٹیم کی شکست کے ساتھ ہوا۔ عالمی کپ سے چند ہفتے قبل ملنے والی اِس شکست نے 'ٹیم انڈیا' کی عالمی کپ کی تیاریوں پر ایک بڑی ضرب لگائی۔ لیکن بھارت کو اپنے ہی میدانوں اور وہاں موجود ہزاروں بلکہ لاکھوں تماشائیوں کی بدولت جو برتری حاصل تھی اس نے کام کر دکھایا۔ فروری کے وسط میں عالمی کپ کے حصول کی طویل، دلچسپ اور ہنگامہ خیز کشمکش کا آغاز ہوا۔ جس کا انتظار نہ صرف بھارت کے 100 کروڑ سے زائد لوگ بلکہ پوری دنیا بڑی بے صبری سے کر رہی تھی۔ 1983ء کے عالمی کپ فائنل میں مہندر امرناتھ کی گیند پر مائیکل ہولڈنگ کے آؤٹ ہونے کے بعد کا منظر اب بھی کئی لوگوں کے ذہنوں میں تازہ تھا۔ لیکن اس تاریخی اور یادگار لمحے کو گزرے ہوئے 28 برسوں کا طویل عرصہ بیت چکا تھا۔ اس دوران جوش و ولولے سے بھری کئی آنکھیں بوڑھی ہو چکی تھیں اور بھارت میں کرکٹ شائقین کی پوری ایک نئی نسل پروان چڑھ چکی تھی، جنہوں نے 1983 کے بعد اِس دنیا میں اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ ان نوجوانوں کو اُن تاریخی لمحات کے احوال محض اپنے بڑوں کی زبانی یا قدیم اخبارات، جرائد اور ٹیلی وژن ریکارڈنگز اور جھلکیوں کی صورت میں ہی معلوم ہوا اور وہ اُس حقیقی لذت سے محروم تھے جسے ان کے بڑوں نے 28 سال قبل محسوس کیا تھا۔ اس لئے 2011 کے عالمی کپ میں نئی نسل کی بے صبری اپنی تمام تر انتہاؤں کو عبور کر چکی تھی۔ عالمی کپ 2003ء کے زخم اور عالمی کپ 2007ء کی رسوائی کا تازیانہ لئے جب بھارتی کرکٹ ٹیم 2011ء کے عالمی کپ کے اُکھاڑے میں داخل ہوئی تو ملک کے کرکٹ مداحوں کے ولولے اور جنون "مہنگوں کے نشیمن" تہ و بالا کر دینے کے لئے کافی تھے۔ "سچن کا آخری عالمی کپ" اس فقرے نے بھارت کے کھلاڑیوں اور مداحوں کو دیوانہ کر دیا تھا، اُنہیں کسی بھی صورت میں 'سچن مہان' کو جاتے جاتے عالمی کپ کا اعزاز دینا تھا کیونکہ یہی وہ عالمی اعزاز تھا جس کی کمی سچن نے کیریئر میں بہت زیادہ محسوس کی۔ خود سچن بھی اس کمی کو پورا کر کے اپنی "بدشگونی کی روایت" کو جھوٹا ثابت کر دینا چاہتے تھے۔ بھارت کے لیے عالمی کپ کا آغاز اچھے انداز سے نہیں ہوا۔ انگلستان کے خلاف اہم گروپ میچ سنسنی خیز مقابلے کے بعد برابری پر ختم ہوا جبکہ ایسوسی ایٹ ٹیموں کی جانب سے بھی شدید مزاحمت کا سامنا کرنے پر شائقین کی پیشانیوں پر شکنیں نمودار ہونا شروع ہو گئیں۔ یہ شکن اُس وقت اعصاب شکن بن گئی جب بھارت کو اہم ترین گروپ مقابلے میں جنوبی افریقہ سے شکست کھانا پڑی۔ اس شکست کا نتیجہ یہ نکلا کہ ناک آؤٹ مرحلے میں بھارت کا پہلا ٹکراؤ ہی 3 عالمی اور دفاعی چیمپئن آسٹریلیا سے ہو گیا، جو کئی سالوں تک ناقابل شکست رہنے کے بعد گروپ مرحلے میں پاکستان سے شکست کھا چکا تھا۔ آر یا پار کی اس جنگ میں دونوں ٹیموں کی عزت و ناموس اور وقار داؤ پر لگے ہوئے تھے اور اسی کو بچانے کی دھن میں دونوں ٹیمیں میدان میں اُتریں تو گویا گھمسان کا رن پڑا۔ ایک طرف جہاں ایک دہائی سے زیادہ عرصے تک ناقابل تسخیر رہنے کا ریکارڈ داؤ پر تھا تو دوسری طرف کروڑوں گھریلو مداحوں کے بلند توقعات کی اس رکھنی تھی۔ اور بالآخر بھارتی کرکٹ شائقین کی امیدیں بر آئیں اور بھارت نے آسٹریلوی غرور کو خاک میں ملا کر عالمی اکھاڑے سے باہر پھینک دیا۔ لیکن 'عشق کے امتحاں ابھی باقی تھے'۔

عالمی کپ کے تاج سے محض دو قدم کے فاصلے پر وہ تاریخی معرکہ رونما پیش آ گیا جس نے برصغیر کے ہر متنفس کو دم بخود کر دیا۔ عالمی کپ 2011ء کے سیمی فائنل میں برصغیر کے دونوں روایتی حریفوں کے درمیان ہونے والے مقابلے نے دنیائے کرکٹ کو ہلا کر رکھ دیا۔ 30 مارچ کو موہالی میں پاک-بھارت اتفاقی مقابلے سے قبل ہی تجزیوں، تبصروں، لفظی جنگ اور جوابی حملوں ایسا سماں باندھ دیا سیمی فائنل کا یہ میچ بلے اور گیند کی کشمکش کی بجائے نفسیاتی کشمکش کی صورت اختیار کر گیا۔ حتیٰ کہ تبصرہ نگاروں میں اِس بات پر اتفاق ہو گیا کہ جس نے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھا وہ میدان مار لے گا، اور وہی ہوا۔ شائقین اور میدان کی برتری حاصل ہونے کے باعث پاکستان دباؤ میں آ گیا خصوصاً اس کے فیلڈرز اور بعد ازاں بلے بازوں نے گھٹنے ٹیک دیے اور ایک تاریخی معرکے میں شکست کھا کر پاکستان کو عالمی کپ سے باہر ہونا پڑا۔ بھارت عالمی کپ میں پاکستان کے ہاتھوں ناقابل شکست رہنے کی روایت کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہا اور اس طرح کرکٹ کی تاریخ میں پہلی دفعہ دو ایشیائی ممالک عالمی کپ کے فائنل میں پہنچ گئے۔ دوسری طرف نسبتاً آسان حریف نیوزی لینڈ کو زیر کر کے فائنل تک رسائی پانے والا دوسرا میزبان سری لنکا عالمی کپ کا ایک مضبوط دعویدار تھا۔ بھارت کو زیر کرنے کے تمام جواہر اس ٹیم میں موجود تھے۔ لیکن بھارتی جانبازوں نے گویا قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اب انہیں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ فائنل مقابلے میں ایک اچھے اسکور کا تعاقب بھارتی بلے بازوں نے سنبھل کر کیا۔ اس طرح سال 2011ء میں 'ٹیم انڈیا' نے مہندر سنگھ دھونی کی قیادت میں وہ کارنامہ انجام دے ڈالا جس کے لئے بھارتی قوم 28 سالوں سے امیدیں لگائے بیٹھی تھی۔ اب اگلے پانچ سالوں تک دنیائے کرکٹ پر بھارت کی حکمرانی ہے۔ کامیابی کا جشن اگر اپنی حدوں کو تجاوز کرنے پر بھی ختم نہ ہو تو اس کا نشہ انسان کو ایسا بدحواس کر دیتا ہے کہ وہ بغیر کسی محنت، مشقت اور لائحہ عمل کے اپنی اِسی کامیابی کی بنیاد پر مستقبل کو درخشاں و تابناک دیکھنے لگتا ہے۔ اس کی نظروں کے سامنے سے یہ سراب اُس وقت ہٹتا ہے جب حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ عالمی کپ کی جیت یقینی طور پر ایک تاریخی جشن کی مستحق تھی، لیکن اس عظیم فتح کے بعد افسوسناک بات یہ رہی کہ عوام کے ساتھ ساتھ خواص بھی اس جشن میں ایسا مخمور ہوئے کہ مستقبل کے لائحہ عمل کو تیار کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ بورڈ نے عالمی کپ کے عین بعد انڈین پریمیئر لیگ (آئی پی ایل) میں قومی ٹیم کے کپتان سمیت تمام سرکردہ کھلاڑیوں کو جھونک دیا اور دورہ انگلستان سے قبل دورہ ویسٹ انڈیز - جو انگلستان کی سرزمین پر انگریزوں سے مد مقابل ہونے کے لئے تیاری کے لیے ایک انتہائی اہم معرکہ تھا - سے سرکردہ کھلاڑیوں کو آرام کی غرض سے محروم کر دیا گیا۔ نتیجتاً ویسٹ انڈیز کے خلاف 'ٹیم انڈیا' کوئی غیر معمولی

آسٹریلیا نے بارڈر۔گواسکر ٹرافی جیت لی

بالآخر بھارت نے آسٹریلیا کو اس کی سرزمین پر ہرانے کا 'سنہرا ترین موقع' گنوا دیا اور مسلسل تیسرے ٹیسٹ میں بدترین شکست کیساتھ ہی سیریز اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔ آسٹریلیا نے ڈیوڈ وارنر کی شعلہ فشاں اننگز کی بدولت ایک اننگز اور 37 رنز سے میدان مار کر بارڈر۔گواسکر ٹرافی جیت لی۔ یہ بھارت کی سرزمین ہند سے باہر ٹیسٹ کرکٹ میں مسلسل ساتویں شکست تھی۔ واکا، پرتھ کی سبزی مائل پچ پر دونوں ٹیموں کی جانب سے بالکل متضاد اور حیران کن رویے سامنے آئے، ایک جانب مہمان بلے بازوں پر مشتمل بیٹنگ لائن اپ ریت کی دیوار ثابت ہوئی تو دوسری جانب ٹی ٹوئنٹی اسپیشلسٹ سمجھے جانے والے بلے باز نے ریکارڈ ساز اننگز کھیل کر میچ کو یکطرفہ بنا دیا۔ جی ہاں! بھارت کے تمام بلے باز اس مرتبہ بھی مکمل طور پر ناکام رہے جبکہ اس کے مقابلے میں آسٹریلیا نے اپنی واحد اننگز میں ڈیوڈ وارنر کی 180 رنز کی برق رفتار اننگز کی بدولت ایسا مجموعہ اکٹھا کر لیا جو بھارت دو اننگز میں سرتوڑ کوششوں کے باوجود پورا نہ کر سکا۔ بہرحال، ڈیوڈ وارنر اس یادگار اننگز کے دوران بدقسمتی سے اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے لیکن اس کے باوجود انہوں نے بھارت کے محض 161 رنز پر آؤٹ ہونے کے بعد اُس کے کمزور باؤلنگ اٹیک کی جس طرح دھجیاں بکھیریں، اس نے پہلے دن کے اختتام پر ہی آسٹریلیا کی فتح پر مہر ثبت کر دی تھی۔ پہلی اننگز میں بھارت کا کوئی بلے باز نصف سنچری بھی نہ بنا سکا، جو ان شاذ و نادر مواقع میں سے ایک ہے جب بھارت کی بیٹنگ لائن اپ مکمل طور پر ملیامیٹ ہو گئی ہو۔ ویرات کوہلی 44 رنز کے ساتھ بہترین بلے باز رہے جبکہ گوتم گمبھیر اور وی وی ایس لکشمن نے 31، 31 رنز بنائے۔ حال ہی میں ایک روزہ مقابلے میں ڈبل سنچری بنانے والے وریندر سہواگ تو صفر پر پویلین سدھارے جبکہ 100 ویں بین الاقوامی سنچری کی تلاش میں سرگرداں سچن ٹنڈولکر 15 رنز پر میدان بدر ہوئے۔ بھارت کی پہلی اننگز محض 161 رنز پر تمام ہوئی اور پہلے ہی دن دوسری اننگز کا آغاز ہو گیا۔ آسٹریلیا، جس نے پچ پر گھاس کی وجہ سے بھارت ہی کی طرح چار تیز گیند باز کھلانے کا فیصلہ کیا گو باؤلرز نے بالکل مایوس نہیں کیا اور چاروں نے وکٹیں حاصل کیں۔ بین ہلفنیاس نے 4، پیٹر سڈل نے 3، مچل اسٹارک نے 2 اور ریان ہیرس نے ایک حریف بلے باز کو آؤٹ کیا۔ 161 کے جواب میں وارنر کی سرکردگی میں آسٹریلیا کا جوابی حملہ اس قدر تیز تھا کہ بھارت کے قدم ٹکنے ہی

کارنامہ انجام نہ دے سکی۔ پہلے ٹیسٹ میں جیت کے علاوہ باقی دو ٹیسٹ ڈرا رہے اور ایک روزہ میچوں میں بھی بھارتی ٹیم نے سیریز تو اپنے نام کر لی لیکن اسے دو متواتر شکستوں کے ساتھ وطن واپس لوٹنا پڑا۔

عالمی کپ کے بعد کوچ گیری کرسٹن کی مدت بھی ختم ہو چکی تھی۔ اُن کی سرپرستی میں بھارت نے دو نمایاں کارنامے انجام دیے، پہلا ٹیسٹ درجہ بندی میں اول مقام حاصل کیا اور دوسرا عالمی کپ میں تاریخی کامیابی حاصل کی۔ اس طرح دورہ ویسٹ انڈیز کے اختتام کے ساتھ ہی بھارتی کرکٹ ٹیم کے ساتھ اُن کے ایک سنہرے اور یادگار سفر کا خاتمہ ہوا۔ بعد ازاں بھارتی کرکٹ ٹیم کی کوچنگ کی ذمہ داری ڈنکن فلیچر کو سونپی گئی، جس پر چہار جانب حیرانی و استعجاب کا اظہار بھی کیا گیا۔ ڈنکن فلیچر نیوزی لینڈ کے اسٹیفن فلیمنگ اور اپنے ہم وطن اینڈی فلاور پر سبقت لے جاتے ہوئے 'ٹیم انڈیا' کی کوچنگ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اِس ذمہ داری کی ابتدا ہی ڈنکن فلیچر کے لئے ایک سخت چیلنج کے ساتھ ہوئی۔ انہیں ایک ایسی ٹیم کی کوچنگ کا فریضہ سونپا گیا تھا جو ٹیسٹ درجہ بندی میں دوسرے نمبر کی ٹیم انگلستان سے اسی کی زمین پر نبرد آزما ہونے جا رہی تھی۔ اس پر ستم یہ کہ ٹیم کی ایک معتدبہ جماعت ایسے کھلاڑیوں پر مشتمل تھی جن کے اعصاب سابقہ مقابلوں کی وجہ سے جواب دے چکے تھے۔

''فاتح اعظم'' کی حیثیت سے انگلستان کے ساحل پر قدم رکھنے والی بھارتی کرکٹ ٹیم سے ایک مرتبہ پھر بلند توقعات وابستہ تھیں۔ ٹیسٹ درجہ بندی میں سرفہرست رہنے اور عالمی کپ فاتح ہونے کے اعزاز کی لاج اس سالار کے ہاتھوں میں تھی جس کی قسمت پر پوری دنیا رشک کر رہی تھی۔ ٹیسٹ ٹیموں میں اول مقام حاصل کرنے کا اعزاز، عالمی کپ کی فتح اور پھر آئی پی ایل میں اپنی ٹیم کی شاندار کامیابی کے بعد مہندر سنگھ دھونی دنیا کے کامیاب ترین لوگوں کی فہرست میں شامل ہو چکے تھے۔ انہیں انگلستان کو سر کرنے کے لئے نفری تو وہی سونپی گئی تھی جس نے محض چند مہینوں قبل ہر مضبوط سے مضبوط قلعے کو زمیں بوس کیا تھا۔ لیکن اس نفری کی صلاحیتوں کو سابقہ غیر ضروری معرکوں نے زنگ آلود کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسے ڈرامے کی شروعات ہوئی جسے دیکھ کر پوری دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ پہلے ٹیسٹ میچ سے ظہیر خان کے زخمی ہو کر وطن واپس لوٹنے کے بعد ٹیم انڈیا کے تھکے ہارے کھلاڑی اس طرح زخمی ہو کر وطن واپس لوٹنے لگے گویا یہ حقیقت میں کسی میدان جنگ کے پسپا سپاہی ہوں۔ پے در پے ملنے والی شکستوں نے بھارتی سرماؤں کے ایسے ہوش اُڑائے کہ ٹیسٹ میچوں میں 4-0 کی ہزیمت تو اٹھانی ہی پڑی ایک روزہ مقابلوں میں بھی وہ محض ایک جیت کے لئے ترستے رہ گئے جو انہیں نصیب نہ ہو سکی اور بالآخر ٹیسٹ درجہ بندی میں سرفہرست رہنے کا تاج انگلستان کو سونپ کر ہندوستان کا دستہ ذلت، رسوائی اور شرم کا تاج لئے سوئے وطن روانہ ہوا۔ اس ہزیمت کا دکھ اس خوشی سے کہیں زیادہ تھا جو عالمی کپ جیتنے کے بعد حاصل ہوئی تھی۔ یہی وہ لمحہ تھا جب بھارتی کرکٹ بورڈ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہوا نظر آیا۔ پرانی حکمت عملی کا جائزہ لے کر اسے نیا جامہ پہنایا گیا۔ گو کہ ٹھیک ایک مہینے بعد بھارت نے انگلستان کو ایک روزہ میچوں کی سیریز میں اپنی زمین پر اسی طرح جیت کے لئے ترسایا، جس طرح انگریزوں نے انہیں کیا تھا، لیکن انگلستان میں ملنے والا زخم ایسا تھا جو مندمل ہوتے نہیں ہوا۔ سال کے اختتامی ایام بھارتی ٹیم کے لئے اس لحاظ سے اچھے رہے کہ اسے ویسٹ انڈیز جیسی قدرے کمزور ٹیم سے گھریلو میدانوں پر کھیلنے کا موقع ملا۔ ٹیسٹ اور ایک روزہ دونوں سیریزوں میں میزبانوں نے مہمانوں کی خوب خبر لی۔ اس طرح ٹیم انڈیا ویسٹ انڈیز کو شاندار طریقے سے زیر کرنے میں کامیاب رہی۔ البتہ بحیثیت مجموعی ٹیسٹ میں بھارت کی کارکردگی مایوس کن رہی۔ سال 2011ء کی اس داستان کا اختتام ادھورا رہ جائے گا اگر اندور میں کھیلے گئے ویسٹ انڈیز کے خلاف چوتھے میچ کا ذکر نہ کیا جائے۔ ایک روزہ میچوں کی سیریز میں جہاں 153 رنوں کی عظیم فتح کے ساتھ ہی بھارت نے سال کی آخری سیریز اپنے نام کی وہیں 'بے رحم' بلے باز وریندر سہواگ نے سچن کے ایک روزہ میچوں میں سب سے زیادہ انفرادی رنز بنانے کے ریکارڈ کو توڑ کر اپنی پہلی ڈبل سنچری مکمل کی۔ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی یہ محض دوسری ڈبل سنچری اور طویل ترین اننگز تھی جو صرف 140 گیندوں پر 219 رنوں کی کھیلی گئی یہ اننگ نہ صرف سال 2011ء کی بہترین اننگز تھی بلکہ کرکٹ کی تاریخ میں بھی اسے انفرادی لحاظ سے بھی ممتاز حیثیت حاصل رہے گی۔

نہ پائے۔ آسٹریلیا نے اننگز کے ابتدائی 15 اوورز میں بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے 117 رنز بنائے جو ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کے ابتدائی 15 اوورز کے بہترین اسکورز میں سے ایک ہے۔ پہلے ہی روز کے اختتام پر میزبان ٹیم کا اسکور بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے 149 رنز تھا۔ اس دوران وارنر نے اپنی سنچری محض 69 گیندوں پر مکمل کی جو ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین سنچریوں میں سے ایک تھی۔ بھارت کے گیند بازوں پر وارنر کی 'بمباری' کا یہ سلسلہ اگلے روز تب تک جاری رہا جب تک وہ کھانے کے وقفے کے بعد 159 گیندوں پر 5 چھکوں اور 20 چوکوں کی مدد سے 180 رنز بنانے کے بعد آؤٹ نہیں ہو گئے۔ اس موقع پر بھارت کو کچھ دیر کے لیے سانس لینے کا موقع ملا، جب اس نے چائے کے وقفے تک آسٹریلیا کی آخری 7 وکٹیں محض 79 رنز کے اضافے پر حاصل کر لیں۔ آسٹریلیا کی کھیلی گئی واحد اننگز میں وارنر کے علاوہ صرف اوپنر ایڈ کووان ہی قابل ذکر بلے باز رہے جنہوں نے وارنر کے ساتھ مل کر پہلی وکٹ پر 214 رنز بنائے۔ ان دونوں کے علاوہ کوئی بلے باز نمایاں کارکردگی نہ دکھا سکا۔ یعنی آسٹریلیا کی آخری 9 وکٹیں اسکور میں صرف 155 رنز کا اضافہ کر پائیں۔ بھارت کی جانب سے اُمیش یادیو نے 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ دو وکٹیں ظہیر خان کو ملیں۔ بہرحال دوسرے ہی روز چائے کے وقفے کے بعد بھارت کی دوسری اننگز کی باری آ گئی، یعنی کہ اتنی جلدی دوسرا کڑا امتحان، اور حسب معمول بھارت ایک مرتبہ پھر ناکام ہو گیا۔ ابتدائی 20 اوورز میں بھارت محض 51 رنز پر اپنے چاروں اہم بلے بازوں سے محروم ہو چکا تھا یعنی گوتم گمبھیر (14)، وریندر سہواگ (10)، سچن ٹنڈولکر (8) اور وی وی ایس لکشمن (0) پر پویلین لوٹ گئے۔ جب دوسرے روز کا کھیل ختم ہوا تو اسکور بورڈ پر 4 وکٹوں کے نقصان پر 88 رنز کا جگمگاتا ہندسہ بھارت کی یقینی شکست کی داستان سنا رہا تھا۔ میچ کا اختتام تیسرے روز ہی ہو گیا جب کھانے کے وقفے کے فوراً بعد بین ہلفنیاس نے ایک ہی اوور میں تین وکٹیں حاصل کر کے ڈھائی دن میں ہی میچ کا خاتمہ کر دیا۔ اس اننگز میں راہول ڈریوڈ نے میچ کی دونوں اننگز میں بولڈ ہو کر ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں سب سے زیادہ یعنی 54 مرتبہ بولڈ ہونے کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اب ایسا لگتا ہے کہ Wall کے نام سے معروف ڈریوڈ کو theinHole Wall کے نام سے پکارا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ پہلی اننگز کے ٹاپ اسکورر ویرات کوہلی دوسری اننگز میں بھی سب سے زیادہ رنز بنانے والے بھارتی بلے باز رہے جنہوں نے 75 رنز بنائے اور بھارت کی گرنے والی آخری وکٹ بنے۔ ڈیوڈ وارنر کو یادگار و فیصلہ کن اننگز کھیلنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ قبل ازیں آسٹریلیا کے ناتجربہ کار اور نو آموز گیند بازوں نے پہلے ٹیسٹ میں ہی بھارتی بلے بازوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا تھا۔ گمبھیر، سہواگ، ڈریوڈ، سچن اور لکشمن پر مشتمل ""Furious Five"" بھی آسٹریلیا کے باؤلرز کا کچھ نہ بگاڑ سکے جنہوں نے بلے بازی کی تاریخ کی اس دیوار عزم میں چھید ڈالتے ہوئے میزبان ٹیم کو 122 رنز کی یادگار فتح سے نواز دیا۔ اور خصوصاً بھارتی ماہرین کے ان تمام اندازوں کو غلط ثابت کر دیا جن کی نظر میں 'یہ بھارت کے لیے آسٹریلیا کو اس کی سرزمین پر ہرانے کا نادر ترین موقع' تھا۔ جیمز پیٹن سن، بین ہلفنیاس اور پیٹر سڈل کی مثلث نے حتمی و فیصلہ کن اننگز بھارتی بیٹنگ لائن اپ کی دھجیاں بکھیر دیں اور 292 رنز کے ہدف کا تعاقب کرنے والے بھارت کو محض 169 رنز پر ٹھکانے لگا دیا۔ تینوں کھلاڑیوں نے اننگز میں 9 اور میچ میں مجموعی طور پر 19 وکٹیں حاصل کیں۔ یوں بارڈر۔ گواسکر ٹرافی کے حصول کے لیے اس اہم سیریز میں آسٹریلیا کو 1-0 کی حیران کن برتری حاصل کر چکی تھی۔ میچ میں خاص طور پر پیٹرسن کی کارکردگی بہت عمدہ رہی، جنہوں نے چند ہفتے قبل نیوزی لینڈ کے خلاف اپنے پہلے ہی ٹیسٹ میں اننگز میں 5 وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ انجام دیا تھا، لیکن اس مرتبہ انہوں نے اپنے بلے کی مہارت بھی دکھائی اور دوسری اننگز میں انتہائی نازک موقع پر 37 رنز کی کارآمد و ناقابل شکست اننگز کھیلی۔

حیران کن طور پر اتنے رنز تو وہ کبھی فرسٹ کلاس کرکٹ میں بھی نہیں بنا پائے۔ بہرحال، ملبورن میں ہر سال 26 دسمبر کو باکسنگ ڈے کے موقع پر ہونے والے ٹیسٹ میں اس مرتبہ آسٹریلیا کا مدمقابل عالمی نمبر 2 بھارت تھا۔ ٹاس جیت کر آسٹریلیا نے پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے ایڈ کووان کے 68 اور تجربہ کار رکی پونٹنگ 62 رنز کی بدولت 333 رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا۔ پہلے روز، جس میں 70 ہزار سے زائد تماشائی میدان میں موجود تھے، آسٹریلیا نے 6 وکٹوں پر 277 رنز بنائے۔ یوں بھارت کے لیے پہلا دن نسبتاً حوصلہ افزا رہا اور لیکن آسٹریلیا آخری روز چار وکٹوں کے نقصان کے ساتھ مزید 56 رنز بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پیٹر سڈل کے 41 کارآمد رنز کی بدولت 300 کی نفسیاتی حد عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بھارت کی جانب سے گو کہ سب سے زیادہ وکٹیں ظہیر خان نے حاصل کیں لیکن سب سے عمدہ گیند باز نوجوان اُمیش یادیو نے کی جنہوں نے ڈیوڈ وارنر، شان مارش اور رکی پونٹنگ کی قیمتی ترین وکٹیں سمیٹیں۔ البتہ ظہیر نے دو مسلسل گیندوں پر مائیکل کلارک اور مائیکل ہسی کو ٹھکانے لگا کر میچ کا پانسہ پلٹانے میں مدد دی۔ ظہیر نے چار وکٹیں حاصل کیں جبکہ امیش کے ساتھ ساتھ روی چندر آشون کو بھی 3 وکٹیں ملیں۔ جواب میں بھارت کا آغاز بہت عمدہ تھا۔ 22 رنز پر گمبھیر کی وکٹ کھو دینے کے باوجود آسٹریلوی گیند بازوں کے لیے دنیا کے بہترین بلے بازوں کو نشانہ بنانا دشوار دکھائی دیتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ پہلے راہول ڈریوڈ اور سہواگ اور پھر ڈریوڈ اور سچن کے درمیان ہونے والے دو شراکتوں نے مقابلے کو یکسر بھارت کے پلڑے میں جھکا دیا۔ سہواگ 67 رنز بنانے کے بعد پیٹن سن کی وکٹ بنے۔ جس کے بعد ڈریوڈ اور سچن نے تیسری وکٹ پر 117 رنز کی زبردست شراکت داری قائم کی لیکن پھر وہی ہا جو ہمیشہ بھارت کے ساتھ ہوتا آیا ہے کہ سچن کے میدان سے لوٹتے ہی ٹیم مسائل کا شکار ہو گئی۔ سچن 73 رنز بنانے کے بعد پیٹر سڈل کی گیند پر بولڈ ہو گئے۔ اس وقت بھارت کا اسکور 214 رنز پر 2 کھلاڑی آؤٹ تھا جب سچن دوسرے روز کے آخری اوور میں سڈل کا نشانہ بنے اور کسی نے تصور بھی نہ کیا ہوگا کہ تیسرے روز بھارتی ٹیم آخری 8 وکٹوں پر محض 68 رنز بنا پائے گی، جی ہاں! بھارتی ٹیم کی آخری 8 وکٹیں صرف 68 رنز کے اضافے پر گریں۔ دن کے ابتدائی اوورز ہی میں ڈریوڈ 68 رنز بنا کر پویلین لوٹے، پھر ملبورن میں ہمیشہ ناکام رہنے والے وی وی ایس لکشمن محض 2، ویرات کوہلی 11 مہندر سنگھ دھونی 6 رنز بنا کر بھارتی امیدوں کو خاک میں ملا گئے۔ اگر آخری لمحات میں آشون 31 رنز نہ بناتے تو شاید بھارت 51 رنز کے بجائے کہیں بڑے خسارے کا شکار ہوتا۔ بھارت کی پہلی اننگز کا خاتمہ بھی آشون کے ساتھ ہوا جو سڈل کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے جکڑے گئے اور بھارت کی پہلی اننگز کا خاتمہ 282 رنز پر مایوس کن انداز میں ہوا۔ اننگز کی بہترین گیند بازی بین ہلفنیاس نے کی جنہوں نے 75 رنز دے کر 5 بھارتی کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جن میں گمبھیر، ڈریوڈ، کوہلی، دھونی اور نائٹ واچ مین ایشانت شرما کی وکٹیں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ تین وکٹیں پیٹر سڈل کو اور دو جیمز پیٹن سن کو ملیں۔ یوں تمام وکٹیں پیسرز نے سمیٹیں۔

51 رنز کی حیران کن برتری ملنے کے باوجود آسٹریلیا کا آغاز تباہ کن تھا۔ تیسرے روز کھانے کے وقفے کے بعد شروع ہونے والی آسٹریلیا کی دوسری اننگز میں میزبان ٹیم کی ابتدائی چار وکٹیں محض 24 رنز پر امیش یادیو اور ظہیر خان کی نذر ہو گئیں۔ ڈیوڈ وارنر 5، ایڈ کووان 8، دونوں اننگز میں مکمل طور پر ناکام ہونے والے شان مارش 3 اور کپتان مائیکل کلارک محض ایک رن بنا کر آسٹریلیا کو منجدھار میں چھوڑ گئے۔ اس موقع پر تجربہ کار رکی پونٹنگ اور مرد بحران مائیکل ہسی نے اننگز کو سنبھالا دیا اور پانچویں وکٹ پر 115 رنز کی میچ بچاؤ شراکت داری قائم کی اور چائے کے وقفے تک مزید کسی وکٹ کو نہ گرنے دیا۔ لیکن ایک مرتبہ اننگز سنبھل جانے کے بعد جب بھارتی گیند بازوں نے وکٹیں گرانے کا سلسلہ شروع کیا تو پھر وہ رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ ظہیر خان نے پہلے رکی پونٹنگ کو 60 رنز پر چلتا کیا اور پھر اپنے اگلے ہی اوور میں بریڈ ہیڈن کو 6 رنز پر پویلین کا راستہ دکھا دیا۔ کچھ ہی دیر میں پیٹر سڈل دوسرے اینڈ سے امیش یادیو کا شکار بن گئے۔ گو کہ مائیکل ہسی وکٹ پر کھڑے تھے لیکن دوسرے اینڈ سے ناتھن لیون کی وکٹ گرنے نے انہیں مسئلے سے دوچار کر دیا جو بغیر کوئی رن بنائے آشون کا شکار ہو گئے۔ دن کا اختتام 179 رنز 8 کھلاڑی آؤٹ کے ساتھ ہوا اور آسٹریلیا کے لیے اتنی ناقص کارکردگی کے باوجود حوصلہ مند بات یہ تھی کہ مائیکل ہسی کریز پر موجود تھے۔ آخری روز جب آسٹریلیا اپنی دوسری اننگز کا دوبارہ آغاز کرنے میدان میں پہنچا تو اس کی صرف دو وکٹیں باقی تھیں۔ مجموعی طور پر ہسی نے نویں وکٹ پر پیٹن سن کے ساتھ 37 رنز کی قیمتی شراکت قائم کی جس نے اسکور کو 197 تک پہنچا دیا۔ اس موقع پر بدقسمتی سے ہسی 89 رنز پر آؤٹ ہو گئے، اور ظہیر خان کی ایک خوبصورت گیند کا شکار بنے۔ انہوں نے 151 گیندوں پر 9 چوکوں سے مزین اننگز کھیلی۔ تاہم دن کی سب سے حیران کن شراکت آخری وکٹ پر پیٹن سن اور ہلفنیاس کے درمیان 43 رنز کی شراکت داری تھی۔ جنہوں نے بحیثیت مجموعی پوری بھارتی ٹیم خصوصاً گیند بازوں کو خوب پریشان کیا۔ پیٹن سن نے 37 قیمتی ترین رنز بنائے جبکہ ہلفنیاس نے 14 رنز کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ سب سے اہم بات یہ کہ انہوں نے مجموعی طور پر 10 مزید اوورز تک بھارت کے جارحانہ حملے کا مقابلہ کیا۔ دوسری اننگز میں امیش یادیو 4 وکٹوں کے ساتھ کامیاب ترین گیند باز رہے جبکہ ظہیر خان نے 3، ایشانت شرما نے اور آشون

ڈیوڈ وارنر

نے ایک وکٹ حاصل کی۔ اب بھارت کو 292 رنز کے قابل قبول ہدف کا تعاقب کرنا تھا لیکن وہ آسٹریلیا کی برق رفتار مثلث کے سامنے ٹک ہی نہ پایا اور اس سوائے سچن کے 32 اور آشون کے 30 رنز کے کسی بلے باز نے کوئی قابل ذکر اننگز نہیں کھیلی۔ سہواگ اور لکشمن تو دوہرے ہندسے میں ہی داخل نہ ہو سکے جبکہ کوہلی تو صرف ایک گیند کے مہمان ثابت ہوئے۔ 81 کے مجموعی اسکور پر جب سچن 32 رنز بنا کر پیٹر سڈل کا شکار بنے تو بھارت کی 6 وکٹیں گر چکی تھیں اور میچ مکمل طور پر آسٹریلیا کے حق میں پلٹ چکا تھا۔ آخر میں مہندر سنگھ دھونی نے 23، آشون نے 30، ظہیر خان نے 13 اور امیش یادیو نے 21 رنز کے ساتھ کچھ مزاحمت کی لیکن وہ میچ نکالنے کے لیے کافی نہ تھی اور جب چوتھے روز کے آخری سیشن میں ناتھن لیون نے امیش یادیو کو آؤٹ کر کے میچ کی واحد وکٹ حاصل کی تو بھارت کی اننگز 169 رنز پر تمام ہو گئی اور میچ 122 رنز کے بڑے مارجن سے آسٹریلیا کے نام ہو گیا۔ دوسری اننگز میں آسٹریلیا کے پیسرز نے مجموعی طور پر 9 وکٹیں سمیٹیں جن میں سے 4 پیٹن سن، 2 ہلفنیاس اور 3 پیٹر سڈل کو ملیں جبکہ ایک وکٹ ناتھن لیون کے نام رہی۔ پیٹن سن کو میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ میچ میں بھارت کے لیے سب سے پریشان کن باتیں دو رہیں۔ ایک تو ان کے چند مرکزی بلے بازوں کی ناقص کارکردگی، خصوصاً گمبھیر، لکشمن، کوہلی اور دھونی اور دوسرا حریف ٹیم کے ٹیل اینڈرز کو ٹھکانے لگانے میں ناکامی۔ دونوں اننگز میں آسٹریلیا کے ٹیل اینڈرز کامیاب رہے، پہلی اننگز میں آسٹریلیا کی آخری 4 وکٹوں نے 119 رنز بنائے جبکہ دوسری اننگز میں انہوں نے 92 رنز کا اضافہ کیا۔

دوسرا ٹیسٹ بھی بھارت کے لئے کچھ خوشگوار یادیں نہ چھوڑ سکا اور بھارت کا آسٹریلوی سرزمین پر سیریز جیتنے کا خواب چکنا چور ہو گیا اور ساتھ ساتھ اس پر لگا 'گھر کے شیر' کا داغ بھی مزید گہرا ہو گیا ہے سڈنی میں کھیلے گئے دوسرے ٹیسٹ میں آسٹریلیا نے اسے اننگز اور 68 رنز کی ذلت آمیز شکست سے دوچار کرتے ہوئے سیریز میں ناقابل شکست برتری حاصل کر لی۔ گزشتہ 12 سالوں میں یہ بھارت کے خلاف آسٹریلیا کی اننگز کے مارجن سے حاصل کردہ پہلی فتح تھی۔ سچن ٹنڈولکر کا سنچریوں کی سنچری کا انتظار مزید طویل ہو گیا کیونکہ دوسری اننگز میں وہ 80 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ بارڈر۔ گواسکر ٹرافی کے دوسرے ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں بھارت کو محض 191 پر ڈھیر کرنے کے بعد آسٹریلیا نے کپتان مائیکل کلارک کی یادگار ٹرپل سنچری اور رکی پونٹنگ اور مائیکل ہسی کی سنچریوں کی بدولت 659 رنز کا بھاری مجموعہ اکٹھا کیا جو بھارت کے لیے کافی ثابت ہوا۔

بھارت کا ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کچھ اچھا ثابت نہ ہوا کیونکہ اس کی ابتدائی چار وکٹیں محض 59 پر گر گئیں۔ گوتم گمبھیر پہلے ہی اوور میں صفر پر جبکہ راہول ڈریوڈ 5 رنز بنانے کے بعد آؤٹ ہوئے تو بھارت کا مجموعی اسکور صرف 30 تھا۔ 55 تک پہنچتے پہنچتے آسٹریلیا نے پیٹن سن کی بدولت وریندر سہواگ کی قیمتی ترین وکٹ بھی ہتھیا لی جنہوں نے محض 30 رنز بنائے اور اپنے اگلے ہی اوور میں پیٹن سن نے وی وی ایس لکشمن کو 2 رنز پر پویلین لوٹا کر بھارتی بیٹنگ لائن اپ کی بنیاد کا خاتمہ کر دیا۔ اب بھارت کا تمام تر انحصار سچن ٹنڈولکر اور ویرات کوہلی پر تھا جو ایک مرتبہ پھر توقعات پر پورا نہ اتر سکے۔ سچن 41 اور کوہلی 23 رنز بنانے کے بعد جب بالترتیب پیٹن سن اور پیٹر سڈل کی وکٹ بنے تو بھارت کے 126 پر 6 کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر مہندر سنگھ دھونی اور روی چندر آشون نے ساتویں وکٹ پر 54 رنز کا اضافہ کیا۔ لیکن آشون کے 20 رنز بناتے ہی پویلین لوٹنے پر 200 کا ہندسہ عبور کرنے کی امید کا خاتمہ ہو گیا۔ دھونی 57 پر ناٹ آؤٹ رہے جبکہ باقی تینوں وکٹیں ایک بھی رنز نہ بنا پائیں۔ یوں بھارت، پہلی اننگز میں صرف 191 رنز بنا پایا۔ پیٹن سن نے 4، بین ہلفنیاس اور پیٹر سڈل نے 3،3 حریف بلے بازوں کو آؤٹ کر کے فتح کی بنیاد رکھی۔ جواب میں محض 37 رنز پر تین وکٹیں گنوانے کے باوجود آسٹریلیا نے زبردست فائٹ بیک کیا اور اس مرتبہ اہم ترین کردار ایک سابق اور ایک موجودہ کپتان کا تھا یعنی رکی پونٹنگ اور مائیکل کلارک کا جنہوں نے نہ صرف دن میں مزید کوئی وکٹ نہ گرنے دی اور جب پہلے دن کا کھیل اختتام کو پہنچا تو آسٹریلیا نسبتاً اچھی پوزیشن پر تھا یعنی 116 رنز تین کھلاڑی آؤٹ پر۔ دن میں 13 وکٹیں گرنے کے بعد ایسا لگتا تھا کہ سڈنی کی وکٹ گیند بازوں کو خوب مدد کرے گی لیکن اس مفروضے کو دوسرے روز آسٹریلیا کے بلے بازوں نے غلط ثابت کر دکھایا۔ پہلے چوتھی وکٹ کلارک اور پونٹنگ کے درمیان 288 رنز کی زبردست شراکت قائم ہوئی اور یوں ان دونوں نے کے میچ میں آسٹریلیا کو بالادست پوزیشن پر پہنچا دیا۔ دونوں نے صبح کے اہم ترین سیشن میں آسٹریلیا کی مزید کوئی وکٹ نہ گرنے دی۔ دوسرے روز کھانے کے وقفے کے بعد رکی پونٹنگ نے تقریباً دو سال بعد اپنے کیریئر کی پہلی سنچری بنائی۔ وہ 99 رنز پر رن آؤٹ ہوتے ہوئے بال بال بچے اور ظہیر خان کی تھرو براہ راست نہ لگنے کے باعث ڈائیو مار کر رن مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ 'پنٹر' کے ٹیسٹ کیریئر کی 40 ویں سنچری تھی اور بلاشبہ ایک انتہائی یادگار اننگز بھی۔ 134 کے انفرادی اسکور پر رکی پونٹنگ کے آؤٹ ہونے کے بعد بھارت کے رہے سہے ارمان بھی ٹھنڈے کر دیے۔ دونوں نے دن کے اختتام تک بھارت کے گیند بازوں کو مزید کسی وکٹ کے حصول سے روکے رکھا یوں دوسرے دن تمام دن کی دوڑ دھوپ کے باوجود بھارتی گیند باز صرف رکی پونٹنگ کی وکٹ ہی حاصل کر پائے جو ایشانت شرما کے ہاتھ لگی۔ دوسرے روز کھیل کے اختتام تک آسٹریلیا کا اسکور 482 رنز پر پہنچ چکا تھا اور کلارک اور ہسی پانچویں وکٹ پر 157 کا اضافہ کر چکے تھے۔ سڈنی میں تیسرا دن بھی بھارت کے لیے بھیانک خواب ثابت ہوا 'کیونکہ صبح سے لے کر چائے کے وقفے سے قبل تک 47 اوورز میں اس کا کوئی گیند باز آسٹریلیا کے دونوں سیٹ بلے بازوں کو نہ پچھاڑ سکا۔ ہسی اور کلارک کی شراکت داری 334 رنز تک جا پہنچی جس کی بدولت آسٹریلیا کا پہلی اننگز کا اسکور 659 رنز پر پہنچ چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ آسٹریلیا اگلی پچھلی ساری کسریں بھارت سے نکالنا چاہتا ہے لیکن حیران کن طور پر مائیکل کلارک نے اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کر دیا۔ وہ انفرادی طور پر بہت سارے ریکارڈز اپنے نام کر سکتے تھے لیکن انہوں نے تیسرے روز کے آخری سیشن کا فائدہ اٹھانے اور بھارت پر دباؤ کو مزید بڑھانے کے لیے اننگز کے خاتمے ہی کو مناسب سمجھا۔ یہ سال 2012ء کے ساتھ ساتھ مائیکل کلارک کے کیریئر کی بھی پہلی ٹرپل سنچری تھی۔ اچانک اننگز کے خاتمے کے اعلان پر بیشتر لوگ یہ سمجھے کہ کلارک آسٹریلیا کے عظیم بلے باز ڈان بریڈمین کے بہترین انفرادی اسکور 334 رنز کو عبور نہیں کرنا چاہتے جیسا کہ ان کے ہم وطن مارک ٹیلر نے 1998ء میں پاکستان کے خلاف پشاور ٹیسٹ میں کیا تھا جب انہوں نے 334 رنز پر پہنچ کر اننگز ڈکلیئر کر دی تھی اور یوں اس عظیم بلے باز کو خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ لیکن بعد ازاں مائیکل کلارک نے واضح کیا کہ وہ نجی حیثیت میں سنگ میل عبور کرنے کو اہمیت نہیں دیتے، ان کی نظر میں زیادہ اہمیت ٹیم کے جیتنے کی ہے اس لیے ایک بڑے مجموعے کے حصول کے بعد صرف انفرادی ریکارڈز کے لیے میدان میں موجود رہنا اور وقت ضائع کرنے کو بہتر نہیں سمجھتے۔ اس لیے اننگز ڈکلیئر کرنے کا فیصلہ کیا۔ سڈنی میں جس طرح وہ بلے بازی کر رہے تھے اور دوسری جانب بھارتی گیند باز پریشانی کا شکار تھے عین ممکن تھا کہ مائیکل کلارک برائن لارا کا سب سے طویل انفرادی اننگز یعنی 400 رنز کا ریکارڈ توڑ دیتے لیکن انہوں نے اننگز ڈکلیئر کرنے اور میچ کو فیصلہ کن بنانے کو ترجیح دی۔ 39 چوکوں اور ایک چھکے سے مزید کلارک کی اننگز 609 منٹ طویل تھی جبکہ انہوں نے 468 گیندوں کا سامنا کیا۔ بہرحال آسٹریلیا کی واحد اننگز کے اختتام پر کلارک کے ساتھ ساتھ مائیکل ہسی 150 رنز پر ناقابل شکست میدان سے لوٹے۔ 468 رنز کی عظیم الشان برتری کے ساتھ ہی آسٹریلیا کی فتح پر مہر ثبت ہو چکی تھی اور پہلی اننگز میں بھارتی بلے بازوں کی کارکردگی کے بعد ان سے کسی معجزے کی توقع عبث تھی۔ اور دوسری اننگز میں بھی یہی ہوا۔ محض 18 کے مجموعی اسکور پر وریندر سہواگ ہلفنیاس کی گیند پر پوائنٹ پر ڈیوڈ وارنر کے انتہائی دلکش کیچ کا شکار بنے۔ دوسری وکٹ پر راہول ڈریوڈ اور گوتم گمبھیر نے 82 رنز جوڑے۔ ڈریوڈ (29 رنز) تیسرے روز گرنے والی آخری وکٹ تھے جو 100 رنز کے مجموعی اسکور پر ہلفنیاس کی گیند پر بولڈ ہوئے۔ بھارت تیسرے روز مزید کسی نقصان کا شکار نہیں ہوا۔ 114 رنز دو کھلاڑی آؤٹ پر چوتھے روز کا آغاز کرنے والا بھارت کسی معجزے ہی کی امید پر میچ بچا سکتا تھا گ۔ ممبیر نے سچن ٹنڈولکر کے ساتھ مزید 68 رنز کا بھی اضافہ کیا اور خود 83 رنز پر آؤٹ ہو گئے۔ ان کے بعد بھارت کی تجربہ کار ترین جوڑی یعنی سچن اور لکشمن نے اننگز کو سنبھالا دیا۔ دونوں نے چوتھی وکٹ پر 103 رنز جوڑے اور اسکور کو 271 رنز تین کھلاڑی آؤٹ تک پہنچا دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں تک پہنچنے کے باوجود میچ بچانے کی کوئی امید دکھائی نہ دیتی تھی اور یہی ہوا جیسے ہی سچن 80 کے انفرادی اور 271 کے مجموعی اسکور پر پویلین لوٹے وکٹیں خزاں کے پتوں کی طرح جھڑنے لگیں۔ پہلے بلے بازی میں بھارت کی امیدوں پر پانی پھیرنے والے مائیکل کلارک نے یہاں بھی اپنا کمال دکھایا جنہوں نے سچن کو 80 رنز پر آؤٹ کر کے انفرادی سنگ میل تک بھی نہ پہنچنے دیا۔ بھارت کی بیٹنگ لائن اپ کے آخری تین مہرے یعنی لکشمن، دھونی اور کوہلی یکے بعد دیگرے پویلین لوٹ گئے۔ لکشمن نے 66، کوہلی نے 9 اور دھونی نے صرف 2 رنز بنائے۔ اگر آخر میں روی چندر آشون 62 اور ظہیر خان 35 رنز کی اننگز نہ کھیلتے تو بھارت کا 300 رنز پر پہنچنا بھی ممکن نہ تھا لیکن ان بلے بازوں نے آسٹریلین گیند بازوں کے خلاف کھل کر رنز لیے اور بھارت کی شکست کے مارجن کو کم سے کم کیا۔ بھارت کی دوسری اننگز کا اختتام اس وقت ہوا جب 400 کے ہندسے پر پہنچتے ہی آشون بین ہلفنیاس کی پانچویں وکٹ بنے۔ ہلفنیاس کی پانچ وکٹوں کے علاوہ دو وکٹیں پیٹر سڈل نے حاصل کیں جبکہ جیمز پیٹن سن، ناتھن لیون اور مائیکل کلارک کو ایک، ایک وکٹ ملی۔ مائیکل کلارک کو شاندار ٹرپل سنچری پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

اُمیش یادیو

بھارت کے خلاف ٹیسٹ سیریز جیتنے والی آسٹریلیا کی ٹیم کا جشن

پیٹر سڈل — سچن ٹنڈولکر — بین ہیلفنہاس

جنوبی افریقہ کی سری لنکا کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں فتح کی تصویری جھلکیاں
CASTLE
86

بالآخر جنوبی افریقہ ہوم سیریز جیت گیا، کیلس کی ڈبل سنچری

جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز کو برابر کرنے کے بعد فیصلہ کن معرکے میں سری لنکا ایک مرتبہ پھر ناقص کارکردگی کا شکار بن گیا اور میزبان نے گیند بازی کے ساتھ ساتھ بلے بازی میں بھی اپنی مہارت کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے تیسرا ٹیسٹ 10 وکٹوں سے جیت کر تین سال کے بعد ہوم گراؤنڈ پر پہلی سیریز جیت لی۔ سری لنکا کا ٹاس جیت کر فیلڈنگ کرنے کا فیصلہ انتہائی ناقص ثابت ہوا کیونکہ جنوبی افریقہ نے 56 رنز پر دو وکٹیں گنوانے کے باوجود اپنا 150 واں ٹیسٹ کھیلنے والے جیک کیلس اور ان کے ساتھی ابراہم ڈی ویلیئرز کی شاندار بلے بازی کی بدولت 580 رنز کا اتنا بڑا مجموعہ حاصل کرلیا کہ مشکلات سے دوچار سری لنکا کے خلاف اس دباؤ کو برداشت کرنا مشکل ہوگیا۔ اگر دوسری اننگز میں تھیلان سماراویرا سنچری نہ داغتے تو سری لنکا کو یقینی طور پر اننگز سے شکست ہوتی پہلے روز سری لنکا نے ٹاس جیت کر پہلے فیلڈنگ کا فیصلہ کیا جو ابتدائی دو وکٹیں کھونے کے باوجود بحیثیت مجموعی جنوبی افریقہ کے فائدے میں ہی رہا جس نے پہلے الویرو پیٹرسن اور جیک کیلس کے درمیان 205 رنز کی اور پھر کیلس اور ابراہم ڈی ویلیئرز کے درمیان 192 رنز کی شراکت کی بدولت اسکور بورڈ پر 580 رنز جوڑے اور صرف چار وکٹیں گنوائیں۔ کیلس کے طویل ٹیسٹ کیریئر کی یہ دوسری ڈبل سنچری تھی۔ انہوں نے پہلی ڈبل سنچری بھارت کے خلاف آخری ہوم سیریز میں بنائی تھی جبکہ سری لنکا کے خلاف یہ ڈبل سنچری اس لحاظ سے بھی یادگار رہی کہ یہ ان کا 150 واں ٹیسٹ میچ تھا۔ بہرحال، جنوبی افریقہ کی اننگز جیسے جیسے آگے بڑھتی رہی رنز بنانے کی رفتار میں تیزی آتی گئی حتیٰ کہ اننگز ڈکلیئر کرنے سے قبل آخری 10 اوورز میں تو ابراہم ڈی ویلیئرز اور جیک روڈلف نے 87 رنز لوٹے اور بالآخر گریم اسمتھ نے اپنی توپوں کو خاموش ہونے کا حکم دیا اور اپنے تازہ دم گیند بازوں کو سری لنکن بلے بازوں پر حملے کا فرمان جاری کردیا۔ جنوبی افریقی اننگز میں کیلس نے 31 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 325 گیندوں پر 224 رنز بنائے۔ اننگز میں جنوبی افریقہ کے دوسرے اہم بلے باز ڈی ویلیئرز رہے جنہوں نے 19 چوکوں اور 2 چھکوں کی مدد سے 205 گیندوں پر 160 رنز بنائے۔ الویرو پیٹرسن ایک چھکے اور 13 چوکوں کی مدد سے 188 گیندوں پر 109 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جبکہ ژاک روڈلف 71 گیندوں پر 51 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ ان کی اننگز میں 6 چوکے شامل تھے۔ جواب میں سری لنکا نے گوکہ 70 رنز کا ابتدائی آغاز پایا لیکن کپتان تلکارتنے دلشان کی 78 رنز کی اننگز کے اختتام کے ساتھ ہی وقفے وقفے سے وکٹیں گرنا شروع ہوگئیں اور بالآخر پوری ٹیم 239 رنز پر پویلین لوٹ گئی۔ ان کے علاوہ کمار سنگاکارا اور دنیش چندیمال کے 35، 35 رنز ہی قابل ذکر رہے۔ فالو آن کا شکار ہونے کے بعد ضروری تھا کہ سری لنکن بلے باز سنبھل کر کھیلتے لیکن جنوبی افریقہ کی تباہ کن گیند بازی کے سامنے ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا۔ 98 رنز پر ابتدائی چار بلے باز گنوانے کے بعد میچ میں واپس آنے کی تمام تر امیدیں ختم ہوچکی تھیں اور اس امر پر مہر تصدیق ثبت ہوچکی تھی کہ یہ میچ اور سیریز جنوبی افریقہ جیتے گا، بس صرف یہ بات باقی تھی کہ کتنے مارجن سے؟ درمیان میں تھیلان سماراویرا اور اینجلو میتھیوز کی پانچویں وکٹ پر 142 رنز کی شراکت داری نہ ہوتی تو سری لنکا کو بہت بھاری شکست اٹھانا پڑتی لیکن ان پہلے ان دونوں کی ذمہ دارانہ اننگز اور پھر آخر میں ٹیل اینڈرز کی مزاحمت نے اننگز کی شکست کا معاملہ تو ٹال دیا لیکن جنوبی افریقہ کو فتح کے لیے صرف 2 رنز کا ہدف ہی دے پائے۔ 2 رنز کے تعاقب میں پہلی ہی گیند، جو نو بال تھی، پر ایک رن ہی کافی ٹھہرا اور جنوبی افریقہ بغیر کوئی 'باضابطہ گیند' کھیلے میچ 10 وکٹوں سے جیت گیا۔

تمام سال فتح کے ذائقے سے محروم رہنے والے سری لنکا نے اختتامی لمحات میں ایک تاریخی فتح سمیٹ لی اور کنگزمیڈ، ڈربن میں کھیلے گئے دوسرے ٹیسٹ میں 208 رنز کی زبردست جیت حاصل کرکے جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز 1-1 سے برابر کردی۔ یہ فتح اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کی حامل تھی کہ یہ جنوبی افریقی سرزمین پر سری لنکا کی پہلی ٹیسٹ فتح بھی تھی اور مرلی دھرن کی ریٹائرمنٹ کے بعد سری لنکا کی کسی بھی ٹیسٹ مقابلے میں پہلی جیت بھی۔ ڈربن میں سری لنکا بالکل مختلف روپ میں نظر آیا۔ جہاں اُس نے نہ صرف پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے عمدہ کارکردگی کا ثبوت دیا بلکہ ماہرین کے ان تمام اندازوں کو بھی غلط ثابت کردیا جو سری لنکا کے باؤلنگ اٹیک کو کمزور ترین سمجھ رہے تھے۔ 338 رنز کے جواب میں انہی گیند بازوں خصوصاً چناکا ویلیگیدرا اور رنگانا ہیراتھ کی تیز-اسپن جوڑی نے جنوبی افریقہ کو پہلی اننگز میں صرف 168 پر ڈھیر کردیا۔ ڈیل اسٹین کے 29 رنز نے جنوبی افریقہ کو فالوآن کی ہزیمت سے بچالیا لیکن میچ وہیں سے میزبان ٹیم کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

پہلی اننگز میں 338 رنز کے مستحکم مجموعے تک پہنچنے میں مرکزی کردار تھیلان سماراویرا کی سنچری اننگز کا تھا جنہوں نے 162 رنز پر پانچ ابتدائی کھلاڑیوں کے پویلین لوٹنے کے بعد اننگز کو سنبھالا۔ یہاں پر پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے دنیش چندیمال کے ساتھ ہونے والی شراکت کا ذکر ضروری ہے جس میں دونوں بلے بازوں نے 111 رنز جوڑے۔ چندیمال نے پہلی ہی ٹیسٹ اننگز میں 58 رنز بنائے جبکہ دوسرے اینڈ سے سماراویرا نے کیریئر کی 13 ویں سنچری 265 گیندوں پر 11 چوکوں کی مدد سے مکمل کی اور اس کے بعد محض چار گیندیں کھیل پائے اور جب 102 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تو سری لنکا کی اننگز بھی 338 رنز پر ختم ہوگئی۔ ابتداء میں کپتان تلکارتنے دلشان کے 47 کے علاوہ اینجلو میتھیوز اور رنگانا ہیراتھ کی 30، 30 رنز کی اننگز نے بھی اسکور بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جنوبی افریقہ نے نوجوان گیند باز مرچنٹ لانگ کو موقع دیا اور انہوں نے پہلی ہی اننگز میں 7 حریف بلے بازوں کو شکار بنا کر اپنی اہلیت بھی ثابت کی اور 'ڈیبوٹنٹس باؤلرز کے سال' میں نیا اضافہ بن گئے۔ انہوں نے 81 رنز دے کر 7 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ ان کے علاوہ دو وکٹیں مورنے مورکل کو اور ایک وکٹ عمران طاہر کو ملی۔

جواب میں جنوبی افریقہ کی پہلی اننگز اس کے لیے ڈراؤنا خواب ثابت ہوئی۔ چناکا ویلیگیدرا اس کے ٹاپ آرڈر پر قہر بن کے نازل ہوئے جنہوں نے پہلے گریم اسمتھ 15، کیلس 0، ڈی ویلیئرز 25 اور پھر ہاشم آملہ 54 رنز کو ٹھکانے لگا کر جنوبی افریقی صفوں میں کھلبلی مچادی۔ 106 رنز پر پانچ ابتدائی کھلاڑی میدان بدر ہو جانے کے بعد اب باری رنگانا ہیراتھ کی تھی جنہوں نے دوسرے اینڈ سے مارک باؤچر 3، ایشویل پرنس 11، مورنے مورکل صفر، عمران طاہر 11 رنز کو پویلین لوٹایا اور پھر ویلیگیدرا نے آخری وکٹ لانگ کو 9 رنز پر چلتا کرکے نہ صرف اپنی پانچ وکٹیں مکمل کیں بلکہ سری لنکا کو حیران کن طور پر 170 رنز کی زبردست برتری دلادی۔ اس حوصلہ افزا برتری کے ساتھ دوسری اننگز کا آغاز کرنے والے سری لنکا کے 44 پر تین ابتدائی کھلاڑیوں کے پویلین لوٹنے کے بعد مرد بحران کمار سنگاکارا اور تھیلان سماراویرا اور پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے دنیش چندیمال نے حریف کو ایک زبردست ہدف دینے کے لیے کمر کس لی۔ سنگاکارا نے 108 رنز کی یادگار اننگز کھیلی جس نے سری لنکا کی فتح میں اہم کردار ادا کیا جبکہ پہلی اننگز کے سنچری میکر سماراویرا نے 43 اور چندیمال نے 54 رنز بنائے اور یوں نوجوان بلے باز نے پہلے ٹیسٹ کی دونوں اننگز میں نصف سنچریاں بنانے کا کارنامہ انجام دیا۔ جب 279 رنز پر سری لنکا کی اننگز تمام ہوئی تو جنوبی افریقہ کو ریکارڈ 450 رنز کا ہدف ملا جس کے جواب میں وہ محض 241 رنز پر ڈھیر ہوگیا۔ ایک ریکارڈ ہدف کے تعاقب میں جنوبی افریقہ کے سامنے صرف دو راستے تھے یا تو 450 رنز کے غیر معمولی ہدف کی جانب جائے یا دو دن سے زائد تک ایک ایسی پچ پر ڈٹا رہے جو اب گیند بازوں کو مدد بھی دے رہی تھی۔ میچ کے چوتھے و آخری روز کھانے کے وقفے تک تو جنوبی افریقہ نے 86 رنز تک صرف ایک وکٹ گنوائی اور نسبتاً پرسکون مقام پر موجود تھا لیکن ہیراتھ اور دیگر سری لنکن باؤلرز نے محض ایک ہی سیشن میں جنوبی افریقہ کی رہی سہی اُمیدوں کا بھی خاتمہ کردیا۔ پہلے جیک روڈلف 22 رنز بنا کر پویلین لوٹے تو جیک کیلس جیسا کھلاڑی ایک ہی میچ کی دونوں اننگز میں صفر کی ہزیمت کا شکار ہوا۔ یہ 149 ٹیسٹ مقابلوں کے طویل کیریئر میں پہلا موقع تھا کہ وہ کسی میچ کی دونوں اننگز میں صفر پر آؤٹ ہوئے ہوں۔ کیلس نے سال کا آغاز بھارت، جو اس وقت عالمی نمبر ایک تھا، کے خلاف سنچریاں داغ کر کیا لیکن سال کے آخری ٹیسٹ میں 'پیئر' کا شکار بنے۔ ان کے نکلتے ہی گویا سری لنکا میچ پر چھا گیا۔ ہاشم آملہ 51، ایشویل پرنس 7 اور مارک باؤچر 7 رنز بنا کر پویلین لوٹے تو 133 پر جنوبی افریقہ کے 6 کھلاڑی آؤٹ ہوچکے تھے۔ ساتویں وکٹ پر ابراہم ڈی ویلیئرز نے ڈیل اسٹین کے ساتھ کچھ مزاحمت کی اور اسکور کو 232 تک پہنچادیا۔ دونوں کھلاڑیوں نے ساتویں وکٹ پر 99 رنز کا اضافہ کیا لیکن جیسے ہی ڈی ویلیئرز 69 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے سری لنکا کو آخری تین وکٹیں سمیٹنے کے لیے محض 4 گیندوں کا انتظار کرنا پڑا اور جنوبی افریقہ کی دوسری اننگز کی بساط 241 رنز پر لپیٹ دی۔ پہلی اننگز میں 4 وکٹیں لینے والے رنگانا ہیراتھ نے جنوبی افریقہ کی تباہی میں اہم کردار ادا کیا اور کیلس سمیت پانچ کھلاڑیوں کو نشانہ بنایا۔ دو وکٹیں دلہارا فرنانڈو کو ملیں جبکہ تھیسارا پیریرا اور تلکارتنے دلشان نے ایک، ایک کھلاڑی کو آؤٹ کیا۔ ہیراتھ کو میچ میں 9 وکٹیں حاصل کرنے پر بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ انہوں نے جنوبی افریقہ کی جانب سے کیریئر کا پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے مرچنٹ لانگ کی کارکردگی کو گہنا دیا جنہوں نے پہلی اننگز میں 7 اور دوسری اننگز میں 1 وکٹ حاصل کی لیکن بلے بازوں نے فائدہ نہ اُٹھایا اور جنوبی افریقہ کو شکست ہوگئی۔

☆☆☆

دانش کنیریا بھی ویسٹ فیلڈ کیس میں پھنس سکتے ہیں!!

انگلینڈ کے اپنے دامن بھی فکسنگ سے داغدار نکلے' اسپاٹ فکسنگ کیس میں انگلش کاؤنٹی کرکٹر میروین ویسٹ فیلڈ نے اعتراف جرم کرلیا۔انہوں نے تسلیم کیا کہ ایسیکس کی جانب سے ڈرہم کے خلاف پرو40 میچ میں اپنے پہلے اوور میں 12 رنز دینے کے عوض 6 ہزار پاؤنڈ حاصل کیئے تھے۔انہوں نے اس ڈیل میں شامل ایک اور پارٹی کا نام بھی لیا پراولڈ بیلی کورٹ میں اسے افشانہیں کیا گیا۔جج انتھونی مورس نے بالر کو خبردار کیا کہ اسے زیادہ سے زیادہ 7 برس کی قید ہوسکتی ہے۔کیس کا فیصلہ 10 فروری تک ہوگا۔انگلش کاؤنٹی کے سابق فاسٹ بالر 23 سالہ میروین ویسٹ فیلڈ کو ایسیکس پولیس نی ڈراہم کے خلاف ستمبر 2009ء میں کھیلے میچ میں ناجائز رقوم وصول کرنے کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔بیلی کورٹ میں اس کے خلاف ٹرائل شروع ہوا جس کے آغاز میں ویسٹ فیلڈ نے مذکورہ میچ کے اپنے ابتدائی اوور میں 12 رنز دینے کے عوض 6000 ہزار پاؤنڈ وصول کرنے کا اعتراف کرلیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی بھرپور کوشش کے باوجود اس اوور میں صرف 10 جبکہ میچ کے 7 اوورز میں 60 رنز دیئے۔اس نے چار وائیڈ اور دو نو بالز کیں۔ویسٹ فیلڈ نے اپنے اعترافی بیان میں اس ڈیل میں شامل ایک اور پارٹی کا بھی نام لیا تاہم اسے عدالتی کارروائی کے دوران افشانہیں کیا گیا۔یادرہے کہ اس کے ہمراہ اس کیس میں ایسیکس پولیس نے ایک اور انٹرنیشنل کرکٹر کو بھی گرفتار کیا تھا۔ٹرائل کے ابتدائی روز جج انتھونی موریس نے ویسٹ فیلڈ سے کہا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ 10 فروری تک ہوگا اسے زیادہ سے زیادہ 7 برس قید کی سزا بھی ہوسکتی ہے۔اس موقع پر جج نے واضح کیا کہ وہ ٹرائل کے نتیجے کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتے۔عدالت فوری طور پر کرکٹر کو حراست میں لینے کا بھی حکم دے سکتی ہے۔دریں اثنا انگلینڈ کے سابق کپتان ناصر حسین نے اپنے ملک کے اسپاٹ فکسر سے ہمدردی محسوس ہونے لگی انہوں نے میروین ویسٹ فیلڈ پر تاحیات پابندی عائد کرنے کی مخالفت کی ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ ناصر حسین سمیت تمام انگلش کرکٹرز نے گزشتہ برس پاکستانی کرکٹرز کے اسپاٹ فکسنگ میں ملوث ہونے پران پر زندگی بھر کے لئے کرکٹ کے دروازے بند کرنے کا مطالبہ کیا تھا ناصر حسین نے کہا کہ ویسٹ فیلڈ کو دیگر کرکٹرز کے لئے مثال بنانا چاہیے مگر وہ ابھی صرف 23 برس کا ہے میں نہیں سمجھتا کہ آپ اسے عمر بھر کے لئے کرکٹ سے دور کرسکتے ہیں۔میروین ویسٹ فیلڈ نے 2005ء میں فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کیا۔رائٹ آرم میڈیم فاسٹ بالر نے 7 فرسٹ کلاس میچوں میں 11 وکٹیں 37.81 کی اوسط سے حاصل کیں۔ادھر پاکستانی لیگ اسپنر دانش کنیریا میروین ویسٹ فیلڈ کے اعتراف جرم سے ایک نئی مشکل میں گرفتار ہوگئے ہیں۔

ایسے وقت میں جب کاؤنٹی کرکٹر مروِن ویسٹ فیلڈ کی جانب سے اسپاٹ فکسنگ کے اعتراف نے انگلش کرکٹ میں ہلچل مچادی ہے، وہیں ویسٹ فیلڈ کے ساتھی کرکٹرز اور پاکستانی لیگ اسپنر دانش کنیریا کی مشکلات میں بھی کسی قدر اضافہ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔قومی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان راشد لطیف تو اس خدشے کا اظہار کررہے ہیں کہ ویسٹ فیلڈ کے اعتراف کے بعد اب دانش کنیریا کو اس کیس کا ماسٹر مائنڈ ثابت کرنے کی کوشش بھی خارج از امکان نہیں۔سابق کپتان اور میچ فکسنگ کے انکشافات کے باعث شہرت کے حامل وکٹ کیپر بیٹسمین کا کہنا تھا کہ "دانش کنیریا کو بھی پھنسایا جاسکتا ہے، اور حتمی سماعت کے دوران وکلاء□ یہ موقف اختیار کرسکتے ہیں کہ کنیریا نے ویسٹ فیلڈ کو جرم پر اکسایا تھا، حال ہی میں پیش آنے والے اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں محمد عامر کے حوالے سے بھی اسی قسم کی باتیں سامنے آئی تھیں۔" انگلش کاؤنٹی ایسیکس کے 23 سالہ سابق کھلاڑی مروِن ویسٹ فیلڈ نے عدالت کے سامنے تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے 5 ستمبر 2009ء□ میں ڈرہم کاؤنٹی کے خلاف ایک میچ میں بدعنوانی کی اور رقم کے حصول کے لیے پہلے اوور میں مخصوص تعداد میں رنز دیئے۔اعتراف جرم کے بعد اولڈ بیلی کی عدالت نے انگلش کرکٹر کو خبردار کیا کہ انہیں قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے۔ویسٹ فیلڈ کی سزا کا تعین 10 فروری کو ہوگا اور ماہرین کے مطابق انہیں سات سال قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے۔یادرہے کہ مئی 2010 میں ایسیکس پولیس نے ویسٹ فیلڈ کے ساتھی دانش کنیریا سے بھی اسپاٹ فکسنگ کے حوالے سے پوچھ گچھ کی تھی تاہم بعدازاں انہیں عدم ثبوت کی بنا پر بری کردیا گیا تھا۔

دانش کنیریا کے مستقبل کے حوالے سے راشد لطیف کا مزید کہنا تھا کہ کیس کی تفصیلی سماعت کے دوران محض شک کی بنا پر کنیریا کا کیریئر خطرے سے دوچار ہوسکتا ہے۔"عدالت کے روبرو کسی کو سزا دینے کے لئے ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے، اور کنیریا کے خلاف موثر ثبوت نہ ہونے کے سبب انہیں سزا سنائے جانے کے امکانات معدوم ہیں، مگر دوسری جانب اس حوالے سے آئی سی سی اور پی سی بی کے قوانین انتہائی سخت ہیں جن کی رُو سے معمولی شک بھی کھلاڑی کا کیریئر ختم کرنے کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔کامران اکمل کے خلاف بھی کچھ ثابت نہیں ہوا تاہم وہ محض شک کی بنیاد پر ٹیم میں جگہ بنانے میں ناکام ہیں۔" یادرہے کہ دانش کنیریا ٹیم سے ڈراپ کیئے جانے پر سندھ ہائی کورٹ سے رجوع کیا تھا، جہاں پی سی بی کے قانونی مشیر نے موقف اختیار کیا کہ ایسیکس پولیس کی جانب سے تحقیقات کی مکمل دستاویزات کی فراہمی تک لیگ اسپنر کی سلیکشن پر غور نہیں کیا جاسکتا۔بعدازاں ہائی کورٹ نے تکنیکی وجوہات کی بنا کر کیس برخاست کرتے ہوئے کنیریا کو لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا جس پر لیگ اسپنر نے تاحال غور نہیں کیا ہے۔پاکستان کرکٹ بورڈ واضح کرچکا ہے کہ مروِن ویسٹ فیلڈ کے کیس کے مکمل خاتمے تک دانش کنیریا کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔2000ء میں اپنا اولین ٹیسٹ میچ کھیلنے والے دائیں ہاتھ کے 31 سالہ لیگ اسپنر نے آخری مرتبہ اگست 2010ء میں پاکستان کی نمائندگی کی تھی۔61 ٹیسٹ میچز میں 261 شکار کرنے والے دانش کنیریا ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کے کامیاب ترین اسپنر ہیں۔

anka in South Africa ODI Series - 5th ODI   Tweet 43

uth Africa v Sri Lanka

anka won by 2 wickets (with 1 ball remaining)

ODI no. 3229 | 2011/12 season
Played at New Wanderers Stadium, Johannesburg
22 January 2012 (50-over match)

outh Africa innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
C Smith	c Chandimal b Malinga	125	203	143	9	4	87.41
N Petersen	c Mathews b Malinga	6	16	7	1	0	85.71
du Plessis	c Mathews b Senanayake	24	66	39	2	0	61.53
B de Villiers*†	not out	125	144	98	10	4	127.55
Morkel	run out (Dilshan/Perera)	18	17	11	3	0	163.63
Duminy	not out	5	6	2	1	0	250.00
Extras	(lb 2, w 7)	9					
Total	(4 wickets; 50 overs; 227 mins)	312	(6.24 runs per over)				

id not bat CA Ingram, WD Parnell, RJ Peterson, M Morkel, LL Tsotsobe

all of wickets 1-10 (Petersen, 3.4 ov), 2-70 (du Plessis, 17.1 ov), 3-256 (Smith, 45.1 ov), 4-289 (JA Morkel, 48.4 ov)

owling	O	M	R	W	Econ	
MDN Kulasekara	10	1	46	0	4.60	
L Malinga	10	0	79	2	7.90	(1w)
D Mathews	3	1	16	0	5.33	(2w)
LTC Perera	7	0	64	0	9.14	(2w)
MSM Senanayake	9	0	50	1	5.55	
M Dilshan	2	0	12	0	6.00	
MRKB Herath	9	0	43	0	4.77	(1w)

ri Lanka innings (target: 313 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
VU Tharanga	c Duminy b Tsotsobe	46	46	39	7	1	117.94
TM Dilshan*	c †de Villiers b Tsotsobe	41	88	49	5	0	83.67
KC Sangakkara†	c Peterson b Duminy	102	163	97	10	0	105.15
D Chandimal	c †de Villiers b Parnell	20	54	35	1	0	57.14
HDRL Thirimanne	c JA Morkel b Peterson	69	100	63	7	0	109.52
AD Mathews	c Peterson b Parnell	6	11	5	1	0	120.00
NLTC Perera	c du Plessis b Duminy	2	13	8	0	0	25.00
KMDN Kulasekara	b Peterson	0	3	1	0	0	0.00
HMRKB Herath	not out	1	6	1	0	0	100.00
SMSM Senanayake	not out	6	3	2	0	1	300.00
Extras	(lb 12, w 8, nb 1)	21					
Total	(8 wickets; 49.5 overs; 246 mins)	314	(6.30 runs per over)				

Did not bat SL Malinga

Fall of wickets 1-72 (Tharanga, 9.6 ov), 2-119 (Dilshan, 18.6 ov), 3-175 (Chandimal, 29.5 ov), 4-275 (Sangakkara, 44.2 ov), 5-294 (Mathews, 46.2 ov), 6-307 (Perera, 48.6 ov), 7-307 (Kulasekara, 49.1 ov), 8-308 (Thirimanne, 49.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
M Morkel	9.1	0	49	0	5.34	(2w)
LL Tsotsobe	7	0	54	2	7.71	(2w)
JP Duminy	6.5	0	44	2	6.43	
WD Parnell	10	0	51	2	5.10	(2w)
JA Morkel	10	0	66	0	6.60	(1nb, 2w)
RJ Peterson	6.5	0	38	2	5.56	

akistan v England Test Series - 1st Test

Pakistan v England

Pakistan won by 10 wickets

Test no. 2030 | 2011/12 season
Played at Dubai International Cricket Stadium (neutral venue)
17, 18, 19 January 2012 (5-day match)

England 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
AJ Strauss*	b Saeed Ajmal	19	85	43	1	0	44.18
AN Cook	c †Adnan Akmal b Mohammad Hafeez	3	26	20	0	0	15.00
IJL Trott	c †Adnan Akmal b Aizaz Cheema	17	29	29	3	0	58.62
KP Pietersen	lbw b Saeed Ajmal	2	39	29	0	0	6.89
IR Bell	c †Adnan Akmal b Saeed Ajmal	0	5	1	0	0	0.00
EJG Morgan	lbw b Saeed Ajmal	24	72	47	2	0	51.06
MJ Prior†	not out	70	213	154	3	0	45.45
SCJ Broad	lbw b Saeed Ajmal	8	25	14	1	0	57.14
GP Swann	b Abdur Rehman	34	69	65	6	0	52.30
CT Tremlett	lbw b Saeed Ajmal	1	25	18	0	0	5.55
JM Anderson	lbw b Saeed Ajmal	12	24	15	2	0	80.00
Extras	(lb 2)	2					
Total	(all out; 72.3 overs; 309 mins)	192	(2.64 runs per over)				

Fall of wickets 1-10 (Cook, 5.3 ov), 2-31 (Trott, 12.3 ov), 3-42 (Strauss, 18.6 ov), 4-42 (Bell, 20.1 ov), 5-43 (Pietersen, 20.4 ov), 6-82 (Morgan, 38.1 ov), 7-94 (Broad, 42.1 ov), 8-151 (Swann, 59.3 ov), 9-188 (Tremlett, 66.4 ov), 10-192 (Anderson, 72.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
Umar Gul	12	4	35	0	2.91
Aizaz Cheema	12	0	43	1	3.58
Mohammad Hafeez	6	3	5	1	0.83
Abdur Rehman	18	5	52	1	2.88
Saeed Ajmal	24.3	7	55	7	2.24

Pakistan 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	lbw b Swann	88	239	164	11	1	53.65
Taufeeq Umar	b Broad	58	148	113	10	0	51.32
Azhar Ali	c †Prior b Broad	1	15	8	0	0	12.50
Younis Khan	lbw b Trott	37	120	87	4	0	42.52
Misbah-ul-Haq*	lbw b Swann	52	190	154	5	0	33.76
Asad Shafiq	c †Prior b Anderson	16	45	33	1	0	48.48
Adnan Akmal†	st †Prior b Swann	61	175	129	8	0	47.28
Abdur Rehman	b Anderson	4	4	3	1	0	133.33
Umar Gul	c Morgan b Broad	0	6	8	0	0	0.00
Saeed Ajmal	c Cook b Swann	12	42	22	1	0	54.54
Aizaz Cheema	not out	0	20	0	0	0	-
Extras	(b 2, lb 5, nb 2)	9					
Total	(all out; 119.5 overs; 507 mins)	338	(2.82 runs per over)				

Fall of wickets 1-114 (Taufeeq Umar, 35.5 ov), 2-128 (Azhar Ali, 39.3 ov), 3-176 (Mohammad Hafeez, 56.4 ov), 4-202 (Younis Khan, 67.6 ov), 5-231 (Asad Shafiq, 80.6 ov), 6-283 (Misbah-ul-Haq, 103.5 ov), 7-288 (Abdur Rehman, 104.3 ov), 8-289 (Umar Gul, 105.6 ov), 9-319 (Saeed Ajmal, 115.6 ov), 10-338 (Adnan Akmal, 119.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JM Anderson	30	7	71	2	2.36	
CT Tremlett	21	6	53	0	2.52	(1nb)
SCJ Broad	31	8	84	3	2.70	(1nb)
GP Swann	29.5	3	107	4	3.58	
IJL Trott	8	2	16	1	2.00	

		R	M	B	4s	6s	SR
AN Cook	c †Adnan Akmal b Umar Gul	5	59	41	0	0	12.19
IJL Trott	c †Adnan Akmal b Umar Gul	49	158	111	6	0	44.14
KP Pietersen	c Abdur Rehman b Umar Gul	0	13	8	0	0	0.00
IR Bell	lbw b Saeed Ajmal	4	23	15	1	0	26.66
EJG Morgan	c †Adnan Akmal b Abdur Rehman	14	52	39	2	0	35.89
MJ Prior†	lbw b Saeed Ajmal	4	37	17	0	0	23.52
SCJ Broad	c Asad Shafiq b Abdur Rehman	17	55	27	1	0	62.96
GP Swann	c Asad Shafiq b Saeed Ajmal	39	83	52	5	1	75.00
CT Tremlett	c Mohammad Hafeez b Abdur Rehman	0	1	1	0	0	0.00
JM Anderson	not out	15	30	22	0	1	68.16
Extras	(b 4, lb 1, nb 2)	7					
Total	(all out; 57.5 overs; 271 mins)	160	(2.76 runs per over)				

Fall of wickets 1-6 (Strauss, 4.5 ov), 2-25 (Cook, 12.3 ov), 3-25 (Pietersen, 14.5 ov), 4-35 (Bell, 20.1 ov), 5-74 (Morgan, 33.3 ov), 6-87 (Trott, 40.4 ov), 7-87 (Prior, 41.2 ov), 8-135 (Broad, 51.3 ov), 9-135 (Tremlett, 51.4 ov), 10-160 (Swann, 57.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Umar Gul	19	5	63	4	3.31	(2nb)
Aizaz Cheema	7.2	1	9	0	1.22	
Mohammad Hafeez	2	0	4	0	2.00	
Saeed Ajmal	17.3	4	42	3	2.40	
Abdur Rehman	12	2	37	3	3.08	

Pakistan 2nd innings (target: 15 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	not out	15	14	16	3	0	93.75
Taufeeq Umar	not out	0	14	6	0	0	0.00
Extras		0					
Total	(0 wickets; 3.4 overs; 14 mins)	15	(4.09 runs per over)				

Did not bat Azhar Ali, Younis Khan, Misbah-ul-Haq*, Asad Shafiq, Adnan Akmal†, Abdur Rehman, Umar Gul, Saeed Ajmal, Aizaz Cheema

Bowling	O	M	R	W	Econ
JM Anderson	2	1	7	0	3.50
SCJ Broad	1.4	1	8	0	4.80

Match details

Toss England, who chose to bat
Series Pakistan led the 3-match series 1-0

Player of the match Saeed Ajmal (Pakistan)

Umpires BF Bowden (New Zealand) and BNJ Oxenford (Australia)
TV umpire SJ Davis (Australia)
Match referee J Srinath (India)
Reserve umpire Ahsan Raza (Pakistan)

Close of play

- day 1 - Pakistan 1st innings 42/0 (Mohammad Hafeez 22*, Taufeeq Umar 18*, 15 ov)
- day 2 - Pakistan 1st innings 288/7 (Adnan Akmal 24*, 104.3 ov)

Match notes

- **Day 1:**
- Drinks: England - 31/2 in 12.3 overs (AJ Strauss 10)
- Over 20.4: Review by Pakistan (Bowling), Umpire - BNJ Oxenford, Batsman - KP Pietersen (Upheld)
- England: 50 runs in 25.2 overs (152 balls), Extras 1
- Lunch: England - 52/5 in 28.0 overs (EJG Morgan 6, MJ Prior 4)
- Over 38.1: Review by England (Batting), Umpire - BNJ Oxenford, Batsman - EJG Morgan (Struck down)
- Over 38.2: Review by Pakistan (Bowling), Umpire - BNJ Oxenford, Batsman - SCJ Broad (Struck down)
- Drinks: England - 94/6 in 42.0 overs (MJ Prior 19, SCJ Broad 8)

England tour of United Arab Emirates - Tour match   Tweet 14

Pakistan Cricket Board XI v England XI

England XI won by 100 runs

First-class match | 2011/12 season
Played at ICC Global Cricket Academy, Dubai (neutral venue)
11, 12, 13 January 2012 (3-day match)

England XI 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
AJ Strauss*	c †Sarfraz Ahmed b Mohammad Talha	3	21	22	0	0	13.63
AN Cook	c †Sarfraz Ahmed b Mohammad Talha	133	295	260	10	0	51.15
IJL Trott	lbw b Mohammad Talha	0	3	3	0	0	0.00
KP Pietersen	b Yasir Shah	38	84	75	5	0	50.66
IR Bell	lbw b Yasir Shah	0	2	2	0	0	0.00
EJG Morgan	c Raza Hasan b Yasir Shah	11	22	31	1	0	35.48
MJ Prior†	c †Sarfraz Ahmed b Mohammad Talha	46	90	57	7	0	80.70
GP Swann	c †Sarfraz Ahmed b Yasir Shah	24	35	29	2	1	82.75
G Onions	c Mohammad Talha b Yasir Shah	1	15	6	0	0	16.66
MS Panesar	not out	0	4	8	0	0	0.00
Extras	(lb 6, w 1, nb 6)	13					
Total	(9 wickets dec; 81.1 overs)	269	(3.31 runs per over)				

Did not bat CT Tremlett

Fall of wickets 1-13 (Strauss, 6.2 ov), 2-14 (Trott, 6.4 ov), 3-97 (Pietersen, 30.5 ov), 4-101 (Bell, 32.1 ov), 5-121 (Morgan, 40.6 ov), 6-211 (Prior, 65.1 ov), 7-257 (Swann, 76.1 ov), 8-267 (Onions, 78.6 ov), 9-269 (Cook, 81.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Talha	15.1	2	42	4	2.76	(6nb)
Mohammad Khalil	14	3	46	0	3.28	(1w)
Raza Hasan	26	1	99	0	3.80	
Yasir Shah	26	1	76	5	2.92	

Pakistan Cricket Board XI 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
Nasir Jamshed	lbw b Onions	12	42	28	1	0	42.85
Afaq Raheem	lbw b Tremlett	17	31	36	2	0	47.22
Mohammad Ayub	c †Prior b Panesar	33	107	72	5	0	45.83
Usman Salahuddin	c †Prior b Tremlett	23	34	29	2	0	79.31
Fawad Alam	c Strauss b Panesar	7	20	13	1	0	53.84
Haris Sohail	lbw b Panesar	6	22	25	1	0	24.00
Sarfraz Ahmed*†	c Trott b Swann	0	1	1	0	0	0.00
Yasir Shah	c Swann b Panesar	9	28	31	1	0	29.03
Raza Hasan	not out	50	133	133	8	0	37.59
Mohammad Talha	c †Prior b Panesar	31	91	90	2	2	34.44
Mohammad [illegible]	not out	1	21	16	0	0	6.25
Extras	(b 3, lb 6, w 2)	11					
Total	(9 wickets dec; 79 overs)	200	(2.53 runs per over)				

Fall of wickets 1-24 (Nasir Jamshed, 8.5 ov), 2-40 (Afaq Raheem, 11.6 ov), 3-78 (Usman Salahuddin, 20.2 ov), 4-91 (Fawad Alam, 25.1 ov), 5-101 (Haris Sohail, 31.6 ov), 6-106 (Sarfraz Ahmed, 32.4 ov), 7-110 (Mohammad Ayub, 35.2 ov), 8-119 (Yasir Shah, 43.3 ov), 9-173 (Mohammad Talha, 71.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
G Onions	13	3	52	1	4.00	(2w)
CT Tremlett	14	7	30	2	2.14	
GP Swann	21	5	49	1	2.33	
MS Panesar	29	12	57	5	1.96	
KP Pietersen	2	0	3	0	1.50	

England XI 2nd innings	R	M	B	4s	6s	SR

Sri Lanka in South Africa ODI Series - 1st ODI — Tweet 116

South Africa v Sri Lanka

South Africa won by 258 runs

ODI no. 3225 | 2011/12 season
Played at Boland Park, Paarl
11 January 2012 - day/night (50-over match)

South Africa innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
HM Amla	c †Sangakkara b Malinga	112	210	128	8	0	87.50
GC Smith	c †Sangakkara b Malinga	6	12	8	0	0	75.00
JH Kallis	run out (Jayawardene)	72	115	80	6	1	90.00
AB de Villiers*†	b KMDN Kulasekara	52	53	40	7	0	130.00
JA Morkel	c Mathews b Malinga	25	21	17	1	2	147.05
JP Duminy	c & b Mendis	1	6	2	0	0	50.00
F du Plessis	b Malinga	10	15	13	0	0	76.92
RJ Peterson	not out	4	15	9	0	0	44.44
DW Steyn	b Malinga	1	1	2	0	0	50.00
M Morkel	not out	1	1	1	0	0	100.00
Extras	(lb 2, w 15)	17					
Total	(8 wickets; 50 overs; 232 mins)	301	(6.02 runs per over)				

Did not bat LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-9 (Smith, 2.4 ov), 2-153 (Kallis, 28.3 ov), 3-244 (de Villiers, 40.3 ov), 4-279 (JA Morkel, 45.2 ov), 5-279 (Amla, 45.3 ov), 6-283 (Duminy, 46.4 ov), 7-298 (du Plessis, 49.2 ov), 8-300 (Steyn, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	10	0	54	5	5.40	(1w)
KMDN Kulasekara	10	0	50	1	5.00	(1w)
CRD Fernando	9	0	65	0	7.22	(2w)
AD Mathews	5	0	23	0	4.60	(1w)
CKB Kulasekara	6	0	36	0	6.00	(1w)
TM Dilshan	2	0	17	0	8.50	
BAW Mendis	8	0	54	1	6.75	(1w)

Sri Lanka innings (target: 302 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
WU Tharanga	c Duminy b M Morkel	0	2	2	0	0	0.00
TM Dilshan*	c †de Villiers b Tsotsobe	0	9	2	0	0	0.00
KC Sangakkara†	c †de Villiers b M Morkel	4	20	14	1	0	28.57
LD Chandimal	b Tsotsobe	4	7	7	1	0	57.14
DPMD Jayawardene	c du Plessis b Tsotsobe	2	20	16	0	0	12.50
AD Mathews	c Peterson b M Morkel	0	1	2	0	0	0.00
CKB Kulasekara	c Peterson b M Morkel	19	74	46	0	0	41.30
KMDN Kulasekara	c du Plessis b Steyn	6	14	11	1	0	54.54
SL Malinga	b Peterson	1	22	9	0	0	11.11
BAW Mendis	not out	3	26	13	0	0	23.07
CRD Fernando	lbw b Peterson	0	3	1	0	0	0.00
Extras	(w 2, nb 2)	4					
Total	(all out; 20.1 overs; 108 mins)	43	(2.13 runs per over)				

Fall of wickets 1-0 (Tharanga, 0.2 ov), 2-4 (Dilshan, 1.2 ov), 3-8 (Chandimal, 3.3 ov), 4-9 (Sangakkara, 4.4 ov), 5-9 (Mathews, 4.6 ov), 6-13 (Jayawardene, 7.5 ov), 7-24 (KMDN Kulasekara, 10.4 ov), 8-33 (Malinga, 14.4 ov), 9-43 (CKB Kulasekara, 19.5 ov), 10-43 (Fernando, 20.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
M Morkel	6	2	10	4	1.66	
LL Tsotsobe	6	1	19	3	3.16	(1nb, 1w)
DW Steyn	3	0	7	1	2.33	(1nb, 1w)
JA M k l	2	0	2	0	1.00	

Sri Lanka in South Africa ODI Series - 2nd ODI

South Africa v Sri Lanka

South Africa won by 5 wickets (with 8 balls remaining)

ODI no. 3226 | 2011/12 season
Played at Buffalo Park, East London
14 January 2012 (50-over match)

Sri Lanka innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
WU Tharanga	c †de Villiers b M Morkel	66	125	85	6	1	77.64
TM Dilshan*	run out (du Plessis)	0	8	4	0	0	0.00
KC Sangakkara†	c †de Villiers b Tsotsobe	3	36	28	0	0	10.71
LD Chandimal	not out	92	179	115	6	0	80.00
DPMD Jayawardene	c Steyn b M Morkel	19	39	26	1	0	73.07
KMDN Kulasekara	c Peterson b Tsotsobe	22	12	13	2	2	169.23
AD Mathews	c M Morkel b Steyn	28	47	29	1	1	96.55
Extras	(lb 1, w 5)	6					
Total	(6 wickets; 50 overs; 225 mins)	236	(4.72 runs per over)				

Did not bat CKB Kulasekara, SL Malinga, HMRKB Herath, KTGD Prasad

Fall of wickets 1-0 (Dilshan, 1.4 ov), 2-21 (Sangakkara, 9.6 ov), 3-105 (Tharanga, 28.3 ov), 4-140 (Jayawardene, 37.2 ov), 5-164 (KMDN Kulasekara, 39.5 ov), 6-236 (Mathews, 49.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	9	1	54	1	6.00	
LL Tsotsobe	10	2	43	2	4.30	
M Morkel	9	1	39	2	4.33	(3w)
JA Morkel	6	0	29	0	4.83	
JP Duminy	6	0	26	0	4.33	(1w)
RJ Peterson	10	0	44	0	4.40	(1w)

South Africa innings (target: 237 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith	c Tharanga b Prasad	28	76	56	2	0	50.0
HM Amla	b Prasad	55	97	58	5	2	94.8
JH Kallis	c Chandimal b Prasad	37	79	51	3	0	72.5
JP Duminy	not out	66	127	87	0	1	75.8
AB de Villiers*†	run out (KMDN Kulasekara)	17	26	13	2	0	130.7
F du Plessis	c & b Malinga	18	26	16	2	0	112.5
JA Morkel	not out	12	14	11	1	0	109.0
Extras	(lb 3, w 1)	4					
Total	(5 wickets; 48.4 overs; 225 mins)	237	(4.86 runs per over)				

Did not bat RJ Peterson, DW Steyn, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-76 (Smith, 16.3 ov), 2-94 (Amla, 20.5 ov), 3-152 (Kallis, 35.1 ov), 4-193 (de Villiers, 40.4 ov), 5-224 (du Plessis, 46.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	10	1	38	1	3.80	
KMDN Kulasekara	8	0	47	0	5.87	
AD Mathews	2	0	13	0	6.50	(1w)
KTGD Prasad	10	0	46	3	4.60	
TM Dilshan	8.4	0	44	0	5.07	
CKB Kulasekara	1	0	6	0	6.00	
HMRKB Herath	9	0	40	0	4.44	

Match details

Toss South Africa, who chose to field
S l 5 thAf i l dth 5 t h l 20

Sri Lanka in South Africa ODI Series - 3rd ODI — Tweet

South Africa v Sri Lanka

South Africa won by 4 runs (D/L method)

ODI no. 3227 | 2011/12 season
Played at Chevrolet Park, Bloemfontein
17 January 2012 - day/night (50-over match)

Sri Lanka innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
WU Tharanga	c Ingram b Peterson	58	90	65	5	2	89.23
TM Dilshan*	c Steyn b Duminy	33	101	49	2	0	67.34
KC Sangakkara†	run out (du Plessis)	38	46	37	3	1	102.70
LD Chandimal	c Smith b M Morkel	36	76	54	3	0	66.66
DPMD Jayawardene	run out (Ingram)	15	26	19	1	0	78.94
KMDN Kulasekara	b M Morkel	40	59	38	1	1	105.26
AD Mathews	c Peterson b Tsotsobe	15	23	14	2	0	107.14
CKB Kulasekara	run out (Tsotsobe/†de Villiers)	19	31	20	0	0	95.00
SL Malinga	b Steyn	2	4	4	0	0	50.00
HMRKB Herath	not out	1	5	1	0	0	100.00
Extras	(lb 1, w 7, nb 1)	9					
Total	(9 wickets; 50 overs; 231 mins)	266	(5.32 runs per over)				

Did not bat KTGD Prasad

Fall of wickets 1-94 (Tharanga, 18.3 ov), 2-102 (Dilshan, 20.1 ov), 3-154 (Sangakkara, 29.1 ov), 4-183 (Jayawardene, 35.4 ov), 5-192 (Chandimal, 38.1 ov), 6-220 (Mathews, 43.3 ov), 7-259 (KMDN Kulasekara, 48.4 ov), 8-262 (Malinga, 49.3 ov), 9-266 (CKB Kulasekara, 49.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
M Morkel	9	0	65	2	7.22	
LL Tsotsobe	10	0	40	1	4.00	(2w)
DW Steyn	10	0	55	1	5.50	(1w)
JP Duminy	5	0	26	1	5.20	(1w)
JA Morkel	2	0	9	0	4.50	(1w)
RJ Peterson	10	0	45	1	4.50	(1nb, 1w)
F du Plessis	4	0	25	0	6.25	(1w)

South Africa innings (target: 176 runs from 34 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith	b Malinga	2	21	13	0	0	15.38
AN Petersen	lbw b Dilshan	17	57	27	1	0	62.96
CA Ingram	b Malinga	13	9	8	3	0	162.50
F du Plessis	run out (Mathews/†Sangakkara)	72	99	74	7	0	97.29
JP Duminy	run out (KMDN Kulasekara)	25	49	34	2	0	73.52
AB de Villiers*†	not out	39	50	36	3	0	108.33
JA Morkel	not out	7	27	12	0	0	58.33
Extras	(lb 2, w 2)	4					
Total	(5 wickets; 34 overs; 157 mins)	179	(5.26 runs per over)				

Did not bat RJ Peterson, DW Steyn, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-14 (Smith, 4.5 ov), 2-29 (Ingram, 6.2 ov), 3-52 (Petersen, 12.1 ov), 4-113 (Duminy, 23.3 ov), 5-147 (du Plessis, 28.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	5	1	20	2	4.00	(2w)
KMDN Kulasekara	6	0	31	0	5.16	
KTGD Prasad	5	0	38	0	7.60	
HMRKB Herath	6	0	24	0	4.00	
TM Dilshan	5	0	22	1	4.40	
CKB Kulasekara	3	0	21	0	7.00	

Sri Lanka in South Africa ODI Series - 4th ODI — Tweet 54

South Africa v Sri Lanka

Sri Lanka won by 5 wickets (with 8 balls remaining)

ODI no. 3228 | 2011/12 season
Played at De Beers Diamond Oval, Kimberley
20 January 2012 - day/night (50-over match)

South Africa innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
AN Petersen	c Tharanga b Herath	37	55	39	4	1	94.87
GC Smith	c Dilshan b Malinga	68	106	69	7	1	98.55
AB de Villiers*†	b Perera	96	116	76	8	3	126.31
CA Ingram	lbw b Kulasekara	1	4	4	0	0	25.00
JP Duminy	c †Sangakkara b Perera	36	50	47	2	0	76.59
F du Plessis	c †Sangakkara b Herath	5	13	12	0	0	41.66
WD Parnell	run out (Tharanga)	21	28	17	0	1	123.52
RJ Peterson	not out	23	37	31	2	0	74.19
VD Philander	not out	2	12	5	0	0	40.00
Extras	(b 4, w 6)	10					
Total	(7 wickets; 50 overs; 214 mins)	299	(5.98 runs per over)				

Did not bat M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-84 (Petersen, 13.1 ov), 2-171 (Smith, 23.5 ov), 3-172 (Ingram, 24.3 ov), 4-242 (Duminy, 38.4 ov), 5-250 (de Villiers, 40.5 ov), 6-252 (du Plessis, 41.3 ov), 7-289 (Parnell, 47.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	10	0	57	1	5.70	(4w)
KMDN Kulasekara	8	0	40	1	5.00	
SMSM Senanayake	10	1	53	0	5.30	
NLTC Perera	4	0	34	2	8.50	(1w)
AD Mathews	1	0	6	0	6.00	
TM Dilshan	8	0	60	0	7.50	
HMRKB Herath	9	0	45	2	5.00	

Sri Lanka innings (target: 300 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
WU Tharanga	c †de Villiers b Tsotsobe	6	13	10	1	0	60.00
TM Dilshan*	c Duminy b Tsotsobe	87	122	87	9	2	100.00
KC Sangakkara†	c Petersen b Peterson	32	56	31	2	1	103.22
LD Chandimal	b Tsotsobe	59	117	81	1	1	72.83
HDRL Thirimanne	c Duminy b Philander	13	27	15	0	0	86.66
NLTC Perera	not out	69	75	44	3	5	156.81
AD Mathews	not out	21	35	25	0	0	84.00
Extras	(b 4, lb 5, w 6, nb 2)	17					
Total	(5 wickets; 48.4 overs; 226 mins)	304	(6.24 runs per over)				

Did not bat KMDN Kulasekara, SL Malinga, HMRKB Herath, SMSM Senanayake

Fall of wickets 1-17 (Tharanga, 3.1 ov), 2-100 (Sangakkara, 16.2 ov), 3-168 (Dilshan, 28.5 ov), 4-194 (Thirimanne, 34.4 ov), 5-246 (Chandimal, 40.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
M Morkel	8	0	43	0	5.37	(2w)
LL Tsotsobe	10	0	51	3	5.10	(1w)
VD Philander	6	0	39	1	6.50	(2w)
WD Parnell	9	0	52	0	5.77	(1nb)
JP Duminy	4.4	0	37	0	7.92	
RJ Peterson	6	0	47	1	7.83	
F du Plessis	5	0	26	0	5.20	(1w)

Border-Gavaskar Trophy - 2nd Test **Tweet** 903

Australia v India

Australia won by an innings and 68 runs

Test no. 2027 | 2011/12 season
Played at Sydney Cricket Ground
3,4,5,6 January 2012 (5-day match)

India 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c Clarke b Pattinson	**0**	2	3	0	0	0.00
V Sehwag	c †Haddin b Pattinson	**30**	83	51	4	0	58.82
R Dravid	c Cowan b Siddle	**5**	42	33	1	0	15.15
SR Tendulkar	b Pattinson	**41**	133	89	8	0	46.06
VVS Laxman	c Marsh b Pattinson	**2**	10	9	0	0	22.22
V Kohli	c †Haddin b Siddle	**23**	50	41	3	0	56.09
MS Dhoni*†	not out	**57**	101	77	8	0	74.02
R Ashwin	c Clarke b Hilfenhaus	**20**	48	39	1	0	51.28
Z Khan	c Cowan b Hilfenhaus	**0**	1	1	0	0	0.00
I Sharma	c Cowan b Hilfenhaus	**0**	2	6	0	0	0.00
U Yadav	c †Haddin b Siddle	**0**	10	10	0	0	0.00
Extras	(b 3, lb 6, w 2, nb 2)	**13**					
Total	(all out; 59.3 overs)	**191**	(3.21 runs per over)				

Fall of wickets 1-0 (Gambhir, 0.3 ov), 2-30 (Dravid, 10.3 ov), 3-55 (Sehwag, 16.2 ov), 4-59 (Laxman, 20.5 ov), 5-96 (Kohli, 32.6 ov), 6-124 (Tendulkar, 40.5 ov), 7-178 (Ashwin, 54.2 ov), 8-178 (Khan, 54.3 ov), 9-186 (Sharma, 56.3 ov), 10-191 (Yadav, 59.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JL Pattinson	14	3	43	4	3.07	(1nb, 2w)
BW Hilfenhaus	22	9	51	3	2.31	
PM Siddle	13.3	3	55	3	4.07	(1nb)
MEK Hussey	2	0	8	0	4.00	
NM Lyon	8	0	25	0	3.12	

Australia 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
DA Warner	c Tendulkar b Khan	**8**	3	6	1	0	133.33
EJM Cowan	lbw b Khan	**16**	42	28	2	0	57.14
SE Marsh	c Laxman b Khan	**0**	4	1	0	0	0.00
RT Ponting	c Tendulkar b Sharma	**134**	332	225	14	0	59.55
MJ Clarke*	not out	**329**	609	468	39	1	70.29
MEK Hussey	not out	**150**	306	253	16	1	59.28
Extras	(b 2, lb 13, w 4, nb 3)	**22**					
Total	(4 wickets dec; 163 overs)	**659**	(4.04 runs per over)				

Did not bat BJ Haddin†, PM Siddle, JL Pattinson, BW Hilfenhaus, NM Lyon

Fall of wickets 1-8 (Warner, 0.6 ov), 2-8 (Marsh, 2.1 ov), 3-37 (Cowan, 8.5 ov), 4-325 (Ponting, 83.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	31	4	122	3	3.93	
U Yadav	24	2	123	0	5.12	(2w)
I Sharma	33	2	144	1	4.36	(1nb, 1w)
R Ashwin	44	5	157	0	3.56	(1w)
V Sehwag	23	1	75	0	3.26	(2nb)
V Kohli	8	0	23	0	2.87	

India 2nd innings		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c Warner b Siddle	**83**	217	142	11	0	58.45
V Sehwag	c Warner b Hilfenhaus	**4**	14	8	1	0	50.00
R Ashwin	c Lyon b Hilfenhaus	**62**	102	76	9	1	81.57
Z Khan	c Marsh b Siddle	**35**	36	26	5	1	134.61
I Sharma	lbw b Lyon	**11**	38	35	1	0	31.42
U Yadav	not out	**0**	17	14	0	0	0.00
Extras	(b 6, lb 3, w 2, nb 8)	**19**					
Total	(all out; 110.5 overs)	**400**	(3.60 runs per over)				

Fall of wickets 1-18 (Sehwag, 3.3 ov), 2-100 (Dravid, 26.3 ov), 3-168 (Gambhir, 48.2 ov), 4-271 (Tendulkar, 79.2 ov), 5-276 (Laxman, 82.1 ov), 6-286 (Dhoni, 84.6 ov), 7-286 (Kohli, 85.5 ov), 8-342 (Khan, 93.5 ov), 9-384 (Sharma, 105.1 ov), 10-400 (Ashwin, 110.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JL Pattinson	23	4	106	1	4.60	(3nb, 1w)
BW Hilfenhaus	32.5	8	106	5	3.22	(1w)
PM Siddle	24	6	88	2	3.66	(1nb)
NM Lyon	20	2	64	1	3.20	
MJ Clarke	9	0	22	1	2.44	
MEK Hussey	2	0	5	0	2.50	

Match details

Toss India, who chose to bat
Series Australia led the 4-match series 2-0

Player of the match MJ Clarke (Australia)

Umpires M Erasmus (South Africa) and IJ Gould (England)
TV umpire BNJ Oxenford
Match referee RS Madugalle (Sri Lanka)
Reserve umpire GA Abood

Close of play
Tue, 3 Jan - day 1 - Australia 1st innings 116/3 (RT Ponting 44*, MJ Clarke 47*, 26 ov)
Wed, 4 Jan - day 2 - Australia 1st innings 482/4 (MJ Clarke 251*, MEK Hussey 55*, 116 ov)
Thu, 5 Jan - day 3 - India 2nd innings 114/2 (G Gambhir 68*, SR Tendulkar 8*, 41 ov)
Fri, 6 Jan - day 4 - India 2nd innings 400 (110.5 ov) - end of match

Match notes

- **Day 1:**
- India 1st innings
- Drinks: India - 44/2 in 13.0 overs (V Sehwag 23, SR Tendulkar 14)
- India: 50 runs in 16.1 overs (97 balls), Extras 2
- Lunch: India - 72/4 in 26.0 overs (SR Tendulkar 21, V Kohli 12)
- India: 100 runs in 35.5 overs (216 balls), Extras 4
- Drinks: India - 124/6 in 40.5 overs (MS Dhoni 12)
- India: 150 runs in 46.5 overs (283 balls), Extras 11
- 7th Wicket: 50 runs in 75 balls (MS Dhoni 30, R Ashwin 20, Ex 0)
- Tea: India - 178/8 in 54.3 overs (MS Dhoni 44)

Border-Gavaskar Trophy - 3rd Test

Australia v India

Australia won by an innings and 37 runs

Test no. 2029 | 2011/12 season
Played at Western Australia Cricket Association Ground, Perth
13,14,15 January 2012 (5-day match)

India 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c †Haddin b Hilfenhaus	**31**	138	82	3	0	37.80
V Sehwag	c Ponting b Hilfenhaus	**0**	13	4	0	0	0.00
R Dravid	b Siddle	**9**	41	35	1	0	25.71
SR Tendulkar	lbw b Harris	**15**	74	25	3	0	60.00
VVS Laxman	c Clarke b Siddle	**31**	108	86	5	0	36.04
V Kohli	c Warner b Siddle	**44**	95	81	6	0	54.32
MS Dhoni*†	c Ponting b Hilfenhaus	**12**	28	22	2	0	54.54
R Vinay Kumar	lbw b Starc	**5**	12	4	1	0	125.00
Z Khan	c Clarke b Hilfenhaus	**2**	14	11	0	0	18.18
I Sharma	c †Haddin b Starc	**3**	12	8	0	0	37.50
U Yadav	not out	**4**	3	4	1	0	100.00
Extras	(b 2, lb 2, w 1)	**5**					
Total	(all out; 60.2 overs)	**161**	(2.66 runs per over)				

Fall of wickets 1-4 (Sehwag, 3.2 ov), 2-32 (Dravid, 13.5 ov), 3-59 (Tendulkar, 24.1 ov), 4-63 (Gambhir, 25.1 ov), 5-131 (Kohli, 50.6 ov), 6-138 (Laxman, 52.5 ov), 7-152 (Vinay Kumar, 56.1 ov), 8-152 (Dhoni, 57.2 ov), 9-157 (Khan, 59.2 ov), 10-161 (Sharma, 60.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
RJ Harris	18	6	33	1	1.83	
BW Hilfenhaus	18	5	43	4	2.38	
MA Starc	12.2	3	39	2	3.16	(1w)
PM Siddle	12	3	42	3	3.50	

Australia 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
EJM Cowan	b Yadav	**74**	177	120	10	0	61.66
DA Warner	c Yadav b Sharma	**180**	258	159	20	5	113.20
SE Marsh	c Laxman b Yadav	**11**	22	19	2	0	57.89
RT Ponting	b Yadav	**7**	5	6	1	0	116.66
MJ Clarke*	c †Dhoni b Khan	**18**	63	38	3	0	47.36
MEK Hussey	c Sehwag b Vinay Kumar	**14**	63	29	2	0	48.27
BJ Haddin†	c †Dhoni b Khan	**0**	6	3	0	0	0.00
PM Siddle	b Yadav	**30**	39	31	4	0	96.77
RJ Harris	c Gambhir b Yadav	**9**	26	17	0	0	52.94
MA Starc	not out	**15**	29	27	3	0	55.55
BW Hilfenhaus	c Kohli b Sehwag	**6**	8	9	1	0	66.66
Extras	(lb 3, w 2)	**5**					
Total	(all out; 76.2 overs)	**369**	(4.83 runs per over)				

Fall of wickets 1-214 (Cowan, 38.5 ov), 2-230 (Marsh, 42.6 ov), 3-242 (Ponting, 44.5 ov), 4-290 (Warner, 55.1 ov), 5-301 (Clarke, 58.4 ov), 6-303 (Haddin, 60.1 ov), 7-339 (Hussey, 67.1 ov), 8-343 (Siddle, 68.2 ov), 9-357 (Harris, 73.2 ov), 10-369 (Hilfenhaus, 76.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	21	3	91	2	4.33	(1w)
U Yadav	17	2	93	5	5.47	(1w)
R Vinay Kumar	13	0	73	1	5.61	
I Sharma	18	0	89	1	4.94	
V Sehwag	7.2	0	20	1	2.72	

India 2nd innings		R	M	B	4s	6s	SR
R Dravid	b Harris	**47**	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
SR Tendulkar	lbw b Starc	**8**	20	16	1	0	50.00
VVS Laxman	c Marsh b Hilfenhaus	**0**	11	9	0	0	0.00
V Kohli	c †Haddin b Siddle	**75**	187	136	9	0	55.14
MS Dhoni*†	c Ponting b Siddle	**2**	22	16	0	0	12.50
R Vinay Kumar	c Clarke b Hilfenhaus	**6**	24	20	1	0	30.00
Z Khan	c Clarke b Hilfenhaus	**0**	1	1	0	0	0.00
I Sharma	c Cowan b Hilfenhaus	**0**	2	3	0	0	0.00
U Yadav	not out	**0**	2	1	0	0	0.00
Extras	[illegible]	**9**					
Total	(all out; 63.2 overs)	**171**	(2.70 runs per over)				

Fall of wickets 1-24 (Gambhir, 10.2 ov), 2-25 (Sehwag, 11.3 ov), 3-42 (Tendulkar, 16.1 ov), 4-51 (Laxman, 19.1 ov), 5-135 (Dravid, 58.5 ov), 6-148 (Dhoni, [illegible] ov), 7-171 (Vinay Kumar, 62.1 ov), 8-171 (Khan, 62.2 ov), 9-171 (Sharma, 62.5 ov), 10-171 (Kohli, 63.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
RJ Harris	[illegible]	[illegible]	34	1	2.12	
BW Hilfenhaus	18	[illegible]	54	4	3.00	(1w)
MA Starc	12	[illegible]	31	[illegible]	2.58	
PM Siddle	15.2	[illegible]	43	3	2.80	(2w)
MEK Hussey	2	[illegible]	3	0	1.50	

Match details

Toss Australia, who chose to field
Series Australia led the 4-match series 3-0

Test debut R Vinay Kumar (India)
Player of the match DA Warner (Australia)

Umpires Aleem Dar (Pakistan) and HDPK Dharmasena (Sri Lanka)
TV umpire PR Reiffel
Match referee RS Madugalle (Sri Lanka)
Reserve umpire MD Martell

Close of play
Fri, 13 Jan - day 1 - Australia 1st innings 149/0 (EJM Cowan 40*, DA Warner 104*, 23 ov)
Sat, 14 Jan - day 2 - India 2nd innings 88/4 (R Dravid 32*, V Kohli 21*, 32 ov)
Sun, 15 Jan - day 3 - India 2nd innings 171 (63.2 ov) - end of match

Match notes

- **Day 1:**
- India 1st innings
- Drinks: India - 32/2 in 13.5 overs (G Gambhir 20)
- India: 50 runs in 18.4 overs (112 balls), Extras 3
- Lunch: India - 73/4 in 26.0 overs (VVS Laxman 4, V Kohli 10)
- Drinks: India - 99/4 in 42.0 overs (VVS Laxman 9, V Kohli 31)
- India: 100 runs in 42.5 overs (257 balls), Extras 4
- 5th Wicket: 50 runs in 122 balls (VVS Laxman 10, V Kohli 41, Ex 1)
- Tea: India - 144/6 in 55.0 overs (MS Dhoni 4, R Vinay Kumar 5)
- India: 150 runs in 55.4 overs (334 balls), Extras 5
- Innings Break: India - 161/10 in 60.2 overs (U Yadav 4)
- Australia 1st innings
- Australia: 50 runs in 6.6 overs (42 balls), Extras 3
- 1st Wicket: 50 runs in 42 balls (EJM Cowan 17, DA Warner 31, Ex 3)
- DA Warner: 50 off 36 balls (6 x 4, 1 x 6)
- Drinks: Australia - 94/0 in 13.0 overs (EJM Cowan 21, DA Warner 70)
- Australia: 100 runs in 13.6 overs (84 balls), Extras 4
- 1st Wicket: 100 runs in 84 balls (EJM Cowan 28, DA Warner 71, Ex 4)
- DA Warner: 100 off 69 balls (13 x 4, 3 x 6)

Border-Gavaskar Trophy - 1st Test
Australia v India
Australia won by 122 runs

Test no. 2025 | 2011/12 season
Played at Melbourne Cricket Ground
26,27,28,29 December 2011 (5-day match)

Australia 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
EJM Cowan	c †Dhoni b Ashwin	68	285	177	7	0	38.41
DA Warner	c †Dhoni b Yadav	37	54	49	4	1	75.51
SE Marsh	c Kohli b Yadav	0	9	6	0	0	0.00
RT Ponting	c Laxman b Yadav	62	145	94	6	0	65.95
MJ Clarke*	b Khan	31	54	68	5	0	45.58
MEK Hussey	c †Dhoni b Khan	0	1	1	0	0	0.00
BJ Haddin†	c Sehwag b Khan	27	117	70	1	0	38.57
PM Siddle	c †Dhoni b Khan	41	128	99	4	0	41.41
JL Pattinson	not out	18	84	54	2	0	33.33
BW Hilfenhaus	c Kohli b Ashwin	19	44	32	3	0	59.37
NM Lyon	b Ashwin	6	15	11	1	0	54.54
Extras	(b 21, w 2, nb 1)	24					
Total	(all out; 110 overs)	333	(3.02 runs per over)				

Fall of wickets 1-46 (Warner, 13.1 ov), 2-46 (Marsh, 15.1 ov), 3-159 (Ponting, 48.3 ov), 4-205 (Clarke, 64.2 ov), 5-205 (Hussey, 64.3 ov), 6-214 (Cowan, 67.1 ov), 7-286 (Haddin, 90.6 ov), 8-291 (Siddle, 96.1 ov), 9-318 (Hilfenhaus, 105.4 ov), 10-333 (Lyon, 109.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	31	6	77	4	2.48	(1nb, 1w)
I Sharma	24	7	48	0	2.00	
U Yadav	26	5	106	3	4.07	(1w)
R Ashwin	29	3	81	3	2.79	

India 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c †Haddin b Hilfenhaus	3	36	23	0	0	13.04
V Sehwag	b Pattinson	67	125	83	7	0	80.72
R Dravid	b Hilfenhaus	68	246	187	6	0	36.36
SR Tendulkar	b Siddle	73	148	98	8	1	74.48
I Sharma	c †Haddin b Hilfenhaus	11	102	69	0	0	15.94
VVS Laxman	c †Haddin b Siddle	2	28	22	0	0	9.09
V Kohli	c †Haddin b Hilfenhaus	11	27	21	1	0	52.38
MS Dhoni*†	c Hussey b Hilfenhaus	6	11	8	0	0	75.00
R Ashwin	c †Haddin b Siddle	31	55	35	3	1	88.57
Z Khan	b Pattinson	4	6	6	1	0	66.66
U Yadav	not out	2	20	16	0	0	12.50
Extras	(w 1, nb 3)	4					
Total	(all out; 94.1 overs)	282	(2.99 runs per over)				

Fall of wickets 1-22 (Gambhir, 7.5 ov), 2-97 (Sehwag, 28.2 ov), 3-214 (Tendulkar, 64.3 ov), 4-214 (Dravid, 65.2 ov), 5-221 (Laxman, 72.4 ov), 6-238 (Kohli, 79.2 ov), 7-245 (Dhoni, 81.4 ov), 8-254 (Sharma, 87.2 ov), 9-259 (Khan, 88.6 ov), 10-282 (Ashwin, 94.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JL Pattinson	23	6	55	2	2.39	(1w)
BW Hilfenhaus	26	5	75	5	2.88	(1nb)
PM Siddle	21.1	2	63	3	2.97	(2nb)
NM Lyon	17	2	66	0	3.88	
MEK Hussey	5	0	15	0	3.00	
DA Warner	2	0	8	0	4.00	

Australia 2nd innings		R	M	B	4s	6s	SR
RT Ponting	c Sehwag b Khan	60	146	97	3	0	61.85
MJ Clarke*	b Sharma	1	5	4	0	0	25.00
MEK Hussey	c †Dhoni b Khan	89	219	151	9	0	58.94
BJ Haddin†	c Laxman b Khan	6	8	14	0	0	42.85
PM Siddle	c †Dhoni b Yadav	4	29	22	0	0	18.18
NM Lyon	lbw b Ashwin	0	8	11	0	0	0.00
JL Pattinson	not out	37	94	81	4	0	45.67
BW Hilfenhaus	c Laxman b Sharma	14	43	29	2	0	48.27
Extras	(b 5, lb 2, w 1, nb 5)	13					
Total	(all out; 76.3 overs)	240	(3.13 runs per over)				

Fall of wickets 1-13 (Warner, 7.1 ov), 2-16 (Cowan, 7.4 ov), 3-24 (Marsh, 11.3 ov), 4-27 (Clarke, 12.5 ov), 5-142 (Ponting, 40.2 ov), 6-148 (Haddin, 42.5 ov), 7-163 (Siddle, 50.6 ov), 8-166 (Lyon, 53.6 ov), 9-197 (Hussey, 66.5 ov), 10-240 (Hilfenhaus, 76.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	20	4	53	3	2.65	(3nb, 1w)
U Yadav	20	4	70	4	3.50	
I Sharma	12.3	0	43	2	3.44	(2nb)
R Ashwin	22	4	60	1	2.72	
V Sehwag	2	0	7	0	3.50	

India 2nd innings (target: 292 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c Ponting b Siddle	13	54	46	1	0	28.26
V Sehwag	c Hussey b Hilfenhaus	7	24	12	1	0	58.33
R Dravid	b Pattinson	10	58	29	1	0	34.48
SR Tendulkar	c Hussey b Siddle	32	71	46	4	0	69.56
VVS Laxman	c Cowan b Pattinson	1	20	14	0	0	7.14
V Kohli	lbw b Hilfenhaus	0	1	1	0	0	0.00
MS Dhoni*†	b Pattinson	23	85	44	0	1	52.27
R Ashwin	c Cowan b Siddle	30	36	35	5	0	85.71
Z Khan	c Cowan b Pattinson	13	26	22	1	1	59.09
I Sharma	not out	6	33	14	0	0	42.85
U Yadav	c Warner b Lyon	21	26	25	2	1	84.00
Extras	(lb 10, w 2, nb 1)	13					
Total	(all out; 47.5 overs)	169	(3.53 runs per over)				

Fall of wickets 1-17 (Sehwag, 5.6 ov), 2-39 (Gambhir, 12.1 ov), 3-58 (Dravid, 18.6 ov), 4-68 (Laxman, 22.6 ov), 5-69 (Kohli, 23.3 ov), 6-81 (Tendulkar, 26.1 ov), 7-117 (Ashwin, 34.6 ov), 8-141 (Khan, 40.5 ov), 9-142 (Dhoni, 42.2 ov), 10-169 (Yadav, 47.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JL Pattinson	15	2	53	4	3.53	(1nb, 1w)
BW Hilfenhaus	18	4	39	2	2.16	(1w)
PM Siddle	9	1	42	3	4.66	
NM Lyon	5.5	0	25	1	4.28	

Match details

Toss Australia, who chose to bat
Series Australia led the 4-match series 1-0

Test debut EJM Cowan (Australia)
Player of the match JL Pattinson (Australia)

Umpires M Erasmus (South Africa) and IJ Gould (England)
TV umpire PR Reiffel
Match referee RS Madugalle (Sri Lanka)
Reserve umpire AJ Barrow

Close of play
Mon, 26 Dec - day 1 - Australia 1st innings 277/6 (BJ Haddin 21*, PM Siddle 34*, 89 ov)
Tue, 27 Dec - day 2 - India 1st innings 214/3 (R Dravid 68*, I Sharma 0*, 65 ov)
W d 28 D [illegible] 179/8 (MEK H[illegible] 79* JL P[illegible] 3* 60 [illegible])

Sri Lanka in South Africa Test Series - 3rd Test
South Africa v Sri Lanka
South Africa won by 10 wickets

Test no. 2028 | 2011/12 season
Played at Newlands, Cape Town
3,4,5,6 January 2012 (5-day match)

South Africa 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith*	b Prasad	16	21	15	3	0	106.66
AN Petersen	c Dilshan b Welegedara	109	276	188	13	1	57.97
HM Amla	lbw b Prasad	16	43	32	3	0	50.00
JH Kallis	c Mathews b Herath	224	434	325	31	1	68.92
AB de Villiers	not out	160	303	205	19	2	78.04
JA Rudolph	not out	51	79	71	6	0	71.83
Extras	(lb 1, w 1, nb 2)	4					
Total	(4 wickets dec; 139 overs; 576 mins)	580	(4.17 runs per over)				

Did not bat MV Boucher†, DW Steyn, M Morkel, Imran Tahir, VD Philander

Fall of wickets 1-25 (Smith, 4.1 ov), 2-56 (Amla, 12.6 ov), 3-261 (Petersen, 62.2 ov), 4-453 (Kallis, 118.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
UWMBCA Welegedara	29	7	107	1	3.68	(2nb, 1w)
NLTC Perera	22	1	131	0	5.95	
KTGD Prasad	30	2	154	2	5.13	
AD Mathews	12	0	47	0	3.91	
HMRKB Herath	42	4	108	1	2.57	
TM Dilshan	4	0	32	0	8.00	

Sri Lanka 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
HDRL Thirimanne	b Morkel	23	62	52	4	0	44.23
TM Dilshan*	c Smith b Imran Tahir	78	126	79	12	0	98.73
KC Sangakkara	c Amla b Steyn	35	110	75	6	0	46.66
DPMD Jayawardene	c Kallis b Steyn	30	130	81	3	0	37.03
TT Samaraweera	c Kallis b Philander	11	68	61	0	0	18.03
AD Mathews	c †Boucher b Steyn	1	28	18	0	0	5.55
LD Chandimal†	c †Boucher b Morkel	35	60	45	4	0	77.77
NLTC Perera	b Imran Tahir	5	20	10	1	0	50.00
HMRKB Herath	lbw b Philander	1	6	7	0	0	14.28
KTGD Prasad	c Petersen b Philander	9	14	16	0	1	56.25
UWMBCA Welegedara	not out	0	8	1	0	0	0.00
Extras	(b 6, lb 3, nb 2)	11					
Total	(all out; 73.5 overs; 317 mins)	239	(3.23 runs per over)				

Fall of wickets 1-70 (Thirimanne, 14.4 ov), 2-126 (Dilshan, 28.3 ov), 3-149 (Sangakkara, 39.3 ov), 4-184 (Samaraweera, 55.2 ov), 5-189 (Jayawardene, 59.3 ov), 6-194 (Mathews, 61.5 ov), 7-219 (Perera, 66.5 ov), 8-220 (Herath, 67.6 ov), 9-236 (Prasad, 71.6 ov), 10-239 (Chandimal, 73.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	20	5	56	3	2.80	(1nb)
VD Philander	19	7	46	3	2.42	
M Morkel	13.5	2	74	2	5.34	(1nb)
Imran Tahir	21	1	54	2	2.57	

Sri Lanka 2nd innings (following on)		R	M	B	4s	6s	SR
HDRL Thirimanne	c Amla b Kallis	30	123	100	2	0	30.00
TM Dilshan*	c †Boucher b Philander	5	15	7	1	0	71.42
KC Sangakkara	c Kallis b Imran Tahir	34	125	89	4	0	38.20
LD Chandimal†	c Kallis b Philander	1	18	13	0	0	7.69
NLTC Perera	c Morkel b Imran Tahir	30	52	45	4	0	66.66
HMRKB Herath	c & b Kallis	0	7	5	0	0	0.00
KTGD Prasad	st †Boucher b Imran Tahir	16	21	22	3	0	72.72
UWMBCA Welegedara	b Kallis	14	6	6	2	1	233.33
Extras	(b 1, lb 15, w 6)	22					
Total	(all out; 107.5 overs; 466 mins)	342	(3.17 runs per over)				

Fall of wickets 1-12 (Dilshan, 3.5 ov), 2-79 (Thirimanne, 29.6 ov), 3-83 (Sangakkara, 34.4 ov), 4-98 (Jayawardene, 38.3 ov), 5-240 (Mathews, 85.1 ov), 6-248 (Chandimal, 89.2 ov), 7-304 (Perera, 100.2 ov), 8-306 (Herath, 101.4 ov), 9-327 (Prasad, 106.4 ov), 10-342 (Welegedara, 107.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	20	3	56	0	2.80	(1w)
VD Philander	20	4	54	3	2.70	
M Morkel	19	4	68	1	3.57	
Imran Tahir	32	7	106	3	3.31	
JH Kallis	14.5	2	35	3	2.35	(1w)
GC Smith	2	0	7	0	3.50	

South Africa 2nd innings (target: 2 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
AN Petersen	not out	1	1	1	0	0	100.00
GC Smith*	not out	0	1	0	0	0	-
Extras	(nb 1)	1					
Total	(0 wickets; 0 overs; 1 min)	2					

Did not bat HM Amla, JH Kallis, AB de Villiers, JA Rudolph, MV Boucher†, DW Steyn, M Morkel, Imran Tahir, VD Philander

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KTGD Prasad	0	0	2	0	-	(1nb)

Match details

Toss Sri Lanka, who chose to field
Series South Africa won the 3-match series 2-1

Player of the match JH Kallis (South Africa)
Player of the series AB de Villiers (South Africa)

Umpires RA Kettleborough (England) and RJ Tucker (Australia)
TV umpire SJ Davis (Australia)
Match referee BC Broad (England)
Reserve umpire JD Cloete

Close of play
Tue, 3 Jan - day 1 - South Africa 1st innings 347/3 (JH Kallis 159*, AB de Villiers 45*, 90 ov)
Wed, 4 Jan - day 2 - Sri Lanka 1st innings 149/2 (KC Sangakkara 35*, DPMD Jayawardene 7*, 39 ov)
Thu, 5 Jan - day 3 - Sri Lanka 2nd innings 138/4 (TT Samaraweera 19*, AD Mathews 28*, 53 ov)
Fri, 6 Jan - day 4 - South Africa 2nd innings 2/0 - end of match

Match notes

- **Day 1:**
- South Africa 1st innings
- South Africa: 50 runs in 10.2 overs (64 balls), Extras 2
- Drinks: South Africa - 56/2 in 13.0 overs (AN Petersen 22)
- South Africa: 100 runs in 21.5 overs (133 balls), Extras 2
- 3rd Wicket: 50 runs in 59 balls (AN Petersen 25, JH Kallis 26, Ex 0)
- AN Petersen: 50 off 69 balls (6 x 4, 1 x 6)
- Lunch: South Africa - 135/2 in 27.0 overs (AN Petersen 54, JH Kallis 47)
- JH Kallis: 50 off 42 balls (8 x 4)
- Over 29.4: Review by Sri Lanka (Bowling), Umpire - RJ Tucker, Batsman - JH Kallis (Struck down)
- South Africa: 150 runs in 30.2 overs (184 balls), Extras 2

Quaid-e-Azam Trophy Division One - Final

Pakistan International Airlines v Zarai Taraqiati Bank Limited

Pakistan International Airlines won by 9 wickets

First-class match | 2011/12 season
Played at National Stadium, Karachi
20,21,22,23 December 2011 - day/night (5-day match)

Zarai Taraqiati Bank Limited 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
Sharjeel Khan	c Agha Sabir b Kamran Sajid	24	54	42	4	0	57.14
Imran Nazir*	lbw b Anwar Ali	0	6	5	0	0	0.00
Yasir Hameed	c Fahad Iqbal b Najaf Shah	80	139	93	15	1	86.02
Shahid Yousuf	lbw b Anwar Ali	13	20	10	3	0	130.00
Haris Sohail	c Faisal Iqbal b Kamran Sajid	112	365	282	16	0	39.71
Zohaib Khan	c †Sarfraz Ahmed b Akhtar Waheed	21	48	28	3	0	75.00
Sohail Tanvir	c Shoaib Khan snr b Akhtar Waheed	6	10	9	1	0	66.66
Zulqarnain Haider†	b Ali Imran	36	263	188	5	0	19.14
Junaid Zia	not out	17	70	43	1	1	39.53
Iftikhar Anjum	c Faisal Iqbal b Anwar Ali	11	19	21	0	0	52.38
Rehan Riaz	b Anwar Ali	0	11	7	0	0	0.00
Extras	(b 4, lb 5, w 3, nb 5)	17					
Total	(all out; 120.3 overs; 502 mins)	337	(2.79 runs per over)				

Fall of wickets 1-6 (Imran Nazir, 1.5 ov), 2-62 (Sharjeel Khan, 11.5 ov), 3-94 (Shahid Yousuf, 16.2 ov), 4-141 (Yasir Hameed, 34.1 ov), 5-191 (Zohaib Khan, 46.3 ov), 6-201 (Sohail Tanvir, 48.6 ov), 7-304 (Haris Sohail, 103.6 ov), 8-314 (Zulqarnain Haider, 113.2 ov), 9-327 (Iftikhar Anjum, 118.2 ov), 10-337 (Rehan Riaz, 120.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Najaf Shah	25	9	45	1	1.80	(1nb, 2w)
Anwar Ali	29.3	13	55	4	1.86	(2nb, 1w)
Ali Imran	15	5	59	1	3.93	(2nb)
Kamran Sajid	23	9	56	2	2.43	
Akhtar Waheed	28	3	113	2	4.03	

Pakistan International Airlines 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
Agha Sabir	c Yasir Hameed b Rehan Riaz	0	9	7	0	0	0.00
Kamran Sajid*	c Haris Sohail b Sohail Tanvir	13	72	40	2	0	32.50
Sheharyar Ghani	c Shahid Yousuf b Iftikhar Anjum	29	148	96	4	0	30.20
Faisal Iqbal	lbw b Iftikhar Anjum	13	37	24	3	0	54.16
Fahad Iqbal	lbw b Iftikhar Anjum	61	175	119	10	0	51.26
Shoaib Khan snr	c & b Rehan Riaz	61	234	157	7	0	38.85
Sarfraz Ahmed†	lbw b Sohail Tanvir	70	143	91	8	0	76.92
Ali Imran	c & b Rehan Riaz	9	9	9	2	0	100.00
Anwar Ali	c †Zulqarnain Haider b Sohail Tanvir	6	37	29	1	0	20.68
Najaf Shah	c Sohail Tanvir b Iftikhar Anjum	15	57	33	1	0	45.45
Akhtar Waheed	not out	5	46	32	1	0	15.62
Extras	(b 4, lb 9, w 5)	18					
Total	(all out; 106.1 overs; 488 mins)	300	(2.82 runs per over)				

Fall of wickets 1-3 (Agha Sabir, 1.5 ov), 2-33 (Kamran Sajid, 14.5 ov), 3-51 (Faisal Iqbal, 22.4 ov), 4-76 (Sheharyar Ghani, 32.3 ov), 5-143 (Fahad Iqbal, 60.5 ov), 6-241 (Shoaib Khan snr, 86.3 ov), 7-251 (Ali Imran, 88.1 ov), 8-267 (Sarfraz Ahmed, 93.5 ov), 9-272 (Anwar Ali, 95.5 ov), 10-300 (Najaf Shah, 106.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Sohail Tanvir	31	8	82	3	2.64	(2w)
Rehan Riaz	20	3	44	3	2.20	
Junaid Zia	20	5	58	0	2.90	
Iftikhar Anjum	24.1	6	78	4	3.22	
Zohaib Khan	9	2	22	0	2.44	(3w)
Shahid Yousuf	2	1	3	0	1.50	

		R	M	B	4s	6s	SR
Imran Nazir*	c Fahad Iqbal b Anwar Ali	5	14	6	1	0	83.33
Yasir Hameed	c †Sarfraz Ahmed b Anwar Ali	19	43	31	4	0	61.29
Shahid Yousuf	b Ali Imran	0	11	7	0	0	0.00
Haris Sohail	c †Sarfraz Ahmed b Najaf Shah	19	47	27	4	0	70.37
Zulqarnain Haider†	b Anwar Ali	0	9	2	0	0	0.00
Zohaib Khan	c sub (Anop Santosh) b Najaf Shah	4	51	28	1	0	14.28
Sohail Tanvir	b Najaf Shah	0	2	2	0	0	0.00
Junaid Zia	c †Sarfraz Ahmed b Ali Imran	3	39	21	0	0	14.28
Iftikhar Anjum	c sub (Anop Santosh) b Anwar Ali	8	24	15	1	0	53.33
Rehan Riaz	not out	0	5	1	0	0	0.00
Extras	(b 4)	4					
Total	(all out; 27.2 overs; 145 mins)	70	(2.56 runs per over)				

Fall of wickets 1-12 (Imran Nazir, 3.2 ov), 2-32 (Sharjeel Khan, 8.1 ov), 3-32 (Shahid Yousuf, 10.2 ov), 4-42 (Yasir Hameed, 11.6 ov), 5-46 (Zulqarnain Haider, 13.2 ov), 6-59 (Haris Sohail, 19.2 ov), 7-59 (Sohail Tanvir, 19.4 ov), 8-60 (Zohaib Khan, 23.2 ov), 9-70 (Junaid Zia, 26.5 ov), 10-70 (Iftikhar Anjum, 27.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
Najaf Shah	9	3	19	3	2.11
Anwar Ali	8.2	1	31	4	3.72
Ali Imran	10	5	16	3	1.60

Pakistan International Airlines 2nd innings (target: 108 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
Agha Sabir	not out	40	101	65	5	0	61.53
Kamran Sajid*	c Rehan Riaz b Sohail Tanvir	34	44	29	6	0	117.24
Sheharyar Ghani	not out	36	56	34	7	0	105.88
Extras		0					
Total	(1 wicket; 21.2 overs; 101 mins)	110	(5.15 runs per over)				

Did not bat Faisal Iqbal, Fahad Iqbal, Shoaib Khan snr, Sarfraz Ahmed†, Ali Imran, Anwar Ali, Najaf Shah, Akhtar Waheed

Fall of wickets 1-48 (Kamran Sajid, 9.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
Iftikhar Anjum	5	0	36	0	7.20
Sohail Tanvir	7	2	25	1	3.57
Rehan Riaz	5	0	16	0	3.20
Junaid Zia	3	0	21	0	7.00
Yasir Hameed	1	0	8	0	8.00
Sharjeel Khan	0.2	0	4	0	12.00

Match details

Toss Pakistan International Airlines, who chose to field
Series Pakistan International Airlines won the 2011/12 Quaid-e-Azam Trophy Division One

Player of the match Anwar Ali (Pakistan International Airlines)
Batsman of the series Afaq Raheem
Bowler of the series Ali Imran (Pakistan International Airlines)
Fielder of the series Shahid Yousuf (Zarai Taraqiati Bank Limited)

Umpires Ahsan Raza and Zameer Haider
TV umpire Shozab Raza
Match referee Khatib Rizwan
Reserve umpire Kamal Merchant

Close of play
- **Tue, 20 Dec** - day 1 - Zarai Taraqiati Bank Limited 1st innings 287/6 (Haris Sohail 97*, Zulqarnain Haider 31*, 90 ov)
- **Wed, 21 Dec** - day 2 - Pakistan International Airlines 1st innings 119/4 (Fahad Iqbal 49*, Shoaib Khan snr 12*, 51 ov)
- **Thu, 22 Dec** - day 3 - Zarai Taraqiati Bank Limited 2nd innings 70/9 (Iftikhar Anjum 8*, Rehan Riaz 0*, 27 ov)
- **Fri, 23 Dec** - day 4 - Pakistan International Airlines 2nd innings 110/1 (21.2 ov) - end of match

Sri Lanka in South Africa Test Series - 2nd Test　Tweet 159

South Africa v Sri Lanka

Sri Lanka won by 208 runs

Test no. 2026 | 2011/12 season
Played at Kingsmead, Durban
26,27,28,29 December 2011 (5-day match)

Sri Lanka 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
NT Paranavitana	c †Boucher b de Lange	12	38	29	1	0	41.37
TM Dilshan*	c Morkel b Imran Tahir	47	101	69	6	0	68.11
KC Sangakkara	c †Boucher b de Lange	0	7	3	0	0	0.00
DPMD Jayawardene	b Morkel	31	81	58	3	1	53.44
TT Samaraweera	c Prince b de Lange	102	356	269	11	0	37.91
AD Mathews	c & b de Lange	30	66	51	5	0	58.82
LD Chandimal†	c †Boucher b Morkel	58	141	86	7	0	67.44
NLTC Perera	c Amla b de Lange	12	35	28	2	0	42.85
HMRKB Herath	c †Boucher b de Lange	30	73	54	4	0	55.55
UWMBCA Welegedara	c Amla b de Lange	2	4	4	0	0	50.00
CRD Fernando	not out	0	6	5	0	0	0.00
Extras	(lb 8, nb 6)	14					
Total	(all out; 108.2 overs)	338	(3.12 runs per over)				

Fall of wickets 1-35 (Paranavitana, 8.6 ov), 2-47 (Sangakkara, 10.2 ov), 3-84 (Dilshan, 23.3 ov), 4-117 (Jayawardene, 29.3 ov), 5-162 (Mathews, 44.3 ov), 6-273 (Chandimal, 81.3 ov), 7-289 (Perera, 89.3 ov), 8-335 (Herath, 106.1 ov), 9-337 (Welegedara, 106.5 ov), 10-338 (Samaraweera, 108.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	23	5	63	0	2.73	
M Morkel	21	3	61	2	2.90	(4nb)
M de Lange	23.2	3	81	7	3.47	
Imran Tahir	32	3	101	1	3.15	(2nb)
JH Kallis	9	1	24	0	2.66	

South Africa 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith*	c †Chandimal b Welegedara	15	36	38	2	0	39.47
JA Rudolph	c Welegedara b Perera	7	28	13	1	0	53.84
HM Amla	c †Chandimal b Welegedara	54	129	83	10	0	65.06
JH Kallis	c Jayawardene b Welegedara	0	7	3	0	0	0.00
AB de Villiers	c Jayawardene b Welegedara	25	103	79	3	0	31.64
AG Prince	c Jayawardene b Herath	11	41	24	1	0	45.83
MV Boucher†	c Dilshan b Herath	3	20	14	0	0	21.42
DW Steyn	not out	29	62	36	2	2	80.55
M Morkel	b Herath	0	3	5	0	0	0.00
Imran Tahir	st †Chandimal b Herath	11	25	19	0	1	57.89
M de Lange	c †Chandimal b Welegedara	9	21	17	2	0	52.94
Extras	(w 1, nb 3)	4					
Total	(all out; 54.4 overs)	168	(3.07 runs per over)				

Fall of wickets 1-22 (Rudolph, 7.2 ov), 2-27 (Smith, 8.6 ov), 3-27 (Kallis, 10.3 ov), 4-103 (de Villiers, 34.5 ov), 5-106 (Amla, 36.3 ov), 6-118 (Boucher, 41.1 ov), 7-119 (Prince, 43.1 ov), 8-119 (Morkel, 43.6 ov), 9-145 (Imran Tahir, 49.3 ov), 10-168 (de Lange, 54.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
UWMBCA Welegedara	16.4	3	52	5	3.12	(3nb)
NLTC Perera	9	3	27	1	3.00	
TM Dilshan	1	1	0	0	0.00	
HMRKB Herath	20	7	49	4	2.45	
AD Mathews	2	0	11	0	5.50	(1w)
CRD Fernando	6	0	29	0	4.83	

		R	M	B	4s	6s	SR
KC Sangakkara	c Smith b Imran Tahir	108	289	190	13	0	56.84
DPMD Jayawardene	lbw b de Lange	14	41	27	2	0	51.85
TT Samaraweera	b Imran Tahir	43	95	64	5	0	67.18
AD Mathews	c †Boucher b Steyn	3	8	6	0	0	50.00
LD Chandimal†	c †Boucher b Steyn	54	92	92	7	0	58.69
NLTC Perera	c Kallis b Steyn	12	23	17	1	0	70.58
HMRKB Herath	not out	8	48	31	0	0	25.80
UWMBCA Welegedara	c Amla b Steyn	10	14	7	2	0	142.85
CRD Fernando	c Prince b Morkel	3	13	13	0	0	23.07
Extras	(b 5, lb 3, w 1, nb 2)	11					
Total	(all out; 78.2 overs; 344 mins)	279	(3.56 runs per over)				

Fall of wickets 1-4 (Dilshan, 1.3 ov), 2-20 (Paranavitana, 8.1 ov), 3-44 (Jayawardene, 16.4 ov), 4-138 (Samaraweera, 38.1 ov), 5-141 (Mathews, 39.5 ov), 6-245 (Chandimal, 66.5 ov), 7-245 (Sangakkara, 67.1 ov), 8-262 (Perera, 71.6 ov), 9-276 (Welegedara, 75.3 ov), 10-279 (Fernando, 78.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
M Morkel	18.2	4	46	2	2.50	
DW Steyn	20	3	73	5	3.65	
M de Lange	13	2	45	1	3.46	(1nb, 1w)
JH Kallis	11	1	43	0	3.90	
Imran Tahir	16	1	64	2	4.00	(1nb)

South Africa 2nd innings (target: 450 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
JA Rudolph	c Jayawardene b Perera	22	108	65	3	0	33.84
GC Smith*	c Jayawardene b Fernando	26	41	37	1	0	70.27
HM Amla	run out (Welegedara/†Chandimal)	51	99	81	7	0	62.96
JH Kallis	c Paranavitana b Herath	0	17	7	0	0	0.00
AG Prince	c Paranavitana b Fernando	7	41	24	0	0	29.16
AB de Villiers	lbw b Herath	69	204	141	6	1	48.93
MV Boucher†	lbw b Herath	7	43	34	0	0	20.58
DW Steyn	lbw b Herath	43	153	125	7	0	34.40
M Morkel	lbw b Dilshan	5	11	10	0	0	50.00
Imran Tahir	not out	0	4	0	0	0	-
M de Lange	b Herath	0	1	2	0	0	0.00
Extras	(b 6, lb 1, w 3, nb 1)	11					
Total	(all out; 87.3 overs)	241	(2.75 runs per over)				

Fall of wickets 1-37 (Smith, 9.5 ov), 2-88 (Rudolph, 26.4 ov), 3-97 (Kallis, 29.3 ov), 4-106 (Amla, 33.2 ov), 5-116 (Prince, 38.3 ov), 6-133 (Boucher, 49.3 ov), 7-232 (de Villiers, 83.4 ov), 8-241 (Morkel, 86.6 ov), 9-241 (Steyn, 87.1 ov), 10-241 (de Lange, 87.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
UWMBCA Welegedara	16	5	33	0	2.06	(3w)
NLTC Perera	13	0	48	1	3.69	
CRD Fernando	13	3	29	3	2.23	(1nb, 2w)
TM Dilshan	11	2	35	1	3.18	
HMRKB Herath	30.3	7	79	5	2.59	
AD Mathews	3	0	9	0	3.00	
TT Samaraweera	1	0	1	0	1.00	

Match details

Toss Sri Lanka, who chose to bat
Series 3-match series level 1-1

Test debuts M de Lange (South Africa); LD Chandimal (Sri Lanka)
Player of the match HMRKB Herath (Sri Lanka)

Umpires SJ Davis (Australia) and RA Kettleborough (England)
TV umpire RJ Tucker (Australia)
Match referee BC Broad (England)

پی آئی اے نے ساتویں مرتبہ قائداعظم ٹرافی اپنے نام کرلی

قائداعظم ٹرافی ڈویژن ون ڈے کرکٹ ٹورنامنٹ کے فائنل میں پی آئی اے نے زرعی ترقیاتی بینک کو 9 وکٹوں سے شکست دیکر ساتویں بار ٹائٹل اپنے نام کیا قبل ازیں ایئرلائن نے پاکستان کے فرسٹ کلاس پریمیئر ٹورنامنٹ کی 50 سالہ تاریخ میں یہ اعزاز 1970' 1980' 1990' 2000 اور 2003ء میں حاصل کیا تھا' زرعی ترقیاتی بینک جو پہلی بار قائداعظم ٹرافی کا فائنل کھیل رہی تھی۔ دوسری اننگز میں 70 رنز پر ڈھیر ہوگئی۔ نیشنل اسٹیڈیم میں 5 روزہ فائنل کا فیصلہ چوتھے دن لنچ سے قبل ہی ہوگیا۔ پی آئی اے نے 107 رنز کا آسان ہدف ایک وکٹ کے نقصان پر حاصل کرلیا۔ اوپنر آغا صابر 40 اور شہریار غنی 36 رنز پر ناقابل شکست رہے جبکہ کپتان کامران ساجد 34 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے' انہیں سہیل تنویر نے آؤٹ کیا۔ زرعی ترقیاتی بینک نے گزشتہ روز کے اسکور 70 رنز 9 وکٹ پر چوتھے دن جب کھیل شروع کیا تو فاسٹ بالر انور علی نے آخری بیٹسمین راؤ افتخار کو اسی اسکور پر پویلین بھیج کر چوتھی وکٹ حاصل کی۔ ایئرلائن نے آسان ہدف ایک وکٹ پر 22 ویں اوور میں حاصل کرلیا۔ پی سی بی ڈائریکٹر ڈومیسٹک ذاکر خان نے پی آئی اے کے کپتان کامران ساجد کو ٹرافی اور 10 لاکھ روپے کا انعام پیش کیا۔ زرعی ترقیاتی بینک کے کپتان عمران نذیر نے رنراپ ٹرافی اور 5 لاکھ روپے وصول کیئے۔ آفاق رحیم (اسلام آباد) کو ٹورنامنٹ کا بہترین بیٹسمین' علی عمران پاشا (پی آئی اے) کو بہترین بالر' زیڈ ٹی بی ایل کے ذوالقرنین حیدر کو بہترین وکٹ کیپر اور شاہد یوسف کو بہترین فیلڈر قرار دیا گیا۔ انور علی (پی آئی اے) مین آف دی فائنل رہے۔ تمام کو 50،50 ہزار روپے کے خصوصی انعامات دیئے گئے۔ فائنل کے بہترین کھلاڑیوں انور علی (بالر)' حارث سہیل (بیٹسمین) اور فیصل اقبال (فیلڈر) کو 25 ہزار روپے فی کس ایوارڈ ملا۔ فاتح کپتان کامران ساجد نے کہا کہ ہم گزشتہ سال بھی فائنل تک پہنچے تھے تاہم بدقسمتی سے ہار گئے تھے۔ انہوں نے کامیابی کا کریڈیٹ تمام کھلاڑیوں اور کوچز کو دیا' ناکام سائیڈ کے قائد عمران نذیر نے کہا کہ کرکٹ اتفاقات کا کھیل ہے' ہم ڈھائی دن اچھا کھیلے اور صرف آدھے دن خراب کھیلنے سے نتیجہ مختلف ہوگیا۔

قائداعظم ٹرافی کا فائنل کھیلنے والی دونوں ٹیموں کے کپتانوں اور کھلاڑیوں نے میچ میں گلابی گیند کے استعمال پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سارا سال سرخ گیند سے کھیلنے کے بعد گلابی گیند سے کھیلنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ فاتح پی آئی اے کے کپتان کامران ساجد نے کہا کہ ہم نے فائنل ضرور جیتا تاہم ہمیں بھی گلابی گیند کو کھیلنے میں دشواری ہوئی۔ گزشتہ سال نارنجی گیند کا تجربہ کیا گیا تھا اسے کھیلنے میں بھی مشکل پیش آئی تھی۔ زرعی ترقیاتی بینک کے کپتان عمران نذیر نے کہا کہ ہم پورے سیزن میں ڈومیسٹک کرکٹ اور ٹیسٹ میچز میں سرخ گیندوں سے کھیلتے ہیں چنانچہ مختلف گیند سے کھیلنے سے فرق آجاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گلابی گیند کو کھیلنے میں کھلاڑیوں کو دشواری پیش آئی تاہم اسے میں اپنی ٹیم کی شکست کا جواز قرار نہیں دوں گا بلکہ فائنل میں ڈیڑھ دن اچھا کھیلنے کے بعد آدھا دن خراب کھیل کر ہم میچ ہار گئے۔ ہم قائداعظم ٹرافی کے پورے ٹورنامنٹ میں اچھی کارکردگی کے ذریعے فائنل تک پہنچے۔ پی آئی اے فاسٹ بالر اور مین آف دی فائنل کا ایوارڈ حاصل کرنے والے انور علی نے کہا کہ بالرز کے لئے نئے رنگ کی گیند سے بالنگ کرانا مشکل ہوتا ہے۔ فائنل میں گلابی رنگ کے ساتھ کوکابورا کی گیند استعمال ہوئی جبکہ ہم سیزن میں گریس برانڈ کی گیند سے کھیلتے ہیں انہوں نے کہا کہ مجھے گلابی گیند سے کھیلنے سے زیادہ مشکل اس لئے پیش نہیں آئی کیونکہ میں پروفیشنل کرکٹر ہوں اور میرا کام ہر قسم کی گیند پر پرفارم کرنا ہے۔ ٹیسٹ بیٹسمین فیصل اقبال نے گلابی گیند کو ٹیسٹ کرکٹ کا مستقبل قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر آئی سی سی نے ٹیسٹ کرکٹ میں گلابی گیند روشناس کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو کھلاڑیوں کو اس سے ہم آہنگ ہونا پڑے گا کیونکہ ٹیسٹ میچ فلڈ لائٹس میں کرانے کی تجویز ہے جس میں گلابی گیندیں استعمال ہوں گی۔

قائداعظم ٹرافی گریڈ ون ٹرافی 2011 (پوائنٹس ٹیبل)

ٹیم	میچ	ہارے	جیتے	ٹائی	ڈرا	پوائنٹس
پی آئی اے	11	1	6	-	4	57
زرعی ترقیاتی بینک	11	4	6	-	1	57
واپڈا	11	3	6	1	1	53
اسٹیٹ بینک	11	3	5	-	3	47
نیشنل بینک	11	1	4	-	6	41
سیالکوٹ	11	4	4	-	10	39
کراچی بلیوز	11	5	4	-	2	36
راولپنڈی	11	5	4	-	2	36
حبیب بینک	11	4	4	1	2	35
ایبٹ آباد	11	7	3	-	1	27
اسلام آباد	11	4	2	-	5	27
فیصل آباد	11	8	1	-	2	12

ٹورنامنٹ میں 800 یازائد رنز بنانے والے بیٹسمین

کھلاڑی	ٹیم	میچز	رنز	بہترین	اوسط	100	50
آفاق رحیم	اسلام آباد	11	1088	137	54.40	4	4
محمد ایوب ڈوگر	سیالکوٹ	11	1013	200	53.31	3	5
فواد عالم	نیشنل بینک	11	945	157*	67.50	3	2
حارث سہیل	زیڈ ٹی بی ایل	11	873	151	51.35	4	4
کامران ساجد	پی آئی اے	12	823	173	41.15	3	2
احمد شہزاد	حبیب بینک	10	810	161	45.00	2	5
عمیر خان	اسلام آباد	11	808	96	40.40	-	6

ٹورنامنٹ میں پچاس یازائد وکٹیں لینے والے بالرز

بالرز	ٹیم	میچز	وکٹیں	اوسط	بہترین	پانچ وکٹ	10 وکٹ
علی عمران	پی آئی اے	11	60	17.88	6/41	5	1
عمران خان	واپڈا	10	58	17.53	9/77	6	1
صدف حسین	راولپنڈی	9	53	20.37	9/37	4	2
فہد مسعود	حبیب بینک	8	52	16.17	6/28	4	1
دانش کنیریا	حبیب بینک	8	50	20.24	7/102	5	0
انور علی	پی آئی اے	10	50	21.12	8/16	4	1
پرنس عباس	سیالکوٹ	11	50	28.72	5/79	2	1

ٹورنامنٹ میں 30 یازائد شکار (وکٹ کیپرز)

وکٹ کیپر	ٹیم	میچز	اننگز	شکار	کیچز	اسٹمپڈ	بہترین اننگز
ذوالقرنین	زیڈ ٹی بی ایل	12	23	52	51	1	5
کامران اکمل	نیشنل بینک	11	21	44	41	3	6
نعیم انجم	اسلام آباد	10	17	38	38	-	6
گلریز صدف	اسٹیٹ بینک	11	21	37	37	-	4
جمال انور	راولپنڈی	8	16	32	32	-	5
جاوید منصور	کراچی بلیوز	11	19	31	29	2	4

انگلینڈ کے الیسٹر کک نئے سال کے پہلے دن اپنی شادی کے موقع پر اہلیہ کے ہمراہ چرچ سے واپس جاتے ہوئے